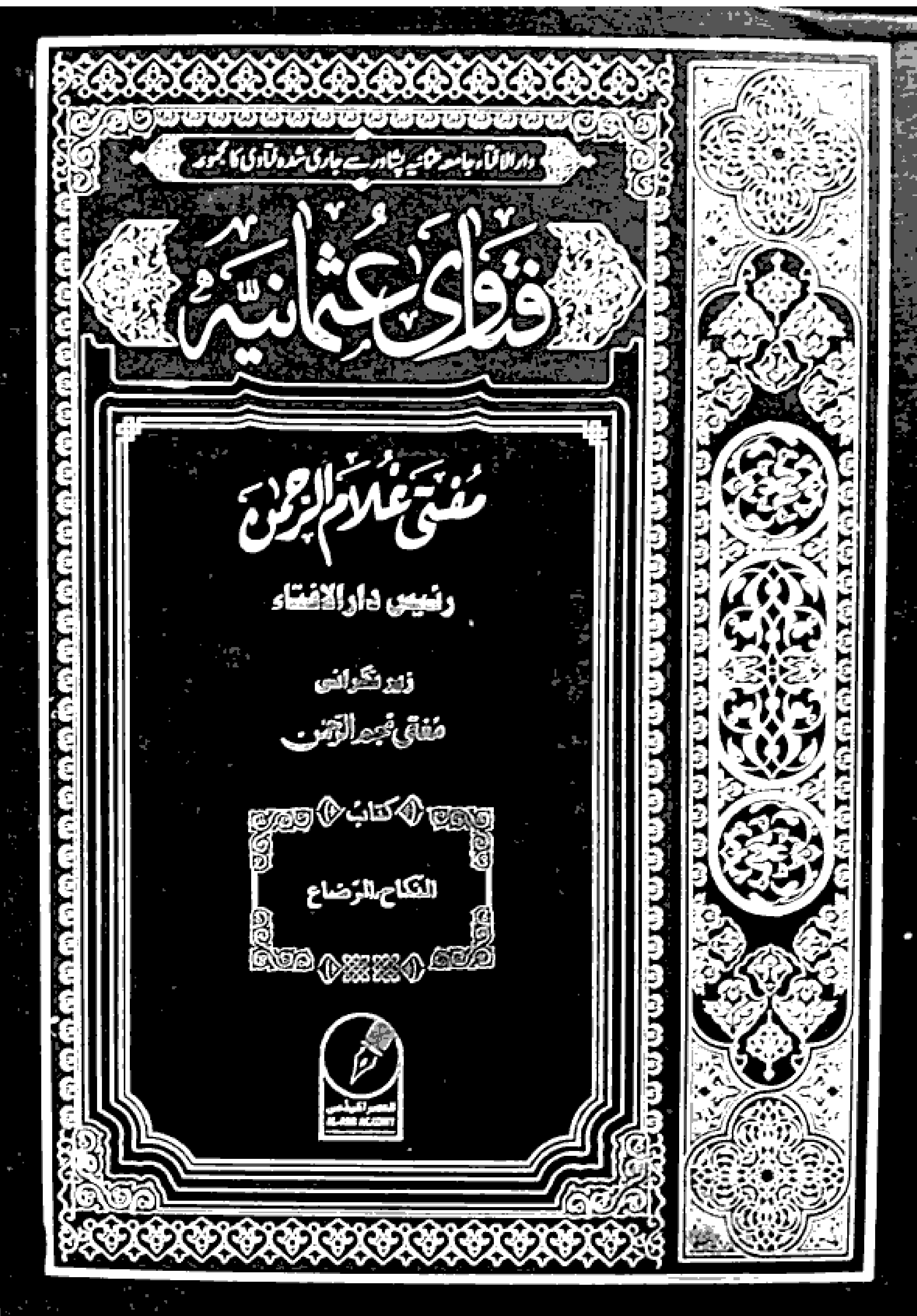
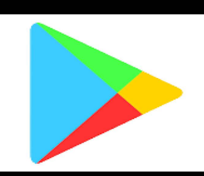

دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور سے جاری شدہ فتاوی کا مجموعہ
فتاویٰ عثمانیہ
مفتی غلام الرحمن
رئیس دارالافتاء
زیر نگرانی
کتاب
النکاح، الرضاع



Maktaba Tul Ishaat



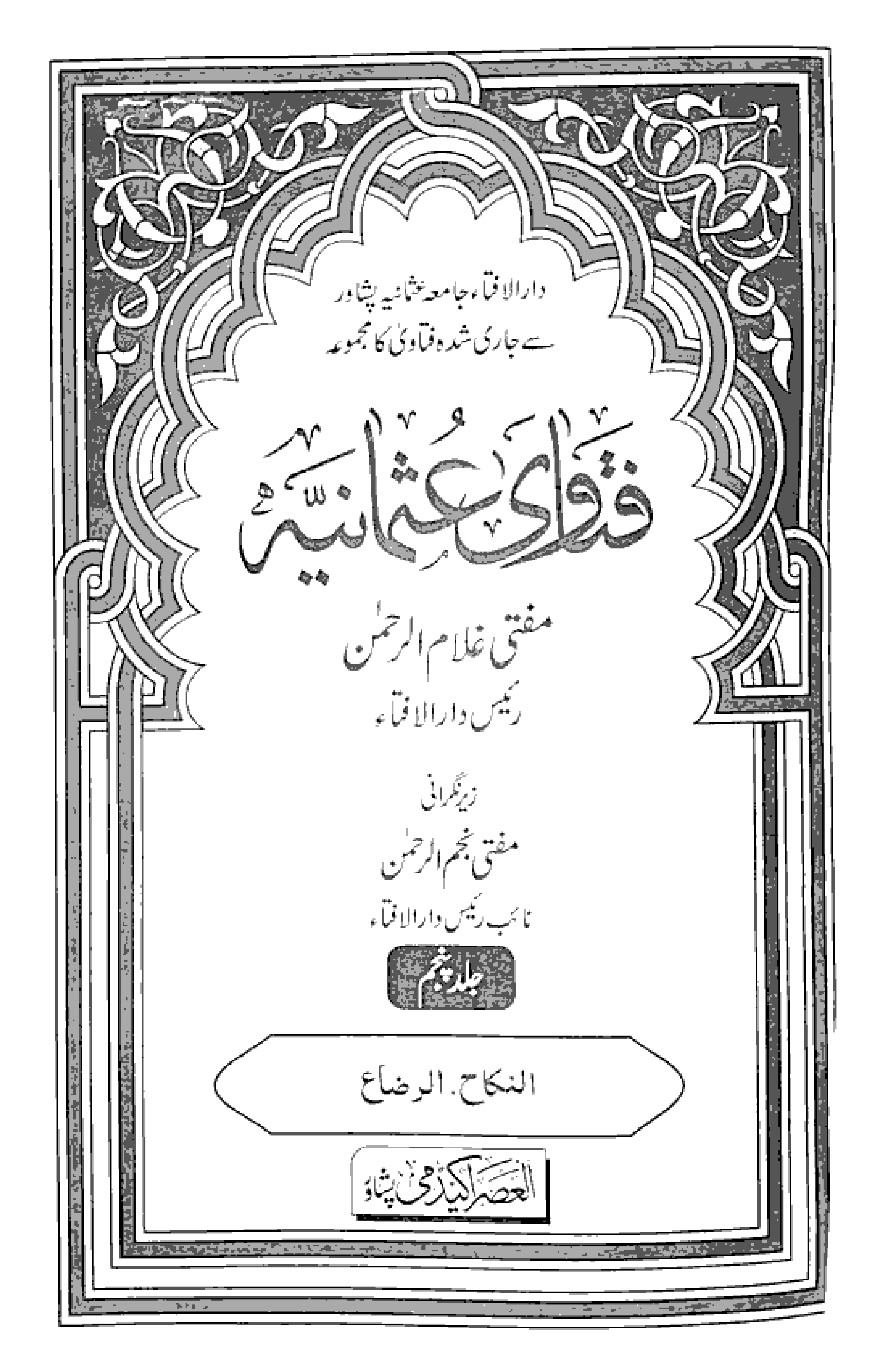
تمام فنون کے کتب ہمارے ویب سائٹ اور پلے سٹور سے فری ڈاون لوڈ کریں۔ ہم روزانہ کی بنیاد پر اس میں مزید نئے کتب شامل کر رہے ہیں نئے شامل شدہ کتب لیے روزانہ ہمارے پلے سٹور اور ویب سائٹ کو باقاعدگی سے چیک کیا کریں۔

اپنی کتاب کو ہمارے ویب سائٹ پر شائع کرنے کے لیے رابطہ کریں

تفاسیر	خطبات	منطق
احادیث	سیرت	معانی
فقہ	تاریخ	تصوف
سوانح حیات	صرف	تقابل ادیان
درس نظامی	نحو	تجوید
لغت	فلسفہ	نعت
فتاوی	حکمت	تراجم
اصلاحی	بلاغت	تبلیغ و دعوت
آڈیو دروس	مناظرے	تمام فنون

Contact Us: maktaba.tul.ishaatofficial.com


العصر اکیڈمی پشاور
AL-ASR ACADEMY
JAMIA USMANIA PESHAWAR


دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور
سے جاری شدہ فتاویٰ کا مجموعہ
فتاویٰ عثمانیہ
مفتی غلام الرحمٰن
رئیس دارالافتاء
زیرنگرانی
مفتی نجم الرحمٰن
نائب رئیس دارالافتاء
جلد پنجم
النکاح، الرضاع
العصر اکیڈمی پشاور



فتاویٰ عثمانیہ

جلد پنجم

علمی افادات: شیخ التفسیر والحدیث
حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن مدظلہ
مہتمم ورئیس دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور

زیر نگرانی: حضرت مولانا مفتی نجم الرحمٰن مدظلہ
استاذ الحدیث ونائب رئیس دارالافتاء جامعہ عثمانیہ پشاور

تحقیق وتبویب: شرکائے شعبہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء

باہتمام: احسان الرحمٰن عثمانی

سنِ طباعت اشاعت ہفتم:
ذی الحجہ 1442ھ / جولائی 2021ء

سنِ طباعت اشاعت اول:
جمادی الثانیہ 1437ھ / مارچ 2016ء
سنِ طباعت اشاعت دوم:
جمادی الاولیٰ 1438ھ / فروری 2017ء
سنِ طباعت اشاعت سوم:
رجب المرجب 1439ھ / اپریل 2018ء
سنِ طباعت اشاعت چہارم:
ربیع الثانی 1440ھ / دسمبر 2018ء
سنِ طباعت اشاعت پنجم:
ربیع الاول 1441ھ / نومبر 2019ء
سنِ طباعت اشاعت ششم:
رجب المرجب 1442ھ / دسمبر 2020ء





ihsan.usmani@gmail.com
+92 333-9273561 / +92 321-9273561
+92 312-0203561 / +92 315-4499203

ملنے کا پتہ
مکتبہ العصر
احاطہ جامعہ عثمانیہ پشاور
عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور کینٹ
صوبہ خیبر پختونخواہ، پاکستان
رابطہ: 0314 9061952 / 0348 0191692



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست جلد ۵

باب المحرمات

(مباحث ابتدائیہ)

❁❁❁

باب المحرمات

(مسائل)

❁❁❁

باب الأولياء

(مباحث ابتدائیه)

باب الکفاءۃ

(مباحث ابتدائیہ)

کتاب الرضاع

(مباحث ابتدائیہ)

كتاب الرضاع

(مسائل)

کتاب النکاح

(نکاح کا بیان)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

بنی نوع انسان میں فطری اور تخلیقی طور پر مخالف جنس کی کشش اور محبت ودیعت کی گئی ہے۔ اگر اس فطری کشش اور محبت کی رعایت چند حدود اور پابندیوں میں مقید ہو کر کی جائے تو اس میں نہ صرف فطرتِ انسانی کی سلامتی ہے بلکہ یہ نوع انسانی کی بقا، نسلِ انسانی کی حفاظت اور معاشرے کے توازن کا بنیادی ذریعہ بھی ہے۔ اسلام کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ یہ فطرتِ انسانی سے زیادہ ہم آہنگ دین ہے۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق اس نے افراط وتفریط سے اپنا دامن بچاتے ہوئے انتہائی اعتدال سے کام لیا ہے۔ فطری خواہشات میں غلو اور حدود سے تجاوز پر قدغن لگاتے ہوئے جہاں اس نے ہر ایسے غیر فطری تعلق کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے جو معاشرے میں بے حیائی اور بے اعتدالی کا سبب بن رہا ہو، وہاں اس نے انسانی جذبات اور فطری ضروریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے نکاح کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی بھی فرمائی ہے۔ اس لیے کہ اسلام اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر انسان کی فطری ضرورتوں کے لیے جائز صورتیں پیدا نہیں کی گئیں تو یہ بغاوت پر اتر کر جنسی بے راہ روی کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔(۱)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نکاح کے مقاصد تحریر فرمانے کے بعد بطور خلاصہ لکھتے ہیں "یہ امر مفید صحت، اطمینان بخش، راحت رساں، سرور افزاء اور ترقی دارین کا سبب ہے۔ اخلاقی اور مذہبی نگاہ سے اس امر پر غور کرو گے تو اس کو سراسر فائدوں سے معمور پاؤ گے، تمدن کے لیے اس سے بہتر کوئی صورت نہیں، حب الوطنی کی جز ہے اور ملک وقوم کے لیے اعلیٰ ترین خدمات میں سے ہے۔ بیماریوں سے بچانے اور صدہا امراض سے محفوظ رکھنے کے لیے ایک حکیمی نسخہ ہے۔ اگر یہ قانون الٰہی بنی آدم میں نافذ نہ ہوتا تو آج دنیا سنسان ہوتی، نہ کوئی مکان نہ کوئی باغ اور نہ کسی قوم کا نشان باقی رہتا۔(۲)

---

(۱) العنایۃ بھامش فتح القدیر، کتاب النکاح: ۳/۹۸، ۹۹

(۲) احکام اسلام عقل کی نظر میں: ص ۱۳۷، ۱۳۸

لغوی تحقیق:

قرآن وحدیث اور کلام عرب پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کا لفظ ضم وتداخل (ملانے)، عقد نکاح اور ہم بستری میں سے ہر ایک معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ قرینہ ومقام کو دیکھ کر ان معانی میں سے کسی ایک معنی کو مراد لیا جائے گا۔ علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں کہ ”حق اور ثابت یہ ہے کہ لفظ نکاح کا استعمال مذکورہ تینوں معانی میں ہوتا ہے، البتہ سارا مسئلہ اس کے معنی حقیقی کی تعیین میں ہے“۔(۱)

اصطلاحی تعریف:

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"(هو) عندالفقهاء (عقديفيدملك المتعة) أي حل استمتاع الرجل من امرأة لم يمنع من نكاحهامانع شرعي".

ترجمہ: فقہاء کرام کے نزدیک ”نکاح وہ عقد ہے جو (مقصودی طور پر) ملکِ متعہ کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی یہ وہ معاہدہ ہے جس کے ذریعے مرد کے لیے عورت سے فائدہ لینا جائز ہوجاتا ہے بشرطیکہ عورت سے نکاح کرنے سے کوئی شرعی مانع موجود نہ ہو“۔

تعریف میں قیودات کا فائدہ ذکر کرتے ہوئے علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

اس تعریف کی رو سے مرد کا نکاح عورت سے ہی ہوسکتا ہے، کسی ہم جنس، مخنث، بت پرست عورت، محارم، جنیہ اور سمندری انسان سے نکاح نہیں ہوسکتا۔(۲)

نکاح کی مشروعیت:

قرآن کریم نے نکاح کو گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی سنت قرار دی ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً﴾(۳)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾(٤)

---

(۱) البحرالرائق، كتاب النكاح:۳/۱۳۷، حاشية بدائع الصنائع، كتاب النكاح:۳/۳۰۷

(۲) الدرالمختار، كتاب النكاح:٤/٦١

(۳) الرعد:۳۸　(٤) النساء:۳

ترجمہ: اور حلال عورتوں میں سے جو تم کو پسند ہو اس سے نکاح کرلو۔

آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

"یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج ؛ فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج، ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فإنه له وجاء".(۱)

اے نوجوانو! تم میں سے جو شخص نکاح کے لوازمات پورے کرنے کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے کیوں کہ نکاح نگاہ کو زیادہ جھکانے والا اور شرم گاہ کو زیادہ گناہوں سے محفوظ رکھنے والا ہے۔ اور جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے کیوں کہ روزوں سے شہوت ٹوٹ جاتی ہے۔

علامہ بابرتیؒ فرماتے ہیں کہ احکامِ شرع میں سے کسی بھی حکم پر شرعی اور عقلی دلائل کا ایسا اتفاق نہیں ہوسکا ہے جیسا کہ حکم نکاح کے بارے میں ہے۔ (۲)

مختلف حالات میں نکاح کا حکم:

فقہاء کرام نے کتاب وسنت کی ہدایات کو سامنے رکھ کر مختلف حالات میں نکاح کے احکام متعین کیے ہیں۔

(۱) اگر مہر اور نان نفقہ کی ادائیگی پر قدرت حاصل ہو (اگر چہ یہ قدرت ایسے قرض کی صورت میں ہو جو آسانی سے ادا ہو سکے) اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں پڑ جانے کا خطرہ یقینی ہو تو نکاح فرض ہے۔

(۲) مذکورہ صورت ہو اور زنا میں پڑنے کا اندیشہ ہو یقین نہ ہو، یا بدنظری اور دواعی زنا میں مبتلا ہونے کا یقین ہو تو ایسی صورت میں نکاح کرنا واجب ہے۔

(۳) اگر نکاح نہ کرنے کی صورت میں برائی میں پڑنے کا اندیشہ نہ ہو اور مالی وجسمانی اعتبار سے نکاح کرنے پر قادر ہو تو ایسے شخص کے لیے نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ اور باعث اجر وثواب ہے۔ بعض فقہاء اس صورت میں بھی وجوب کے قائل ہیں۔

(۴) اگر نکاح کے بعد بیوی کے حقوق کی عدم ادائیگی یا ظلم وجور کا اندیشہ ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔

(۵) اگر ظلم وجبر کا یقین ہو تو نکاح حرام ہے۔

---

(۱) مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، الفصل الأول:۲/۲۶۷

(۲) العنایة بهامش فتح القدیر، کتاب النکاح:۳/۹۸

(۶) اگر ظلم کا معمولی خوف ہو یا نکاح محض قضاء شہوت کے لیے ہو، تو ایسی صورت میں نکاح کرنا محض مباح اور جائز ہے۔(۱)

نکاح کا سبب:

فطرتِ انسانی میں موجود خواہشات کی رعایت اور اصلاح، نوع انسانی کی بقاء اور نسلِ انسانی کی حفاظت جیسے مقاصد کا حصول ایسے طریقے سے کرنا جس سے ظلم و جبر، بے حیائی اور خلطِ انساب کا راستہ روکا جا سکے۔(۲)

نکاح کے ارکان:

نکاح کے ارکان ایجاب وقبول ہیں۔ جس کی طرف سے پہلے نکاح کی پیشکش ہو اس کے کلام کو ایجاب کہتے ہیں اور دوسرے فریق کی طرف سے اس پیشکش کے قبول کر لینے کو "قبول" کہتے ہیں۔(۳)

گونگے شخص کے لیے اشارہ کرنا ایجاب وقبول کے قائم مقام ہے بشرطیکہ اشارہ معروف ومشہور اور قابلِ فہم ہو۔ ایجاب وقبول کے بغیر محض تعاطی یعنی لین دین اور رخصتی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ اسی طرح حاضر افراد کے درمیان خط وکتابت سے بھی منعقد نہیں ہوتا جب تک صراحتاً ایجاب وقبول نہ کریں۔(۴)

نکاح کی شرائط:

(۱) نکاح کرنے والے کا صاحب عقل ہونا ضروری ہے، لہٰذا مجنون کا نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ بالغ یا آزاد ہونا نکاح کے انعقاد کے لیے تو شرط نہیں البتہ نفاذ کے لیے شرط ہیں یعنی نابالغ بچے یا غلام کا کیا ہوا نکاح ولی اور آقا کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

(۲) عورت شریعت کی رو سے محرمات میں سے نہ ہو۔

(۳) ایجاب وقبول کرنے والے (طرفین) ایک دوسرے کا کلام اور ایجاب وقبول سن رہے ہوں۔

(۴) ایجاب وقبول گواہوں کی موجودگی میں ہو یعنی دو آزاد، عاقل، بالغ اور مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں معاملہ نکاح کے گواہ ہوں۔

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح: ٤/٦٣، ٦٤، فتح القدیر، کتاب النکاح: ٣/١٠٠، ١٠١

(۲) فتح القدیر، کتاب النکاح: ٣/١٠٠

(۳) الفتاوی الهندية، کتاب النکاح، الباب الأول في تفسيره و رکنه: ١/٢٦٧

(٤) الفتاوی الهندية، کتاب النکاح، الباب الثاني فيما ينعقد و مالا ينعقد به: ١/٢٧٠

(۵) دونوں گواہ ایجاب وقبول کو اچھی طرح سننے والے ہوں۔

(۶) اگر عورت بالغہ ہو تو چاہے وہ باکرہ ہو یا ثیبہ، اس کی رضامندی ضروری ہے۔

(۷) ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہوں البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ قبول کرنے میں جلدی (فور) شرط نہیں۔ ایک ہی مجلس میں تاخیر کے ساتھ بھی قبول ہو سکتا ہے۔

(۸) قبول ایجاب کے مطابق ہو۔ ایجاب وقبول میں مخالفت ہو تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

(۹) نکاح کی نسبت عورت کے تمام بدن یا ایسے جز کی طرف ہو جس کو تمام بدن سے تعبیر کیا جاتا ہو۔

(۱۰) شوہر اور بیوی دونوں معلوم ومتعین ہوں۔ اگر کسی ایک فرد کے کئی نام ہوں اور ناموں کی کثرت کی وجہ سے اشتباہ کا اندیشہ ہو تو تمام ناموں کی صراحت ضروری ہے۔ (۱)

(۱۱) چھوٹے بچے اور بچی کا نکاح وہ شخص کرائے جس کو ولایت کا حق ہو، ولی کے علاوہ رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں کا نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ (۲)

(۱۲) نکاح (ایجاب وقبول) کسی وقت کی طرف مضاف یا کسی فعل اور شرط کے ساتھ معلق ومشروط نہ ہو، جیسے یہ کہے کہ: میں تم سے کل شادی کروں گا یا اگر فلاں آجائے یا والدین راضی ہو جائیں تو میں تم سے شادی کروں گا وغیرہ، اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ (۳)

(۱۳) صغیر اور صغیرہ کا نکاح کرانے والا باپ یا دادا ہو، اگر ان کے علاوہ کسی اور ولی نے ان کا نکاح کرایا تو بالغ ہونے کے بعد ان کو نکاح باقی رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔ (۴)

خط وکتابت کے ذریعے نکاح:

اگر عاقدین میں سے کوئی ایک موجود نہ ہو تو ضروری ہے کہ حاضر کی طرف سے غائب کو کوئی قاصد یا خط بھیج دیا جائے جس میں ایجاب کے متعلق پوری تفصیل موجود ہو، مثلاً مرد نے خط یا قاصد کے ذریعے پیغام بھیجا کہ میں تم سے نکاح کی پیشکش کرتا ہوں تو عورت کا صرف یہ لکھ دینا کافی نہیں کہ مجھے منظور ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ دو گواہوں کے

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول في تفسيره وركنه وشرطه: ۲۶۸/۱

(۲) بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرائط الجواز ۲۳۸/۳

(۳) الدرالمختار، كتاب النكاح: ۷۷/۴، ۱۵۱/۴

(۴) بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرائط اللزوم في النكاح: ۵۶۹/۳

سامنے قاصد کا پیغام یا بھیجا ہوا خط پڑھ کر سنائے اور پھر اپنی قبولیت کا اظہار کرے اور گواہ اس ایجاب (خط کے ذریعے ہو یا قاصد کے ذریعے) اور قبول کو خود سن لیں۔ اگر عورت بھی اپنی طرف سے قبولیت لکھ کر گواہوں کو دکھادے اور اس پر کلام نہ کرے تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ نکاح میں قاصد بننے کے لیے آزاد، غلام، چھوٹے، بڑے، عادل اور فاسق کی کوئی تمیز نہیں، کوئی بھی پیغام رسانی کی ذمہ داری نبھا سکتا ہے۔(۱)

غائبانہ نکاح کی بہترین صورت:

غائبانہ نکاح کی بہترین صورت یہ ہے کہ خط کے ذریعے کسی کو نکاح کا وکیل بنا دیا جائے (اگر چہ وکیل بنانے پر گواہ موجود نہ ہوں) اور وکیل مجلسِ عقد میں گواہوں کے سامنے ایجاب کرے اور دوسرا فریق قبول کرلے۔ یہی حکم ٹیلیفون کا بھی ہوگا۔(۲)

ایجاب وقبول کے الفاظ:

نکاح صریح الفاظ سے بھی منعقد ہوجاتا ہے اور الفاظِ کنایہ سے بھی۔ نکاح اور تزویج صریح الفاظ ہیں۔ اور اردو زبان میں شادی بیاہ اور انگریزی زبان میں (Marrige) کے الفاظ نکاح کے لیے صریح سمجھے جائیں گے۔

الفاظِ کنایہ سے ایسے الفاظ مراد ہیں۔ جن میں فی الفور کسی شے کے مالک بنانے کا معنی پایا جاتا ہو، جیسے ہبہ، صدقہ، عطیہ، تملیک اور بیع وغیرہ۔ ایسے الفاظ جو اصل شئے کی بجائے منفعت کا مالک بنانے کے لیے استعمال ہوتے ہوں، وہ ایجاب وقبول کے لیے کافی نہیں، جیسے: اعارہ، اجارہ اور اباحۃ۔ اسی طرح جن الفاظ سے فی الفور مالک نہیں بنایا جاسکتا، جیسے وصیت؛ تو ان سے بھی نکاح منعقد نہیں ہوتا۔(۳)

ایجاب وقبول کا صیغہ:

اگر ایجاب وقبول دونوں ماضی کے صیغے سے ہوں تو نکاح کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ ایک طرف سے امر کا صیغہ ہو اور دوسری طرف سے ماضی کا صیغہ ہو۔(۴)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول في تفسيره شرعا وصفته وركنه: ۱/۲۶۹

(۲) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب السادس في الولاية بالنكاح: ۱/۲۹۴، قاموس الفقه، مادة نكاح: ۵/۲۲۵

(۳) الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۲۵، الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني في ما ينعقد به النكاح وما لاينعقد: ۱/۲۷۰-۲۷۲

(٤) الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۲۵، بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في ركن النكاح: ۳/۳۲۲

اگر ایجاب وقبول میں حال کا صیغہ استعمال کیا جائے یعنی مضارع کا، اور اس کے ساتھ کوئی ایسا لفظ ذکر ہو جو حال کے معنی کو متعین کرتا ہو یا کوئی دوسرا قرینہ حال کا معنی مراد لینے پر موجود ہو تو اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔

تاہم اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر ایجاب وقبول دونوں مستقبل (مضارع) کے صیغے سے ہوں اور حال مراد لینے پر کوئی دلیل نہ ہو تو اس سے نکاح منعقد نہیں ہوگا، اس لیے کہ اس تعبیر میں محض ارادۂ نکاح اور وعدۂ نکاح کا بھی احتمال ہے اور نکاح ایسے مبہم اور ذو معنیین الفاظ سے منعقد نہیں ہوتا۔(۱) البتہ اگر ایجاب وقبول میں سے ایک ماضی کے صیغے کے ساتھ ہو اور دوسرا مستقبل کے ساتھ، تو استحساناً نکاح منعقد ہو جائے گا۔(۲)

لفظ اقرار سے متعلق نکاح کے انعقاد میں علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ اگر نکاح کا اقرار گواہوں کی موجودگی میں ہو تو ایسے اقرار سے بھی نکاح منعقد ہوگا تاہم علامہ شامیؒ نے اس میں کچھ تفصیل فرمائی ہے۔(۳)

ایک ہی عاقد سے نکاح کا انعقاد:

حنفیہ کے ہاں اگر ایک شخص کو جانبین سے ولایت حاصل ہو تو وہ اکیلے تنہا بھی نکاح کرا سکتا ہے۔ ولایت چاہے ولایت اصلی (ولایت بالملک والقرابۃ) ہو یا ولایتِ طاری (ولایت الوکالۃ)، ہر ایک کی چند ممکنہ صورتیں بن سکتی ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) عاقد دونوں طرف سے ولی ہو، جیسے دادا اپنے چھوٹے پوتے اور چھوٹی پوتی کا نکاح کرا دے۔

(۲) عاقد دونوں طرف سے مالک ہو، جیسے آقا اپنی باندی کا نکاح اپنے غلام سے کرا دے۔

(۳) ایک طرف سے اصیل ہو دوسری طرف سے ولی، جیسے چچازاد بھائی اپنی چچازاد بہن کا ولی بن کر خود اس سے نکاح کر لے۔

(۴) دونوں جانب سے وکیل ہو۔

(۵) دونوں جانب سے رسول اور قاصد ہو۔

(۶) ایک طرف سے ولی ہو اور دوسری طرف سے وکیل ہو۔

(۷) ایک طرف سے اصیل ہو اور دوسری طرف سے وکیل، مثلاً: کوئی عورت کسی شخص کو اس بات کا وکیل بنا دے کہ وہ اس

---

(۱) الفقه الاسلامي وأدلته، القسم التاسع: الأحوال الشخصية، الباب الأول الزواج وآثاره، الفصل الثاني، المبحث الثاني في أركان الزواج: ۶۵۲۷/۹، ۶۵۲۸، الهداية، حاشية كتاب النكاح: ۳۲۵/۲۔(۲) بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في ركن النكاح: ۳۲۲/۳، ۳۲۳۔ (۳) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح: ۷۴/۴۔

کا نکاح کرالے اور وہ اس سے خود نکاح کرے۔(۱)

مذاق اور دباؤ (اکراہ) کے تحت ایجاب وقبول:

حنفیہ کے ہاں نکاح کے صریح الفاظ میں عاقدین کی نیت اور ارادے کا کوئی دخل نہیں، بلکہ جن الفاظ سے نکاح منعقد ہوتا ہے ان الفاظ سے ہنسی مزاق یا جبر و اکراہ کے طور پر ایجاب وقبول کرنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔(۲)

لڑکی سے نکاح کی اجازت لینے میں کنواری اور شوہر دیدہ کا فرق:

کنواری لڑکی سے استفسار کی دو صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ اجازت لینے والا قریبی ولی ہو، ایسی صورت میں کنواری لڑکی کی خاموشی، مسکراہٹ، ہنسی اور معمولی آنسو رضامندی کی دلیل ہوگی، البتہ اگر بلند آواز سے رونا شروع کردے جس سے ناگواری کا احساس ہو جائے یا استہزا اور مذاق اڑانا شروع کردے تو یہ رضامندی نہیں ہوگی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اجازت لینے والا کوئی اجنبی یا دور کا رشتہ دار ہو، ایسی صورت میں مذکورہ حالات رضامندی کے لیے دلیل نہیں بن سکتے، بلکہ صراحتاً تکلم ضروری ہوگا۔

اس کے برعکس اگر لڑکی پہلے شوہر دیدہ ہو تو اس کی رضامندی کے لیے اس کا قول اور تکلم ضروری ہے۔ محض خاموشی اور مسکراہٹ کافی نہیں۔(۳)

نکاح کے گواہوں کے اوصاف:

گواہوں کے لیے عاقل، بالغ، آزاد اور مسلمان ہونا ضروری ہے البتہ ذمیوں یا کافروں کے نکاح میں گواہ بننے والے افراد کا مسلمان ہونا ضروری نہیں۔ فاسق، نابینا، تہمت اور زنا میں سزا یافتہ افراد بھی نکاح میں گواہ بن سکتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ بھی نکاح کے گواہ بن سکتے ہیں جن لوگوں کی گواہی ان افراد کے حق میں نکاح کے علاوہ کہیں اور جائز نہ ہو، جیسے: بیٹوں کی گواہی اپنے باپ یا ماں کے نکاح میں معتبر ہے، تاہم مذکورہ لوگ قاضی کے سامنے اس نکاح کو ثابت کرنے کیلیے گواہی دینے کے اہل نہیں، یعنی ان کی گواہی سے قاضی کے ہاں نکاح ثابت نہیں ہوگا۔ نکاح میں گواہ

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في ركن النكاح: ۳۲۳/۳

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح: ۷۸/۴

(۳) الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء: ۳۳۶/۲، ۳۳۷، البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۲/۳-۲۰۵

بننے کے لیے دومرد یا ایک مرد اور دو عورتیں کافی ہیں۔(۱)

نکاح میں لگائی جانے والی شرطوں کا حکم:

نکاح کے بارے میں فقہاء کرام کا اصول یہ ہے کہ نکاح کے وقت لگائی جانے والی کوئی بھی ایسی شرط جو نامناسب اور نکاح کے مقاصد کے منافی ہو، وہ لغو ہو جاتی ہے اور نکاح پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔(۲)

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ شرائط تین قسم کی ہیں:

(۱) ایک وہ شرائط ہیں جن کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے، مثلاً بیوی کے ساتھ حسن سلوک، نان نفقہ کی ادائیگی وغیرہ۔

(۲) دوسری قسم کی شرطیں وہ ہیں جو نکاح سے متعلق احکام شریعت سے متصادم ہوں، مثلاً نکاح کے وقت یہ شرط لگانا کہ پہلی بیوی کو طلاق دو وغیرہ۔ اس قسم کی شرائط کا نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ یہ شرائط خود ساقط ہو جاتی ہیں۔

(۳) تیسری قسم کی وہ جائز شرطیں ہیں جن میں عورت مرد کو اس کے بعض حقوق سے دستبردار کرنے کا وعدہ لے کر خود فائدہ اُٹھانا چاہتی ہو، مثلاً دوسری شادی نہ کرنے کی شرط، کسی خاص گھر اور گاؤں میں رہائش کی شرط۔ ایسی شرائط سے نہ تو نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ ہی ان شرائط کی تکمیل شوہر کے ذمے واجب ہوتی ہے۔ حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور اکثر فقہاء کا یہی مذہب ہے۔(۳)

نکاح کی سنتیں اور آداب:

نکاح سے پہلے بہتر یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو زوجین ایک دوسرے کو دیکھ لیں یا دوسرے ذرائع سے ایک دوسرے کے حالات معلوم کریں۔ مناسب یہ ہے کہ مرد عورت سے عمر، حسب، نسب، عزت اور مال میں بہتر ہو اور عورت مرد سے اخلاق، ادب، تقویٰ اور حسن میں بڑھ کر ہو۔ یہ بھی مسنون ہے کہ عقدِ نکاح کا اعلان اور تشہیر ہو اور اس میں دف وغیرہ کا استعمال ہو جائے (بشرطیکہ دوسرے محرمات اور لغویات کی نوبت نہ آئے)۔ مستحب یہ ہے کہ نکاح جمعہ کے دن مسجد میں لوگوں کے سامنے منعقد ہو۔ ایجاب وقبول سے پہلے ایک خطبہ پڑھنا مستحب ہے۔ زوجین کے لیے برکت کی دعا اور

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول في تفسيره وركنه: ۱/۲۶۷، الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح: ۴/۸۷۔۹۳

(۲) الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴/۱۵۱، بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في ما يصح تسميته مهر: ۳/۴۹۲

(۳) عمدة القاري، كتاب النكاح، الشروط في النكاح ومايعتبر منها ومالا يعتبر: ۲۰/۱۴۰

مبارک باد بھی مستحب ہے۔ یہ بھی مستحب ہے کہ نکاح کے وقت مہر کا تذکرہ ہو اور ممکن ہو تو مہر اس وقت دینا چاہیے۔ نکاح کے بعد ولیمہ کھلانا بھی مستحب ہے۔ نکاح میں سادگی مسنون ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة".(۱)

نکاح کے بدلے عورت سے مہر معاف کرانا، مہر ہبہ کرانا، جہیز پر مجبور کرنا سب کے سب ناجائز امور ہیں۔(۲)

حکم کے اعتبار سے نکاح کی قسمیں اور احکام:

حکم اور نتیجہ کے اعتبار سے نکاح کی تین قسمیں ہیں: نکاح صحیح، نکاحِ فاسد اور نکاحِ باطل

(۱) نکاح صحیح وہ ہے جس میں نکاح کے تمام ارکان وشرائط موجود ہوں۔

(۲) نکاحِ فاسد وہ ہے جس کے ناجائز ہونے پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق نہ ہو۔

(۳) نکاحِ باطل وہ ہے جس کے ناجائز ہونے پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہو، جیسے نسبی محارم، رضاعی محارم، بت پرست اور مشرک عورت وغیرہ سے نکاح۔

نکاحِ صحیح کا حکم:

نکاحِ صحیح پر مرتب ہونے والے چند احکام درج ذیل ہیں۔

(۱) حیض ونفاس، روزہ اور احرام کے علاوہ حالات میں جماع جائز ہو جاتا ہے۔

(۲) زوجین کے لیے ایک دوسرے کے ہر ایک عضو کو دیکھنا اور اس سے شرعی حدود میں رہتے ہوئے فائدہ اٹھانا جائز ہو جاتا ہے۔

(۳) شوہر کے لیے عورت کو بلا ضرورت باہر آنے جانے سے روکنے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔

(۴) شوہر پر مہر لازم ہو جاتا ہے۔

(۵) زوجین کا ایک دوسرے سے نسب ثابت ہو جاتا ہے، اگرچہ بیوی سے دخول کی نوبت نہ آئی ہو۔

---

(۱) مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثاني عن عائشة:۲/ ۲۹۰، الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح: ٤/٦٦، ٦٧، الفقه الاسلامي وأدلته، المبحث الخامس مندوبات عقد الزواج أومايستحب له: ۹/ ٦٦١٦ـ ٦٦٢٠

(۲) فتاوىٰ قاضي خان، فصل في النكاح على الشرط:۱/ ۳۳۰، المحلىٰ لابن حزم، كتاب النكاح: ۹/ ۵۰۷

(۶) شوہر پر بقدرِ استطاعت نفقہ اور سکنیٰ لازمی ہو جاتا ہے۔

(۷) بعض صورتوں میں محض نکاح سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، جب کہ بعض صورتوں میں حرمتِ مصاہرت کے لیے دخول ضروری ہے۔

(۸) زوجین ایک دوسرے کی موت کے بعد ایک دوسرے کے وارث بن جاتے ہیں۔

(۹) شوہر پر بیویوں کے حقوق میں انصاف واجب ہو جاتا ہے۔

(۱۰) بیوی پر شوہر کی اطاعت اور اس کی خواہشات کی تکمیل لازم ہو جاتی ہے۔

(۱۱) نافرمانی کی صورت میں شوہر شرعی حدود میں رہتے ہوئے بیوی کی تادیب کرسکتا ہے، تاہم شوہر کے لیے بھی خوش اخلاقی اور خوش مزاجی مستحب ہے، تاکہ عورت احساسِ محرومی کا شکار نہ ہو جائے۔(۱)

نکاحِ فاسد کے احکام:

دخول سے پہلے نکاحِ فاسد پر کوئی بھی حکم نہیں لگتا بلکہ وہ دونوں خود ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرلیں یا قاضی ان کے درمیان تفریق کرے۔ نکاحِ فاسد کی صورت میں بیوی سے دخول کرنا بذاتِ خود معصیت ہے، تاہم دخول کے بعد درج ذیل احکام مرتب ہوتے ہیں۔

(۱) بچہ ہونے کی صورت میں زوجین سے نسبت ثابت ہوگا۔

(۲) بیوی پر تفریق کے دن سے عدت واجب ہوگی۔

(۳) شوہر پر مہرِ مثل اور مہرِ مسمّی میں سے اقل لازم ہوگا۔

(۴) نکاحِ فاسد سے آدمی محصن نہیں بنتا۔

(۵) نکاحِ فاسد کی صورت میں نفقہ، شوہر کی موت سے عدتِ وفات اور مرد وعورت کے مابین میراث جاری نہیں ہوتا۔(۲)

(۶) نکاحِ فاسد میں دخول کرنے کے بعد حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔(۳)

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في بیان حکم النکاح:۳/۶۰۵-۶۱۴

(۲) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثامن في النکاح الفاسد وأحکامه:۱/۳۳۰، بدائع الصنائع، فصل في النکاح الفاسد: ۳/۶۱۵

(۳) الفتاوی الهندیة، الباب الثالث في بیان المحرمات، القسم الثاني في المحرمات الصهریة: ۱/۲۷٤

نکاح باطل کا حکم:

جمہور فقہاے کرام کے ہاں نکاح فاسد اور نکاح باطل میں کوئی فرق نہیں اور یہی راجح مذہب ہے، البتہ علامہ ابن عابدین نے نکاح فاسد کے ذیل میں نکاح باطل کا تذکرہ بھی فرمایا ہے اور دیگر فقہاے کرام کے اقوال کا سہارا لے کر نکاح باطل اور فاسد میں فرق بیان کیا ہے، لہٰذا وہ فرماتے ہیں کہ: ''نکاحِ باطل وہ ہے جو ابتداء منعقد ہی نہ ہو، کیوں کہ یہ غیر محل میں ہوتا ہے، جیسے مسلمان مرد کا کافر عورت سے نکاح کرنا۔ اس لیے اس میں نہ تو نسب ثابت ہوتی ہے اور نہ عدت لازم ہوتی ہے''۔(۱)

نکاح فسخ ہونے کے اسباب:

درج ذیل اسباب کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے:

(۱) طلاق کے ذریعے، چاہے طلاق صریحی ہو یا کنائی یا خلع کے ذریعے ہو۔

(۲) لعان کے ذریعے، تاہم اس صورت میں تفریق قاضی کے دائرہ اختیار میں ہے۔

(۳) خیار بلوغ کے ذریعے، یہ صورت بھی قاضی کی تفریق کے بعد لاگو ہوگی۔

(۴) شوہر بیوی کے جنسی حقوق کی ادائیگی سے مکمل طور پر عاجز ہو اور عورت جدائی کا مطالبہ کر دے۔

(۵) میاں بیوی میں کفائت اور برابری نہ ہونے یا مہر نہ ہونے کی وجہ سے قاضی تفریق کر دے۔

(۶) دارالاسلام میں زوجین میں سے کوئی اسلام لائے اور دوسرا فریق اسلام سے انکار کرتے ہوئے کفر پر برقرار رہے۔

(۷) دارالحرب میں کوئی ایک اسلام لائے اور تین حیض یا تین مہینے گزرنے تک دوسرا فریق اسلام قبول کرنے سے انکار کرے۔

(۸) غلام اور لونڈی ہونے کی صورت میں زوجین میں سے کوئی ایک دوسرے کو خرید لے۔

(۹) چھوٹی بچی سے نکاح کے بعد شوہر کی ماں اس بچی کو دودھ پلائے۔

(۱۰) نکاح کے بعد اپنی بیوی کے اصول وفروع سے (وطی یا دواعی وطی کے ذریعے) حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے۔(۲)

❁❁❁❁❁

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، مطلب فی النکاح الفاسد: ۲۷٤/٤۔

(۲) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل وأما بیان مایرفع حکم النکاح: ۶۱۷/۳

کتاب النکاح

(مسائل)

نکاح کی شرعی حیثیت

سوال نمبر(1):

نکاح کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا نکاح کا حکم مختلف لوگوں کے احوال و کیفیات کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔ یا سب کے لیے یکساں حکم ہے؟　بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شریعت مطہرہ کی رو سے نکاح مشروع اور سنت عمل ہے۔ انسانی نسل کی افزائش اور گناہوں سے بچنے کا مشروع طریقہ اور ذریعہ ہے، البتہ لوگوں کی طبعی حالت اور معاشی کیفیت کے لحاظ سے ہر شخص کے لیے الگ حکم رکھتا ہے جو شخص نفقہ اور مہر کی ادائیگی کی قدرت رکھتا ہو اور وہ جوان ہو تو زنا سے بچنے کے لیے ایسے شخص پر نکاح واجب ہے اور جس شخص کو زنا کا خوف نہ ہو، نفقہ و مہر ادا کر سکتا ہو، وہ اگر حفاظتِ نفس اور فلسفہ نکاح پر عمل کی نیت سے نکاح کرے گا تو سنتِ مؤکدہ پر عمل پیرا ہو کر ثواب کا مستحق ہوگا اور اگر حقوق کی ادائیگی (نفقہ، مہر، وغیرہ) سے عاجز ہو تو اس کے لیے مکروہ ہے

والدّلیل علیٰ ذلک :

(ويكون واجبا عند التوقان)فإن تيقن الزنا إلابه فرض، نهاية. وهذاإن ملك المهر، والنفقة، وإلّافلاإثم بتركه، بدائع. (و) يكون (سنة) مؤكدة في الأصح، فيأثم بتركه، ويثاب إن نوىٰ تحصيناً و ولداً (حال الاعتدال) أي القدرة على وطئ ومهر ونفقة، ورجح في النهر وجوبه للمواظبة عليه، والإنكارعلى من رغب عنه (ومكروها لخوف الجور) فإن تيقنه حرم ذلك.(١)

ترجمہ: اور نکاح (جنسی) خواہش کے وقت واجب ہوتا ہے، اگر صرف نکاح کے ذریعے زنا سے بچنے کا یقین ہو تو فرض ہے۔ یہ تب ہے جب مہر و نفقہ کا مالک ہو، ورنہ نکاح نہ کرنے کا کوئی گناہ نہیں اور اصح قول کے مطابق اگر حفاظتِ نفس اور اولاد کی نیت ہو تو اعتدال یعنی نفقہ، مہر اور وطی کی قدرت کی حالت میں سنتِ موکدہ ہے اور اس پر ثواب

(١) الدرالمختار علیٰ صدر ردالمحتار، کتاب النکاح: ٤/٦٣-٦٦

ملے گا۔"النہر الفائق" میں نکاح کے واجب ہونے کو راجح قرار دیا گیا ہے کیوں کہ آپ ﷺ کی اس پر مواظبت ہے اور اس سے روگردانی کرنے والے کو آپ ﷺ نے اچھا نہیں جانا اور ظلم کا خوف ہو تو مکروہ ہے، اگر ظلم صادر ہونے کا یقین ہو تو حرام ہے۔

❁❁❁

لفظِ ایجاب کی وضاحت

سوال نمبر(2):

نکاح میں استعمال کیے جانے والے لفظِ ایجاب کا کیا معنی ہے؟ یہ لفظ میاں بیوی میں سے کون، کب بولے گا؟ نیز ایجاب وقبول میں پہلا کون سا لفظ ہوگا؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

ایجاب وقبول نکاح کا رکن ہے، اس سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے ذریعے مرد وعورت ایک دوسرے کے ساتھ ازدواجی بندھن میں بندھ جاتے ہیں، ایجاب کا معنی ہے کسی ممکن چیز کو ثابت کرنا۔ میاں بیوی میں سے جو بھی پہلے یہ کہہ دے گا کہ میں نے فلاں ابن فلاں سے نکاح کر لیا تو یہ ایجاب کہلائے گا، جبکہ ان الفاظ کا جواب قبول کہلائے گا، ایجاب وقبول میں پہلے بولا جانے والا لفظ ایجاب کہلاتا ہے، چاہے مرد کہے یا عورت۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

يعني بالإيجاب إخراج الممكن إلى الثبوت، والتحقيق لا الإيجاب الذي يكون تاركه آثما، ثم المعنىٰ بالإيجاب هوما يلفظ به أولا من أي جانب، كان من الرجل أو المرأة.(١)

ترجمہ:

ایجاب سے مراد ممکن کو ثبوت وتحقیق کی طرف لانا۔ وہ ایجاب مراد نہیں جس کا چھوڑنے والا گناہ گار رہتا ہے، پھر ایجاب کا معنی ہے: جس پر پہلے تلفظ ہو، چاہے جس طرف سے بھی ہو، مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے۔

❁❁❁

(١) الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح: ٢/ ٤٣١

ایجاب اور قبول میں سے کسی ایک کا فقدان

سوال نمبر (3):

نکاح خواں نے نکاح کرانے کی مجلس میں براہ راست لڑکے سے سوال کیا کہ کیا تجھے فلاں بنت فلاں اتنے مہر کے عوض قبول ہے؟ لڑکے نے جواب دیا: ہاں۔ اور لڑکی سے نہ اصالۃً اور نہ ہی وکالۃً پوچھا گیا تو کیا اس طریقے سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

ایجاب وقبول نکاح کے ارکان ہیں، جبکہ گواہوں کی مجلس میں موجودگی اور ایجاب وقبول کا سننا نکاح کے شرائط میں سے ہیں، ان کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

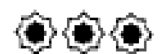
صورتِ مسئولہ میں لڑکی نے ایجاب وقبول میں حصہ ہی نہیں لیا، لڑکے نے اگر چہ ہاں کردی ہے، لیکن اسے ایجاب نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ ماضی کے الفاظ کی ادائیگی سے ایجاب کرنا ضروری ہوتا ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

(وينعقد بإيجاب) من أحدهما (وقبول) من الأخر (وضعاللماضي) لأن الماضي أدل على التحقيق (كزوجت)نفسي.(۱)

ترجمہ:

نکاح دونوں (میاں بیوی) میں سے ایک کے ایجاب اور دوسرے کے قبول (کرنے) سے منعقد ہوتا ہے کہ دونوں لفظ ماضی کے لیے وضع شدہ ہوں، کیوں کہ ماضی ''ہوجانے (پائے جانے)'' پر زیادہ دلالت کرتی ہے مثلاً: میں نے اپنا نکاح آپ سے کیا۔



(۱) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح: ۴/۶۸، ۶۹

مجلسِ نکاح میں مرد وعورت کا بذاتِ خود ایجاب وقبول کرنا

سوال نمبر(4):

ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ نکاح کے وقت لڑکا اور لڑکی خود نکاح کی مجلس میں دو گواہوں کی موجودگی میں مولوی صاحب کے سامنے ایجاب وقبول کرتے ہیں۔لڑکا اور لڑکی دونوں کی طرف سے وکیل نہیں ہوتا، البتہ لڑکی ایک پردے کے پیچھے عام مجمع سے پوشیدہ ہوتی ہے۔کیا اس طرح نکاح کرنا درست ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰه التوفیق:

دو عاقل، بالغ، مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرنے سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے، جب لڑکا اور لڑکی خود ہی ایجاب وقبول کر رہے ہوں تو ان دونوں یا کسی ایک کی طرف سے وکیل کی ضرورت نہیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ لڑکی کی طرف سے اس کا ولی (باپ، بھائی، دادا وغیرہ) مجلس عقد میں موجود ہو۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول ....ولاينعقد نكاح المسلمين إلا بحضورشاهدين، حرين، عاقلين، بالغين، مسلمين، رجلين، أورجل وامرأتين.(١)

ترجمہ:

نکاح ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے۔۔۔۔مسلمانوں کا نکاح دو عاقل، بالغ، مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی کے بغیر منعقد نہیں ہوتا۔

ويندب .... كونه بعاقد رشيد.قال العلامة الشاميؒ:قوله :(بعاقدرشيد)فلاينبغي أن يعقد مع المرأة بلاأحد من عصبتها.(٢)

ترجمہ:

نیک عاقد کے ذریعے نکاح ہونا مستحب ہے۔علامہ شامی فرماتے ہیں کہ: ماتن کے قول "بعاقد رشید" سے

(١)الهداية، كتاب النكاح :٢/٣٢٥، ٣٢٦

(٢)رد المحتارعلى الدرالمختار، كتاب النكاح مطلب كثيراً مايتساهل في إطلاق المستحب على السنة : ٤/٦٦، ٦٧

معلوم ہوا کہ عورت کے لیے عصبہ کی موجودگی کے بغیر نکاح کا عقد کرنا مناسب نہیں۔

❁❁❁

نکاح میں ایجاب کے مختلف الفاظ

سوال نمبر(5):

نکاح پڑھاتے وقت ہم اپنی زبان میں ایجاب کے الفاظ اس طرح ادا کرتے ہیں کہ:"تاسو خپله لور ریه نکاح سره مثلا زید له ورکړی وه" مگر بعض لوگ ان الفاظ کو معیوب سمجھتے ہیں، لہٰذا اگر ان کی بجائے یوں کہا جائیں کہ:"تاسو خپله لور بخلې وه" یا"تاسو خپله لورسپارلې وه" تو ان الفاظ سے نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

انعقادِ نکاح کے لیے ایجاب وقبول کا ہر وہ لفظ کافی ہے، جو کہ تملیکِ عین پر دلالت کرے، سوال میں مندرجہ الفاظ چونکہ تملیکِ عین پر دلالت کرتے ہیں، لہٰذا ان تمام الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، بشرطیکہ نکاح کی نیت یا کوئی اور قرینہ موجود ہو، اور گواہ ان الفاظ کے مقصود کو سمجھتے ہوں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(وإنمایصح بلفظ تزویج ونکاح)لأنهما صریح (وما)عداهما کنایة، هو کل لفظ(وضع لتملیك عین في الحال، کهبة، وتملیك، وصدقة) وعطیة، وقرض...... بشرط نیة، أوقرینة، وفهم الشهودالمقصود.(۱)

ترجمہ:

لفظ تزویج اور نکاح کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے، کیونکہ یہ دونوں الفاظ صریح ہیں اور ان کے علاوہ ہر اس لفظ کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے، جو کہ فی الحال کسی عین شے کی تملیک کے لیے وضع ہو، جیسا کہ ہبہ، تملیک، صدقہ، عطا کرنا اور قرض وغیرہ کے الفاظ۔۔۔۔۔۔بشرط یہ کہ نکاح کرنے کی نیت یا نکاح کا کوئی قرینہ موجود ہو اور گواہ بھی متعاقدین کے مقصود کو سمجھتے ہوں۔

(۱) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح: ۴/۷۸-۸۳

ایجاب وقبول کے الفاظ کی تعداد

سوال نمبر(6):

بعض لوگ ایجاب وقبول تین مرتبہ کرواتے ہیں اور اسے ضروری سمجھتے ہیں، کیا ایک مرتبہ ایجاب وقبول کر لینے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

ایجاب وقبول ایک ہی مرتبہ اس طور پر کر لینے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے کہ اس میں ماضی کے الفاظ کی صحیح ادائیگی ہو جائے، جسے دونوں گواہ یکبارگی سن لیں۔ ایجاب وقبول میں فقہائے کرام نے تعدد لازم نہیں کیا، البتہ تاکید اور تشہیر کے طور پر تین دفعہ دہرانے میں کوئی حرج نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

النکاح ینعقد بالإیجاب والقبول. (۱)

ترجمہ: نکاح ایجاب وقبول سے منعقد ہو جاتا ہے۔

❁❁❁

ایجاب وقبول کے الفاظ کی حقیقت کا سمجھنا

سوال نمبر(7):

اگر مرد وعورت نکاح کے انعقاد کے وقت ایجاب وقبول کے الفاظ کسی ایسی زبان میں کہیں، جنہیں گواہان نہ سمجھ سکیں تو کیا شرعی لحاظ سے ایسا نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے نکاح منعقد کرتے وقت گواہوں کی موجودگی ضروری ہے، جبکہ گواہوں کے لیے یہ ضروری

---

(۱) الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۲۵

ہے کہ وہ نکاح کے سارے عمل کو پوری طرح سمجھ سکیں۔

صورت مسئولہ میں ایجاب وقبول کے الفاظ ایسی زبان میں کہنے چاہیے جسے میاں بیوی کے ساتھ ساتھ گواہ بھی سمجھ سکیں، اس کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

لا بدمن فهم الشهود المراد، فإن حكم السامع بأن المتكلم أراد من اللفظ مالم يوضع له لابد له من قرينة علىٰ إرادته ذلك، فإن لم تكن، فلابدمن إعلام الشهود بمراده.(١)

ترجمہ:

گواہوں کے لیے الفاظ کے مراد کا سمجھنا ضروری ہے، اگر سننے والا یہ فیصلہ کرے کہ متکلم نے لفظ سے کوئی ایسا معنی مرادلیا ہے جس کے لیے اس لفظ کو وضع نہ کیا گیا ہو تو سامع کے لیے یہ معنی مراد لینے کے لیے کسی قرینہ کا ہونا ضروری ہے۔ اوراگر کوئی قرینہ نہ ہو تو پھر متکلم کے لیے گواہوں کو اپنے مراد سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

❁❁❁

ایجاب وقبول میں مستقبل کے صیغے استعمال کرنا

سوال نمبر(8):

ایجاب وقبول کرتے وقت دولہا نے یوں کہا کہ: ''میں اس سے اگلے ماہ شادی کرلوں گا۔'' کیا اس طرح کہنے سے نکاح منعقد ہو جائے گا؟ نیز اگر یوں کہہ دے کہ: ''میں نے اس کے ساتھ اگلے مہینے شادی کرلی۔'' تب کیا حکم ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

ایجاب وقبول کے الفاظ کا ماضی کے صیغے ہونا ضروری ہے، نہ تو مستقبل کے صیغے سے ایجاب وقبول درست ہے اور نہ ہی ماضی کے ایسے صیغے سے، جس میں مستقبل کی جانب اضافت کی گئی ہو۔

صورت مسؤلہ میں ذکر شدہ الفاظ اسی قبیل سے ہیں، لہٰذا ان سے کرایا ہوا نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

---

(١) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، مطلب التزوج بإرسال كتاب: ٨٢/٤

والدّلیل علیٰ ذلک:

(ولا إضافته إلى المستقبل) كتزوجتك غداء أو بعد غد لم يصح.(١)

ترجمہ:

اور نہ ہی مستقبل کی جانب نکاح کی اضافت صحیح ہے، مثلاً میں نے تجھ سے کل (آنے والا)، شادی کی، یا کل کے بعد، یہ صحیح نہیں۔

❁❁❁

گواہانِ نکاح کے فوت ہوجانے سے نکاح پر اثرات

سوال نمبر(9):

اگر نکاح کے وقت موجود گواہان بعد میں مرجائیں، تو اس کا نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

بيّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

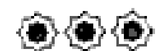
واضح رہے کہ عقدِ نکاح میں گواہوں کی موجودگی انعقادِ نکاح کے لیے شرط ہے نہ کہ دوام اور بقاءِ نکاح کے لیے، لہٰذا اگر انعقادِ نکاح کے وقت موجود گواہ بعد میں مرجائیں، تو اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وأما بيان وقت هذه الشهادة وهي حضور الشهود، فوقتها وقت وجود ركن العقد، وهو الإيجاب والقبول.(٢)

ترجمہ:

جہاں تک اس گواہی، یعنی گواہوں کی موجودگی کا وقت ہے تو ان کی موجودگی کا وقت عقدِ نکاح کے رکن، یعنی ایجاب وقبول کے موجود ہونے کا وقت ہے۔



(١) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح: ٤/ ١٥١

(٢) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان وقت الشهادة: ٣/ ٤٠٥.

گواہوں کے بغیر نکاح کا انعقاد

سوال نمبر (10):

ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں اور عدت گزر جانے کے بعد عورت کا نکاح کسی اور شخص کے ساتھ کرایا گیا، لیکن نکاح منعقد کراتے وقت گواہ موجود نہیں تھے، کیوں کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ گواہوں کی موجودگی نزاع سے بچنے کے لیے ہوتی ہے، جب کہ ہم باہم تمام امور پر متفق ہیں تو کیا ایسا نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟

بیّنو ا توجروا

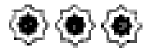
الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شریعت کی تمام عبادات، معاملات اور عقود میں ارکان وشرائط کا پورا پورا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ نکاح شرعی ایسے عقد کا نام ہے جس میں زوجین دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کر کے ایک دوسرے کی زوجیت کا اقرار کرلیں، چنانچہ عقد نکاح میں ایجاب وقبول رکن کی حیثیت رکھتے ہیں، جبکہ گواہوں کی موجودگی شرطِ نکاح ہے، لہٰذا نکاح منعقد کراتے وقت اگر گواہ موجود نہ ہوں، تو نکاح شرعی نہیں ہوا، جس پر حکم مرتب ہو سکے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

اعلم أن الشهادة شرط في باب النكاح لقوله عليه السلام :لانكاحَ إلا بشهود.(١)

ترجمہ: جان لیجیے کہ گواہی نکاح میں شرط ہے کیوں کہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ: ’’گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔‘‘



عاقدین کے بیٹوں کا گواہ بننا

سوال نمبر (11):

میاں بیوی کے درمیان طلاق مغلظ سے جدائی آئی تو عدت گزارنے کے بعد عورت نے کہیں اور شادی کرلی، وہاں بھی طلاق پڑی، عدت گزاری تو اب واپس سابقہ شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے، اس نکاح میں وہ اپنے دو بیٹیوں کو

(١) الهداية، كتاب النكاح: ٢/ ٣٢٦

گواہ بنانا چاہتے ہیں، بیٹے ان کے سابقہ نکاح سے ہیں، کیا اپنے بیٹوں کو گواہ بنا لینے سے ان کا نکاح منعقد ہو جائے گا؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

گواہوں کی اہلیت کی شرط جس شخص میں بھی پائی جائے، وہ گواہ بن سکتا ہے۔ چنانچہ اگر عاقدین کے بیٹے گواہ بننے کی اہلیت رکھتے ہوں، تو صرف اس وجہ سے وہ نکاح کے گواہ بننے سے نہیں روکے جاسکتے کہ وہ عاقدین کے بیٹے ہیں، گویا عاقدین کے بیٹے ہونا، نکاح کے گواہ بننے کے لیے مانع نہیں۔ ان کے گواہ بن جانے سے نکاح منعقد ہو جائے گا، البتہ اگر اسی نکاح کے اثبات کی کہیں ضرورت پڑی تو چونکہ بیٹوں کی گواہی والدین کے حق میں قبول نہیں ہوتی اس لیے ان کی گواہی دینے سے یہ نکاح ثابت نہیں ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

و کذا ینعقد...... و بشهادة ابنيه منهما. (١)

ترجمہ:

اور اسی طرح نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔۔۔۔ ان (عاقدین) کے بیٹوں کی گواہی سے۔

ينعقد النكاح بشهادتهما، وإن لم يثبت بهاعندالتجاحد.(٢)

ترجمہ:

دونوں بیٹوں کی گواہی سے نکاح منعقد ہو جائے گا، اگر چہ انکار کی صورت میں اس گواہی سے ثابت نہیں ہوگا۔

❁❁❁

چچازاد بھائیوں کو نکاح میں گواہ بنانا

سوال نمبر(12):

اگر نکاح میں میاں یا بیوی کے چچازاد بھائیوں کو گواہ بنایا جائے تو کیا ان کا گواہ بننا درست رہے گا؟

بیّنوا توجروا

(١)الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل السادس في الشهادة:٢/٤٥٤

(٢)ردالمحتارعلى الدرالمختار، كتاب النكاح، مطلب في عطف الخاص على العام:٤/٩٤

الجواب وباللہ التوفیق :

نکاح کے گواہ بننے کیلیے بنیادی طور پر چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے: (۱) آزاد ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) بالغ ہونا (۴) مسلمان ہونا۔ ان شرائط کے پائے جانے پر ہر وہ شخص گواہ بن سکتا ہے، جس میں بذات خود عقد نکاح میں ولی بننے کی صلاحیت موجود ہو۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

و شرط في الشهود أربعة : الحرية، والعقل، والبلوغ، والإسلام.(۱)

ترجمہ:

گواہوں کے لیے چار شرائط ہیں۔ آزادی، عقل، بلوغ اور اسلام۔

والأصل في هذا الباب أن كل من يصلح أن يكون وليًا في النكاح بولاية نفسه، صلح أن يكون شاهدا، ومن لا فلا.(۲)

ترجمہ:

شہادت کے باب میں قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص اپنی ولایت کے ساتھ نکاح میں ولی بن سکے، وہ گواہ بھی بن سکتا ہے اور جو ولی نہ بن سکے، وہ گواہ بھی نہیں بن سکتا۔

❁❁❁

کسی گواہ کا ایجاب وقبول نہ سُن لینا

سوال نمبر(13):

عقدِ نکاح میں ایجاب وقبول ہوتے وقت ایک گواہ عدم توجہ کی وجہ سے ایجاب وقبول کے الفاظ نہ سن سکا، لیکن ایجاب وقبول کے الفاظ ادا کیے جانے کے فوراً بعد دوسرے گواہ نے اس گواہ کو معاملہ سمجھا دیا کہ یوں ہوا۔ کیا اس طرح سے نکاح کا انعقاد ہو چکا ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

---

(۱) البحر الرائق، کتاب النکاح، تحت قوله (عند حرین): ۱۵۸/۳

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۲٦۷/۱

الجواب وباللہ التوفیق :

نکاح کے انعقاد میں صرف گواہوں کی حاضری کافی نہیں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ گواہان ایجاب وقبول کو سن کر اسے سمجھ بھی لیں، ان شرائط کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ساتھ ساتھ یہ یقین کر لیا جائے کہ دونوں نے ایک ہی وقت میں یہ کلام سن لیا ہے۔

لہٰذا صورتِ مسؤلہ میں نکاح کا انعقاد نہیں ہوا، اس لیے تجدید نکاح ضروری ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

ولا یصح النکاح مالم یسمع کل واحد من العاقدین کلام صاحبه، وسمع الشاهدان کلامهما معاء وفي فتاوی أبي اللیث :تزوج بمحضر من رجلین أحدهما أصم فسمع السمیع، ولم یسمع الأصم حتی صاح صاحبه في أذنه هو أو غیره لا یجوز النکاح حتی یکون السماع معاً.(۱)

ترجمہ:

نکاح صحیح نہیں ہوتا جب تک عاقدین میں سے ہر ایک دوسرے کا کلام نہ سن لے اور گواہان ان دونوں کی بات یکجا نہ سن لیں۔ فتاوی ابی اللیث میں ہے کہ: ”کسی نے دو ایسے آدمیوں کے روبرو نکاح کر لیا جن میں سے ایک بہرا تھا، چنانچہ سننے والے نے سنا اور بہرے نے نہ سنا۔ تو سننے والے گواہ نے یا کسی اور شخص نے اس کے کان میں چیخ کر بتا دیا تو یہ نکاح جائز نہیں، جب تک سن لینا یکجا نہ ہو۔“





لڑکی دینے سے نکاح کا انعقاد

سوال نمبر(14):

ایک مجلس میں لڑکے اور لڑکی کے رشتے کی بات ہو رہی تھی جس میں لڑکی کے والد نے لڑکے کے والد سے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی تمھارے بیٹے کو دے دی۔ یہ بات گواہوں نے بھی سن لی اور یہ مجلس خاص اسی رشتہ کے طے کرنے کے لیے منعقد کی گئی تھی تو کیا شرعی لحاظ سے اس طرح نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

بیّنوا توجروا

(۱) الفتاوی التاتارخانیة، کتاب النکاح، الفصل السادس في الشهادة في النکاح:۲/۵۳۴

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق نکاح کے انعقاد میں ایجاب وقبول کے لیے اگر نکاح وتزویج (شادی کرنا) کا لفظ صراحتاً استعمال ہو اور گواہان شرعی موجود ہوں، تو اس لفظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، البتہ ''ہبہ'' (یعنی دینے) کا لفظ اگر استعمال ہو تو یہ کنایاتِ نکاح میں سے ہے، لہٰذا اس کے ذریعے کیے گئے ایجاب وقبول میں دیگر قرائنِ نکاح کا پایا جانا بھی ضروری ہے، مثلاً: خطبہ، ذکرِ مہر، گواہوں کا سمجھ جانا کہ یہ نکاح منعقد کیا جارہا ہے، تاکہ انعقادِ نکاح یقینی ہو، ورنہ انہیں آگاہ کرنا پڑے گا۔ البتہ ایجاب وقبول چونکہ رکن ہیں اور یہ متعدد ہیں یعنی ایجاب وقبول دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، لہٰذا اگر ایجاب کے بعد اسی مجلس میں قبول نہ ہو تو نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

صورتِ مسئولہ میں اگر والد نے اپنی بیٹی کے بارے میں یہ کہا ہو کہ: ''میں نے اپنی بیٹی آپ کے بیٹے کو دی'' اور دوسری طرف سے قبول بھی کرلیا گیا ہو۔ ساتھ ساتھ دیگر قرائن وشواہد سے معلوم ہوتا ہو کہ نکاح کا انعقاد کیا جارہا ہے تو نکاح منعقد ہو گیا ہے اور اگر قبول نہیں کیا گیا یا گواہوں کے باوجود قرائن یہ بتلاتے ہیں کہ یہ عرف کے مطابق صرف رشتہ طے کرنے کی مجلس ہے، نکاح کروانے کا اہتمام نہیں ہو رہا تو یہ وعدہ نکاح ہے اس سے نکاح کا انعقاد نہیں ہوا۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

وملخصه أنه لابدّ في كنايات النكاح من النية مع قرينة، أو تصديق القابل للموجب، وفهم الشهود المراد، أو إعلامهم به. (۱)

ترجمہ:

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کنایاتِ نکاح میں نیت کے ساتھ قرینہ ضروری ہے یا حاضرین کا نکاح کی تصدیق اور گواہوں کا مراد (نکاح) کو سمجھ لینا یا ان کو اس کی خبر دے دینا۔

لاخلاف في أن النكاح ينعقد بلفظ الإنكاح والتزويج، وهل ينعقد بلفظ البيع والهبة والصدقة والتمليك، قال أصحابنا رحمه الله: ينعقد. (۲)

ترجمہ:

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ نکاح ''انکاح اور تزویج'' کے لفظ سے منعقد ہو جاتا ہے اور کیا بیع، ہبہ، صدقہ اور

---

(۱) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، مطلب، التزوج بارسال كتاب: ۴/۸۲، ۸۳

(۲) بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في ركن النكاح: ۳/۳۱۷

تملیک کے لفظ سے بھی منعقد ہو جاتا ہے؟ ہمارے اصحاب (احناف) رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ: ''منعقد ہو جاتا ہے۔''

❁❁❁

لفظ ''دینا'' سے نکاح کا انعقاد

سوال نمبر(15):

ہمارے ہاں نکاح کراتے وقت بعض اوقات، نکاح کا لفظ نہیں بولا جاتا، مثلاً یوں کہہ دیا جاتا ہے کہ: ''فلاں لڑکی ہمارے فلاں لڑکے کو دے دو'' جواب بھی اسی طرح مل جاتا ہے کہ: ''ہماری فلاں لڑکی ہم نے تمہارے فلاں لڑکے کو دے دی'' کیا ''دینا'' نکاح کہلاتا ہے یا نہیں؟ اور اس لفظ سے ایجاب وقبول کرنا درست ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

نکاح کے انعقاد کے صحیح ہونے کے لیے نکاح ہی کا لفظ کہنا ضروری نہیں، بلکہ ایسا لفظ جو کسی نفس کی تملیک پر دلالت کرے، نکاح کے منعقد کرنے کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

صورت مسئولہ میں لفظ ''دینا'' عربی کے لفظ ہبہ کے معنی کا مترادف ہے، جس سے نکاح کا منعقد ہونا فقہائے کرام کے نزدیک صحیح ہے، لہٰذا دیگر شرائط کی رعایت کے ساتھ لفظ مذکور سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

و ینعقد النکاح بلفظ الهبة، والصدقة، والتمليك .و في الخانية: والنكاح والتزويج بأن قال وهبت نفسي منك، ملكت نفسي منك.(١)

ترجمہ:

اور نکاح لفظ ہبہ، صدقہ اور تملیک سے منعقد ہو جاتا ہے۔ خانیہ میں ہے کہ نکاح اور تزویج جب (ان الفاظ سے) یوں کہے کہ: ''میں نے خود آپ کو دے دی، میں نے تجھے اپنا مالک بنا دیا''

❁❁❁

(١)الفتاوی التاتارخانية، کتاب النکاح :٢/٣٤٤

لڑکی میں مخصوص صفات کی شرط پر نکاح

سوال نمبر(16):

جس لڑکی کے ساتھ کسی کا نکاح اس بناپر ہو جائے کہ وہ عالمہ، حافظہ اور عمر میں 20 سال سے زیادہ نہ ہو۔لڑکی کے والدین ان صفات کی یقین دہانی کرا کر نکاح کرادیں۔اس میں مہر بھی مقرر ہو جائے، لیکن بعد میں ان میں سے کوئی ایک صفت بھی اس میں نہ پائی جائے تو ایسے نکاح اور اس کے مہر کا کیا حکم ہوگا؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

نکاح کے انعقاد کا بنیادی رکن ایجاب وقبول ہے جب کہ گواہوں کی موجودگی شرط ہے، اس معیار پر اترنے والا عقدِ نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور مہر کی جو مقدار مقرر ہو جائے وہ بھی واجب ہو جاتی ہے جو کہ عورت سے ازدواجی فائدہ لینے کا عوض ہوتا ہے۔نکاح اور مہر کسی خارجی امر یا عورت کے کسی وصف وصفت یا اس کے عیب سے متاثر نہیں ہوتا، نہ ہی مہر اس کے اوصاف کا متبادل وعوض ہوا کرتا ہے، لہٰذا نکاح منعقد ہو جانے کے بعد جو مہر مقرر ہو چکا ہے، وہ بہر حال واجب رہے گا۔دورانِ نکاح دلہن کے جو صفات ذکر کئے گئے ہوں، ان کے مفقود ہونے پر نہ تو مہر کم ہوگا اور نہ نکاح کی صحت متاثر ہوگی۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

وكذلك لو شرط أحدهما علىٰ صاحبه صفة الجمال، أو شرط الزوج عليها صفة البكارة، فوجد بخلاف ذلك لا يثبت الخيار.(۱)

ترجمہ:

یوں اگر زوجین میں سے کوئی ایک دوسرے کی خوبصورتی کی شرط لگائے یا شوہر بیوی کی باکرہ ہونے کے وصف کی شرط لگائے اور پھر اس (شرط) کے خلاف پائے تو اختیار حاصل نہیں رہے گا۔

❁❁❁

(۱)الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب النکاح، الفصل الرابع:۲/٤٤٦

جنّ کے ساتھ نکاح کرنا

سوال نمبر(17):

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ کسی انسان کے لیے جنی مرد یا عورت کے ساتھ نکاح شرعاً جائز ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

انسان کا جنی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ نہ انسان مرد جنیہ عورت سے نکاح کرسکتا ہے اور نہ ہی انسان عورت کو جنی مرد سے نکاح کی اجازت ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

لاتجوز المناكحة بين بني آدم، والجن، وإنسان الماء لاختلاف الجنس، ومفاد المفاعلة أنه لايجوز للجني أن يتزوج إنسية أيضاً.(۱)

ترجمہ:

بنی آدم، جن اور سمندری انسان کا آپس میں ایک دوسرے سے نکاح جائز نہیں، کیونکہ ان کی جنس مختلف ہیں، باب مفاعلہ (مناکحہ) ذکر کرنے سے جنی کے لیے انسان عورت سے نکاح کے عدم جواز کا حکم بھی معلوم ہوتا ہے۔

❁❁❁

طلاق بائن کے بعد تجدیدِ نکاح میں اولاد کو گواہ بنانا

سوال نمبر(18):

کیا طلاق بائن کے بعد تجدید نکاح کرتے وقت میاں بیوی اپنے ہی بالغ بچوں کو گواہ بنا سکتے ہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اپنے بالغ اولاد کو اپنے نکاح میں گواہ بنایا جاسکتا ہے، لہٰذا تجدید نکاح کرتے وقت اپنے ہی بالغ بچوں کو گواہ

(۱) رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح : ٦١/٤

بنانے کی صورت میں تجدید نکاح درست رہے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وينعقد بحضور من لاتقبل شهادته له أصلاً كما إذا تزوج امرأة بشهادة ابنيه منها. (۱)

ترجمہ:

نکاح ایسے شخص کی موجودگی میں بھی درست ہو جاتا ہے، جس کی گواہی اس نکاح کرنے والے کے حق میں قابل قبول نہ ہو، جیسا کہ ایک شخص کسی عورت سے اپنے ایسے دو بیٹوں کی گواہی کے ساتھ نکاح کرے، جو کہ اسی عورت سے پیدا ہوں۔

❁❁❁

نکاح خواں کا وکیل سے قبول نہ کرانا

سوال نمبر(19):

نکاح خواں نے نکاح پڑھاتے وقت دولہا سے پوچھا کہ تجھے فلاں ابن فلاں کی بیٹی قبول ہے، اس نے ایجاب کرلیا، جب کہ لڑکی اس مجلس میں خود حاضر نہیں تھی، اس کا وکیل بیٹھا ہوا تھا، لیکن نکاح خواں اس سے قبول کرنا بھول گیا۔ شرعی نقطۂ نظر سے ایسے نکاح کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

واضح رہے کہ ایجاب وقبول نکاح کا رکن ہیں اور گواہ بنانا نکاح کے انعقاد کی صحت کے لیے شرط ہے۔ ایجاب وقبول کے بغیر نکاح کی حقیقت ثابت نہیں ہوتی، اگر زوجین میں سے کسی ایک نے اس عمل میں حصہ نہیں لیا، تو صرف ایک کے ایجاب سے نکاح متحقق نہیں ہوگا۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر دولہن نے نہ تو بذاتِ خود اس عمل میں حصہ لیا ہو اور نہ ہی وکیل کے ذریعے تو اس طرح نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں دوبارہ نکاح کے ذریعے دونوں سے بذاتِ خود یا ان کے وکلاء کے ذریعے ایجاب وقبول کرایا جاسکتا ہے۔

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الاول في تفسيره: ۲٦٧/۱.

والدّلیل علیٰ ذلك :

(وینعقد بإیجاب)من أحدهما (و قبول)من الآخر(وضعاللمضي) لأن الماضي أدل على التحقيق (كزوجت) نفسي، أوبنتي، أوموكلتي منك (و)يقول الآخر(تزوجت).(١)

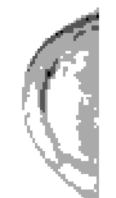
ترجمہ:

نکاح دونوں میں سے ایک کے ایجاب اور دوسرے کے قبول سے منعقد ہوتا ہے جو کہ ماضی کے (الفاظ) ہوں، کیوں کہ ماضی تحقیق (ہوجانے) پر زیادہ دلالت کرتا ہے، جیسا کہ (یوں کہے) کہ:''میں نے اپنا یا بیٹی کا یا موکلہ کا نکاح تم سے کیا'' اور دوسرا کہے کہ:''میں نے نکاح کرلیا۔''

❁❁❁

گپ شپ میں کیے گئے نکاح کی حیثیت

سوال نمبر(20):



ایک دن میرے ہمراہ میرا خالہ زاد بھائی اور تقریباً پانچ، چھ سہیلیاں بیٹھیں تھیں، میرے خالہ زاد اور ایک سہیلی کے درمیان پیار ومحبت کا تعلق تھا، ہم نے مذاق میں ان دونوں کا نکاح کرایا، دونوں نے تقریباً دو تین مرتبہ ایجاب وقبول کیا، اور اس کے بعد شیرینی بھی تقسیم ہوئی، لیکن یہ سب کچھ ہم نے مذاقاً کیا تھا، اب اس لڑکی کی کسی اور لڑکے کے ساتھ شادی ہو چکی ہے اور اس کی ایک بیٹی بھی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جو نکاح ہم نے مذاق میں کرایا تھا، وہ ہو چکا تھا یا نہیں؟ اگر ہو چکا تھا تو دوسرے نکاح کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلے کا اب کیا حل نکالا جائے؟ کہ عورت دوسرے شوہر کے پاس رہ جائے۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رو سے تین معاملات ایسے ہیں جو سنجیدگی سے کیے جائیں یا ہنسی مذاق میں، بہرحال منعقد ہوجاتے ہیں، ان میں ایک طلاق، دوسرا نکاح اور تیسرا رجعت ہے۔

صورت مسئولہ کے مطابق اگر واقعی لڑکا، لڑکی نے ایک عاقل بالغ مرد اور کم از کم دو عاقلہ بالغہ لڑکیوں کے سامنے گپ شپ میں ایجاب وقبول کرلیا ہو تو ان کا آپس میں نکاح ہو چکا ہے اور اس شوہر سے با قاعدہ طلاق یا خلع

(١)الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح: ٤/ ٦٨، ٦٩

وغیرہ کے ذریعے جدا ہونے سے قبل اس عورت کا کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح ناجائز اور حرام ہے۔ دوسرے شوہر سے کیا گیا نکاح باطل ہے۔ اگر دوسرے شوہر کے پاس رہنا مقصود ہو، تو اس کی یہی ایک صورت ممکن ہے کہ پہلے شوہر سے طلاق یا خلع حاصل کرے اگر نکاح کے بعد انہوں نے ازدواجی تعلق بھی قائم کیا ہو تو پھر عدت گزار کر دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرے اگر صرف نکاح ہوا تو پھر عدت گزارے بغیر دوسرے شوہر کے ساتھ تجدید نکاح کرے۔ ماضی میں دوسرے شوہر سے باطل نکاح کرکے گناہ میں مبتلا رہنے کی وجہ سے اللہ سے توبہ واستغفار کیا جائے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

عن أبي هريرةؓ :أن رسول الله ﷺ قال :ثلاث جدهن جد، وهزلهن جد : النكاح، والطلاق والرجعة.الهزل :أن يراد بالشيء غيرماوضع له بغير مناسبة بينهما.والجد :مايرادبه ماوضع لهأو ماصلح له اللفظ مجازا..........يعني لو طلق، أونكح، أوراجع، وقال :كنت فيه لاعبا، وهازلا لاينفعه.(١)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزیں ایسی ہیں جن کا سچ سچ بھی سچ ہے اور ہنسی مذاق بھی سچ سچ ہے: نکاح، طلاق اور رجعت۔'' ہزل اسے کہتے ہیں کہ لفظ سے بغیر کسی مناسبت کے وہ معنی مراد لیا جائے جس کے لیے وہ وضع نہ ہو اور جد سے مراد یہ ہے کہ لفظ سے اس کا معنی موضوع لہ یا وہ معنی مراد لیا جائے جس کا یہ لفظ بطور مجاز صلاحیت رکھتا ہو۔۔۔۔۔یعنی اگر کوئی شخص طلاق دیدے یا نکاح کرلے یا رجوع کرلے اور پھر کہے کہ میں نے یہ کام ہنسی مذاق میں کیے تھے تو اس کو یہ بات فائدہ نہیں دیتی۔

❁❁❁

مزاح میں بالغ لڑکا لڑکی کا نکاح کرانا

سوال نمبر (21):

دو آدمیوں نے آپس میں بیٹے اور بیٹی کا نکاح مزاح کے طور پر کیا یعنی ایجاب وقبول کے جو الفاظ ہیں، وہ اسی طریقے سے ادا کردیے، جب کہ لڑکا لڑکی بالغ ہیں اور وہ اس سے راضی نہیں۔ کیا مزاح میں کیے گئے اس ایجاب وقبول کے الفاظ سے نکاح منعقد ہوگیا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

(١) مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثاني، (رقم الحديث :٣٢٨٤): ٦/٤٢٦، ٤٢٧

الجواب وباللہ التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ نکاح مذاق کے طور پر انجام دینے سے بھی منعقد ہو جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے دیگر شرائط ولوازم موجود ہوں۔ نکاح کے شرائط میں سے یہ ہے کہ گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول ہو اور لڑکا لڑکی اگر بالغ ہوں تو اُن سے اجازت لی گئی ہو۔ چنانچہ صورتِ مسئولہ میں لڑکا لڑکی چونکہ بالغ ہیں اور اُن کی اجازت ورضا کے بغیر نکاح کیا گیا ہے اس لیے یہ نکاح درست نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

عن أبي هريرةؓ قال :قال رسول الله ﷺ ثلاث جدهن جد، و هزلهن جد :النكاح، والطلاق، والرجعة.(۱)

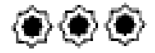
ترجمہ:

تین (چیزیں ہیں) کہ ان کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مزاح بھی سنجیدگی ہے، نکاح، طلاق اور رجوع کرنا۔

(سئل) في بكر بالغة عاقلة رشيدة زوجها أبوها رجلا بلا إذنها، ولا وكالة عنها، فردت النكاح حين بلغها فورا، فهل يرتد بردها، والحالة هذه؟ (الجواب) نعم.(۲)

ترجمہ:

(سوال کیا گیا کہ) کسی بالغہ عاقلہ، باکرہ سمجھدار لڑکی کا نکاح اس کا باپ اس کی اجازت کے بغیر کسی شخص سے کرادے جب کہ اس نے اسے وکیل بھی نہیں بنایا اور پھر جب اسے خبر پہنچے تو نکاح کو فوراً رد کر دے، کیا اس کے رد کرنے سے نکاح رد ہو جائے گا جبکہ صورت حال یہ ہو؟ (تو جواب ہے) ہاں۔



انٹرنیٹ فون پر نکاح

سوال نمبر(22):

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل انٹرنیٹ پر باتیں کرتے وقت جانبین ایک دوسرے کو

---

(۱) سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب في الطلاق على الهزل: ۲۹۸/۱

(۲) تنقيح الحامدية، كتاب النكاح، مسائل منثورة من أبواب النكاح: ۳۰/۱

ویب کیم کے ذریعے دیکھ بھی سکتے ہیں، اگر انٹرنیٹ فون پر باتیں کرتے وقت لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے سے نکاح کا ایجاب وقبول کرلیں اور ان کا معاملہ ایک جانب بیٹھے گواہان بھی سن رہے ہوں تو کیا اس طریقے سے نکاح منعقد ہو جائے گا؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

واضح رہے کہ عقدِ نکاح میں عاقدین کے ایجاب وقبول کے لیے مجلس کا ایک ہونا شرط ہے، لہٰذا مجلس عقد میں خود عاقدین یا ان کے وکیل کا ہونا ضروری ہے اور کسی بھی عاقد یا اس کے وکیل کی مجلس میں غیر موجودگی وحدتِ مجلس کے منافی ہے۔

انٹرنیٹ فون پر ایجاب یا قبول کرنے والا عاقد بذات خود مجلس عقد میں موجود نہیں ہوتا، اس لیے انٹرنیٹ فون پر نکاح جائز نہیں، تاہم اگر عاقد فون پر مجلس عقد میں موجود کسی شخص کو اپنا وکیل بنادے اور پھر وہ وکیل اس کی طرف سے اس مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں ایجاب یا قبول کرلے تو اس صورت میں بلاشبہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ومن شرائط الإیجاب والقبول اتحاد المجلس.قال العلامة الشامیؒ:قوله :(اتحاد المجلس)

قال في البحر:فلو اختلف المجلس لم ینعقد.(۱)

ترجمہ:

مجلس کا متحد ہونا (نکاح کے)ایجاب وقبول کی شرائط میں سے ہے۔علامہ شامیؒ ماتن کے قول ''اتحاد المجلس'' کے تحت فرماتے ہیں کہ:'' علامہ ابن نجیمؒ البحرالرائق میں فرماتے ہیں کہ:''اگر مجلس مختلف ہو جائے تو نکاح منعقد نہیں ہوتا۔''

ای میل کے ذریعے نکاح کرنا

سوال نمبر(23):

ای میل کے ذریعے نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟ میں نے ایک لڑکی کو ای میل پر نکاح کی آفر کی اور اس نے ای

(۱)رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح مطلب التزویج بارسال الکتابة : ٤/٧٦

میل ہی کے ذریعے جواب دے کر قبول کرلیا تو کیا یہ نکاح ہوگیا ہے؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

عقد نکاح میں اگر ایک جانب سے تحریری ایجاب ہو اور دوسری طرف سے گواہوں کی موجودگی میں یہ تحریری ایجاب پڑھ کر زبانی قبول کرلیا جائے تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے، لیکن کسی بھی ایک جانب سے زبانی کلام کے بغیر جانبین سے محض تحریری ایجاب وقبول کرنا انعقاد نکاح کے لیے کافی نہیں، اگر چہ اس دوران گواہ بھی موجود ہوں۔

صورت مسئولہ میں چونکہ مرد وعورت دونوں ای میل کے ذریعے زبانی گفتگو کے بغیر محض تحریر کے ذریعے ایجاب وقبول کررہے ہیں، اس لیے یہ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ای میل کے ذریعے نکاح کے انعقاد کا طریقہ یہ ہے، کہ ایک عاقد (مثلاً مرد) دوسرے عاقد (مثلاً عورت) کو ای میل بھیجے، کہ میں تیرے ساتھ نکاح کرتا ہوں، پھر دوسرا عاقد (عورت) گواہوں کو اس عاقد (مرد) کا ای میل سنا کر کہے، کہ تم گواہ رہو کہ میں نے اس شخص سے نکاح کرلیا اس طرح کرنے سے نکاح منعقد ہوجائے گا، واضح رہے کہ گواہوں کو اس عاقد (مرد) کے ای میل کا مضمون سنائے بغیر محض قبول کے الفاظ کہہ دینے سے بھی نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

فلو كتب تزوجتك، فكتبت قبلت لم ينعقد، البحرالرائق. والأظهر أن يقول :فقالت قبلت، إذالكتابة من الطرفين بلاقول لاتكفي، ولو في الغيبة...... ......قال ينعقد النكاح بالكتاب كماينعقد بالخطاب، وصورته أن يكتب إليها يخطبها فإذابلغها الكتاب أحضرت الشهود، وقرأته عليهم، وقالت: زوجت نفسي منه...... ......أما لولم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان لاينعقد.(۱)

ترجمہ:

(نکاح کے ارادے سے) اگر لکھا کہ میں نے تجھ سے نکاح کرلیا اور عورت نے جواب میں لکھا کہ میں نے قبول کرلیا تو نکاح منعقد نہیں ہوتا۔زیادہ ظاہر یہ ہے کہ مصنف یوں فرماتے کہ:''عورت جواب میں کہے کہ میں نے قبول کرلیا'' کیونکہ بغیر زبان سے کہے دونوں جانب سے لکھ لینا تو ویسے بھی (انعقاد نکاح کے لیے) کافی نہیں، چاہے یہ

(۱) رد المحتارعلی الدرالمختار، کتاب النکاح، مطلب التزوج بارسال کتاب:۴/۷۳.

لکھنا عدم موجودگی کی حالت میں ہی کیوں نہ ہو۔۔۔۔فرماتے ہیں کہ کلام کی طرح خط وکتابت سے بھی نکاح منعقد ہوجاتا ہے اوراس کی صورت یہ ہے کہ مرد، عورت کو خط لکھے، جس میں وہ اس کو نکاح کا پیغام دے، اور جب عورت کو خط موصول ہوتو وہ گواہوں کو حاضر کرکے یہ خط سنائے، پھر کہے کہ: ''میں نے اس سے نکاح کرلیا''......اگر گواہوں کی موجودگی میں صرف اتنا کہا کہ میں نے فلاں سے نکاح کرلیا (اوران کو خط کے مضمون سے مطلع نہ کیا) تو نکاح منعقد نہ ہوگا۔

❁❁❁

نکاح بذریعہ کتابت

سوال نمبر(24):

کیا نکاح میں ایجاب وقبول کے الفاظ زبان سے ادا کرنا ضروری ہیں یا صرف نکاح نامے پر دستخط کردینے سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نکاح گواہوں کے سامنے زبانی طور پر ایجاب وقبول سے ہی منعقد ہوتا ہے، صرف نکاح نامے پر دستخط کردینے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد، بحر. والأظهر أن يقول فقالت قبلت إلخ إذ الكتابة من الطرفين بلا قول لا تكفي ولو في الغيبة.(۱)

ترجمہ: پس اگر آدمی نے لکھا: میں نے تم سے نکاح کیا تو عورت نے لکھا میں نے قبول کرلیا، اس سے نکاح منعقد نہیں ہوگا۔اور زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس طرح کہیں: عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا.....الخ، کیونکہ طرفین سے بولے بغیر صرف لکھنا کافی نہیں، اگر چہ غائب (ہونے کی صورت میں) ہو۔

❁❁❁

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، مطلب، التزوج بإرسال کتاب: ۷۳/٤

خط کے ذریعے نکاح کرنا

سوال نمبر(25):

خط کے ذریعے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو تو اس کا طریقہ بھی واضح فرمائیں۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

خط کے ذریعے نکاح جائز ہونے کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت کو خط کے ذریعے نکاح کا پیغام بھیجے اور جب عورت کو یہ خط موصول ہو تو وہ شرعی گواہوں کے سامنے خط کا پورا مضمون یا اس کا خلاصہ ذکر کرے اور پھر قبولیت کا اظہار کرتے ہوئے کہے کہ میں نے اس سے نکاح کرلیا۔

واضح رہے کہ گواہوں کی عدم موجودگی میں مرد کے ایجاب کو قبول کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، اسی طرح اگر گواہ موجود ہوں، لیکن ان کو مرد کا پورا خط یا اس کا خلاصہ سنائے بغیر فقط اتنا کہہ دینا کہ گواہ رہو میں نے نکاح کرلیا، کافی نہیں، بلکہ پہلے ان کو خط کا مضمون اور پھر اپنی قبولیت کا اظہار کرنا ضروری ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

ینعقد النکاح بالکتاب کما ینعقد بالخطاب.وصورته أن یکتب إلیها یخطبها، فإذا بلغها الکتاب أحضرت الشهود، وقرأته علیهم، وقالت زوجت نفسي منه أو تقول أن فلانا کتب إلیّ یخطبني فاشهدوا أني زوجت نفسي منه، أما لو لم تقل بحضرتهم سوی زوجت نفسي من فلان لاینعقد.(۱)

ترجمہ:

کلام کی طرح خط و کتابت سے بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ مرد عورت کو خط لکھے جس میں وہ اس کو نکاح کا پیغام دے اور جب عورت کو خط موصول ہو تو وہ گواہوں کو حاضر کرکے یہ خط سنائے، پھر کہے کہ میں نے اس سے نکاح کرلیا یا (گواہوں کو خط کا خلاصہ سناتے ہوئے) یوں کہے کہ فلاں نے مجھے خط لکھ کر نکاح کا پیغام بھیجا ہے، تم گواہ رہو کہ میں نے اس کے ساتھ نکاح کرلیا، اگر گواہوں کی موجودگی میں صرف اتنا کہا، کہ میں نے

---

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، مطلب التزوج بارسال کتاب: ۷۳/٤

فلاں سے نکاح کرلیا (اوران کوخط کے مضمون سے مطلع نہ کیا) تو نکاح منعقد نہ ہوگا۔

❁❁❁

تحریری نکاح نامہ پر دستخط کرنے سے ایجاب وقبول

سوال نمبر(26):

اگرلڑکا اورلڑکی دونوں بالغ ہوں اورکہیں اکھٹے ہوکرگواہوں کے سامنے تحریری نکاح نامے پردستخط کرلیں زبانی طورپرایجاب وقبول نہ کریں، توایسا نکاح شرعی طورپرمنعقد ہوجاتا ہے یا قابل اعادہ ہوتا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شرعی لحاظ سے نکاح کے انعقاد کیلیے نہ صرف گواہوں کی موجودگی میں زبانی ایجاب وقبول ضروری ہے، بلکہ ایجاب وقبول کے الفاظ گواہوں کوسنانا بھی ضروری ہے، بایں طورکہ اگرایجاب وقبول کے الفاظ عاقدین کہہ لیں، لیکن گواہ ان کونہ سن سکیں تو بھی نکاح منعقد نہیں ہوتا، چہ جائیکہ ایجاب وقبول کے الفاظ کہے بغیرصرف نکاح نامہ پردستخط کرلینے سے نکاح منعقد ہوجائے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگرواقعی نکاح نامہ پردستخط کرکے اسی عمل کونکاح سمجھ لیا گیا ہواورزبانی طورپرایجاب وقبول کے الفاظ گواہوں کے سامنے نہ کہے گئے ہوں توایسا نکاح منعقد نہیں ہوگا۔دوبارہ پڑھانا ضروری ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

فلو كتب تزوجتك، فكتبت قبلت، لم ينعقد.(١)

ترجمہ:

(نکاح کے ارادے سے) اگرلکھا کہ میں نے تجھ سے نکاح کرلیا اورعورت نے جواب میں لکھا کہ میں نے قبول کرلیا تو نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

❁❁❁

(١) ردالمحتارعلی الدرالمختار، کتاب النکاح، مطلب التزوج بإرسال کتاب :٤/٧٣

عقد بذریعہ ترجمان

سوال نمبر(27):

اگر نکاح کرنے والے مرد وعورت الگ الگ زبانوں کے ہوں اور ایجاب وقبول کرتے ہوئے درمیان میں ترجمان موجود ہو جو دونوں کی بات سن کر اس کا ترجمہ کرائے تو کیا اس طرح نکاح منعقد ہو جاتا ہے، جبکہ مرد وعورت ایک دوسرے کی بات کو نہ سمجھ رہے ہوں۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نکاح کے ایجاب وقبول کے الفاظ کا عاقدین کے لیے سننا ضروری ہے، یہ ضروری نہیں کہ ہر عاقد کی بات دوسرے عاقد کو سمجھ آئے، البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ الفاظ واقعی نکاح کرنے کے الفاظ ہوں۔

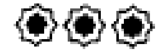
لہٰذا صورت مسئولہ میں جب ہر ایک نے اپنی زبان میں ایجاب وقبول کے الفاظ کہے ہوں اور دوسرے نے اس کے الفاظ سنے ہوں تو شرعاً ان کا نکاح منعقد ہو چکا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ومنها سماع كل من العاقدين كلام صاحبه هكذا في فتاوىٰ قاضي خان، ولو عقدا النكاح بلفظ لا يفهمان كونه نكاحاً ينعقد وهو المختار.(۱)

ترجمہ:

نکاح کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ عاقدین ایک دوسرے کے کلام کو سنیں، اسی طرح فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور مختار قول کے مطابق اگر وہ دونوں ایسے الفاظ سے عقد کریں کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ نکاح کے الفاظ ہیں تو بھی نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔



(۱) الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، الباب الاول:۲٦٧/۱

نکاح نامہ ودیگر دستاویزات کی حیثیت

سوال نمبر (28):

ایک شخص نے نکاح کرلیا لیکن اس کا نکاح نامہ یا کوئی دستاویز موجود نہیں ہے تو کیا از روئے شریعت اس سے ان کے نکاح پر کوئی اثر مرتب ہوتا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی نکاح دراصل زوجین کے ایسے ایجاب وقبول کا نام ہے، جس میں دومرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بطور گواہ موجود ہوں، اگر کوئی نکاح ایسے طریقے سے منعقد ہو جائے جس میں رکن (ایجاب وقبول) اور شرط (گواہان) موجود ہوں تو یہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے جس میں کسی معاہدے، نکاح نامے یا دیگر دستاویزات کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اگر نکاح نامہ زوجین کی ضرورت کے لیے لکھا جائے تا کہ بوقت ضرورت کام آئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(وینعقد) متلبسا (بإیجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر (۱)

ترجمہ:

نکاح کسی ایک کے ایجاب اور دوسرے کے قبول کہنے سے منعقد ہو جاتا ہے۔

❁❁❁

دستاویزات کے ذریعہ عورت کا دعویٰ نکاح کرنا

سوال نمبر (29):

اگر کوئی عورت یہ دعوی دائر کردے کہ فلاں شخص نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور وہ میرا شوہر ہے، اس دعوی کی اثبات کے لیے وہ باقاعدہ دستاویزی ثبوت (نکاح نامہ وغیرہ) پیش کردے جس میں نکاح نامے کے اندر شوہر کے نکاح کے دستخط ظاہر ہورہے ہوں، جب کہ شوہر اس نکاح سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے مسلسل انکار کررہا ہو تو اس نکاح کی

(۱) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح: ٤/٦٨، ٦٩

شرعی حیثیت کیا ہے؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے نکاح عورت اور مرد کے مابین ایسے عقد کا نام ہے جو باقاعدہ ایجاب وقبول کے ذریعے دو شرعی گواہوں کی موجودگی میں کیا جائے، اس کا اعلان وتشہیر کرنا ایک مستحب امر ہے۔ کسی عورت کا صرف دعویٰ نکاح اس صورت میں معتبر نہیں، اگر مرد انکار کر رہا ہو۔ جہاں تک دستاویزی ثبوت کا تعلق ہے تو اگر یہ دستاویز حکومتی ریکارڈ کی بجائے عام معاشرے میں لکھے جانے والے کاغذات اور اسٹامپ پیپر کی شکل میں ہو، جس کے سچے اور جھوٹے ہونے میں تمیز مشکل ہوتی ہے تو محض اس طرح تحریر سے دعویٰ کا اثبات ممکن نہیں۔

صورتِ مسؤلہ میں اگر عورت تنہا نکاح کا دعویٰ کر رہی ہو اور شوہر انکار کر رہا ہو اور عورت کے پاس ثبوت کے طور پر شرعی گواہ موجود نہ ہوں تو ایسے دعوائے نکاح کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، تاہم اگر عورت اپنے دعویٰ کے اثبات کے لیے شرعی گواہ پیش کر دے (قاضی یا حکومت وقت کی عدالت میں) تو اس کا دعویٰ قضاء ثابت سمجھا جائے گا، ورنہ محض دستاویزات، کاغذات یا نکاح نامہ، نکاح کے اثبات میں موثر نہیں، اگرچہ اس پر دستخط یا دیگر توثیقات ہوں۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

وفي الخلاصة الخانية : امرأة ادعت علىٰ رجل أنه تزوجها، وأقامت علىٰ ذلك بيّنة، ولم يكن تزوجها، فجعلها القاضي امرأته.(۱)

ترجمہ:

اور خلاصہ خانیہ میں ہے کہ ایک عورت کسی آدمی پر دعویٰ کرے کہ اس نے اس کے ساتھ نکاح کیا ہے اور اس پر گواہ پیش کیے اور حال یہ ہے کہ اس نے نکاح نہیں کیا، پس قاضی نے اس کی بیوی قرار دی۔ (تو یہ قضاء اس کی بیوی ہے اور دیانۃً یہ بیوی نہیں)

لا يعمل بالخط والخاتم فقط، أما اذا كان سالماً من شبهة التزوير والتضبيع، فيكون معمولاً به

---

(۱) الفتاوی التاتارخانیة، کتاب النکاح، الفصل العشرون، نوع منه:۳/۱۴۳

أي يكون مداراً للحكم. (١)

ترجمہ:

صرف خط اور مہر کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، البتہ اگر وہ جعل سازی اور ضائع ہونے سے محفوظ ہو تو اس کا اعتبار کیا جاسکتا ہے، یعنی اس کی بنیاد پر حکم دیا جاسکتا ہے۔

❁❁❁

ایجاب وقبول اور گواہوں کے علاوہ دیگر قابلِ لحاظ امور

سوال نمبر (30):

رشتہ طے کرنے اور نکاح کرنے میں بنیادی ارکان وشرائط کے ساتھ کن امور کا لحاظ ضروری ہے جو دینی و دنیاوی ترقی کا سبب بنیں۔شریعت مطہرہ کی رو سے کون سے امور مستحب گردانے جاتے ہیں، تاکہ ان امور پر عمل کیا جاسکے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دینِ فطرت اسلام ہر امر اور ہر شعبہ زندگی میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے جس پر عمل کرنا انسانی فطری زندگی کی آسانی کا سبب ٹھہرتا ہے۔نکاح میں فقہائے کرام جو آداب مستحب سمجھے ہیں، ان میں سے نکاح کا اعلان کرنا اور اس کی مناسب تشہیر کرنا، ایجاب وقبول سے قبل خطبہ مسنونہ پڑھنا، نکاح مسجد میں پڑھنا، جمعہ کے دن ہونا، نکاح پڑھانے والے کا سمجھدار ہونا، گواہوں کا عادل ہونا، ضرورت کے لحاظ سے قرض رقم سے کام چلا لینا، نکاح سے پہلے بیوی کو دیکھ لینا، مالداری، شرف وعزت، نسب اور عمر کے لحاظ سے بیوی کا شوہر سے کم ہونا اور حسن وجمال، تقویٰ، اخلاق وآداب کے لحاظ سے بیوی کا شوہر سے بڑھ کر ہونا مناسب ومستحب ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

و يندب إعلانه، وتقديم خطبة، وكونه في مسجد يوم جمعه بعاقد رشيد، وشهود عدول، والاستدانة له، والنظر إليها قبله، وكونها دونه سنا و حسبا و عزاو مالا، وفوقه خلقاو أدبا وورعا، و

(١)شرح مجلة الاحكام لخالد الأتاسي:٤/ ٤٧٩

جمالا .(۱)

ترجمہ: اور مستحب ہے نکاح کا اعلان کرنا، خطبہ مقدم کرنا، اسے مسجد میں انجام دینا جمعہ کے دن، سمجھدار عاقد کے ذریعے کرنا، عادل گواہوں کی موجودگی، نکاح کے لیے قرض لینا، نکاح سے پہلے عورت کو دیکھ لینا اور بیوی کا شوہر سے عمر، نسب اور مال وعزت میں کم ہونا اور ادب واخلاق، تقوی اور حسن میں اس سے اونچا ہونا (یہ سب مستحب ہیں)۔

❁❁❁

خطبہ نکاح کا وقت

سوال نمبر(31):

حضرت مفتی صاحب! عقدِ نکاح کے دوران خطبہ پہلے پڑھنا چاہیے یا بعد میں؟ غلط موقع پر پڑھنے سے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

خطبہ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے پڑھنا چاہیے، ایجاب وقبول کے بعد اس کا پڑھنا خلاف مسنون ہے، لیکن اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

ویندب إعلانه، وتقدیم خطبة، وکونه في مسجد.(۲)

ترجمہ: نکاح کا اعلان کرنا، اس پر خطبہ کو مقدم کرنا اور نکاح مسجد میں کرنا مندوب ہے۔

❁❁❁

نکاح میں خطبہ پڑھنا

سوال نمبر(32):

نکاح پڑھاتے ہوئے اس کے شرعی رسوم کی ترتیب کیا ہے۔ خطبہ اور ایجاب وقبول میں کس کو پہلے اور کسے بعد میں ادا کیا جائے گا؟ بینوا توجروا

(۱) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح: ۶۶/۴، ۶۷ (۲) أیضاً

5

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

نکاح میں بنیادی طور پر ایجاب وقبول اور شرعی گواہوں کی موجودگی ضروری ہے، تاہم خطبہ ایک مستحب عمل ہے جو نکاح کے لیے باعث برکت ہوتا ہے، فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق خطبہ ایجاب وقبول سے پہلے پڑھنا چاہیے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

یستحب أن یکون النکاح ظاهراً، وأن یکون قبله خطبة.(۱)

ترجمہ: مستحب یہ ہے کہ نکاح علانیہ طور پر ہو، اور اس سے پہلے خطبہ پڑھا جائے۔

❁❁❁

کسی شخص کا اپنا نکاح خود پڑھنا

سوال نمبر(33):

ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں، عدت گزرنے کے بعد حلالہ کی غرض سے اس عورت کا نکاح ایک شخص سے بایں طور کروایا گیا کہ اس شخص نے اپنا نکاح اس عورت کے سابق شوہر اور ایک اور شخص کو گواہ بنوا کر خود باندھا، پھر ہمبستری کرنے کے بعد طلاق دے دی۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس شخص کا اپنا نکاح خود پڑھنا کیسا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نکاح کی صحت کے لیے مرد وعورت کا خود یا اپنی طرف سے کسی کو وکیل بنا کر ایجاب وقبول کرنا اور اس عقد پر دو گواہ مقرر کرنا ضروری ہے، لہٰذا اگر متعاقدین خود گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیں تو نکاح درست ہے۔

مسئولہ صورت میں اگر اس شخص اور مذکورہ عورت کے مابین ایجاب وقبول سابق شوہر اور ایک اور شخص کی موجودگی میں ہوا ہو تو یہ نکاح جائز ہے۔ جہاں تک اس شخص کا اپنا نکاح خود پڑھانے کا تعلق ہے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔

---

(۱) البحرالرائق، کتاب النکاح، تحت قوله(هو عقد برد علیٰ):۳/۱٤٤

والدّلیل علیٰ ذلك:

النکاح ینعقد بالإیجاب والقبول.........ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاهدین، حرین، عاقلین، بالغین، مسلمین رجلین، أو رجل وامرأتین .(۱)

ترجمہ: نکاح ایجاب وقبول کرنے سے منعقد ہو جاتا ہے۔۔۔۔مسلمانوں کا نکاح دو آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی کے بغیر منعقد نہیں ہوتا۔

❁❁❁

نکاح پڑھانے پر اجرت اور اس میں تعیین اور عدم تعیین کی تفصیل

سوال نمبر (34):

کیا نکاح خواں کے لیے نکاح پڑھانے پر اجرت لینا جائز ہے؟ اجرت پہلے سے متعین کر کے لینے یا متعین کیے بغیر لینے میں فرق ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر حوالہ ضرور تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نکاح کے بارے میں حضرات فقہائے کرام کے بیان کردہ الفاظ وشرائط میں نہایت باریک پن موجود ہے، جن میں معمولی ردوبدل سے کافی فرق پڑتا ہے۔اس لیے تصحیحِ الفاظ اور رعایتِ شرائط کی خاطر نکاح خوانی کے لیے اگر کسی عالم دین کی خدمات حاصل کی جائیں اور اس کا وقت لیا جائے تو چونکہ یہ اس کی شرعی ذمہ داری نہیں، اور ایک غیرِ لازم کام اس پر لازم کرنا ہے، اس لیے اس کے عوض اس کے لیے اجرت لینے کی شرعاً اجازت ہے، چونکہ یہ باقاعدہ ایک عقدِ اجارہ ہے، اس لیے اس میں اجارہ کی تمام شرائط کی رعایت ضروری ہوگی، جن میں سے ایک شرط اجرت کو ابتداً متعین کرنا ہے۔اگر ابتدا میں اجرت کی تعیین نہیں کی گئی تو یہ اجارہ فاسدہ ہوگا، اور اس صورت میں دیکھا جائے گا کہ عرف میں یہ نکاح خواں نکاح خوانی پر اجرت لینے کے سلسلے میں مشہور ہے یا نہیں؟ اگر مشہور ہو تو وہ اجرت مثل (یعنی اس خدمت کی انجام دہی پر عرفاً جو اجرت دی جاتی ہو) کا مستحق ٹھہرے گا اور اگر مشہور نہیں تو اس صورت میں نکاح خواں اجرت کا حق دار نہ ہوگا، لہٰذا ایسی صورت میں اس کے لیے اجرت کی ادائیگی پر اصرار کرنا جائز نہیں، مگر یہ کہ اولیا خود طیب خاطر کے ساتھ کچھ دیں، تو اس کے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

---

(۱) الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۲۵-۳۲۶

جہاں تک اس علاقائی رواج کا تعلق ہے، کہ نکاح خوانی کے لیے بہر صورت دلہن کے محلے کے امام کی تعیین ہو یا نکاح خواں کو دلہن والے بلائیں اور اس کی اجرت دولہا والوں پر لازم ہو تو یہ کوئی شرعی حکم نہیں۔ اسی طرح نکاح خوانی کو منصب امامت کا لازمی حصہ قرار دے کر کسی دوسرے شخص کی نکاح خوانی پر محلہ کے امام کا ناراض ہونا اور اس کو ترکِ تعلق کا ذریعہ بنانا وغیرہ امور بھی جائز نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نکاح خوانی کو بھی دیگر اجارات کی طرح عام رکھا جائے، جس میں عاقدین جس کی خدمات حاصل کرنا چاہیں آزادی سے حاصل کر سکیں۔ اسی طرح نکاح خواں اور اولیا میں آزادی سے اجرت کی تعیین ہو سکے۔ نیز جو نکاح خواں کو بلائے اجرت اسی کے ذمہ لازم ہو، کسی اور پر اس کی رضامندی کے بغیر جبراً اجرت کی ادائیگی لازم نہ ہو۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

وكل نكاح باشره القاضي، وقد وجبت مباشرته عليه كنكاح الصّغار، والصغائر، فلايحل له أخذ الأجرة عليه، ومالم تجب مباشرته عليه حل له أخذ الأجرة عليه، كذا في المحيط.(۱)

ترجمہ: ہر وہ نکاح جس کو قاضی نے سرانجام دیا ہو، اور جس کا سرانجام دینا قاضی پر لازم ہو جیسے چھوٹے لڑکوں اور لڑکیوں کا نکاح، اس پر اس کے لیے اجرت لینا جائز نہیں۔ تاہم جس نکاح کا سرانجام دینا قاضی پر لازم نہیں، اس پر اس کے لیے اجرت لینا جائز ہے۔

يشترط أن تكون الأجرة معلومة.(۲)

ترجمہ: (صحت اجارہ کے لیے) شرط یہ ہے کہ اجرت معلوم ہو۔

لودفع ثوبه إلى خيّاط ليخيطه، أوإلى صباغ ليصبغه، ولم يعين له أجرة، فإن كان العامل ممن يعمل بالأجرة استحق أجرالمثل، وإلافلا.(۳)

ترجمہ: جب کوئی شخص درزی کو کپڑا سینے کے لیے دے یا رنگریز کو رنگوانے کے لیے دے اور اس کے لیے اجرت کی تعیین نہ کرے تو اگر عامل (درزی، رنگریز) اجرت پر کام کرتا ہو تو وہ اجر مثل کا مستحق ہوگا، ورنہ نہیں۔

❁❁❁

(۱) الفتاوی الهندية، کتاب ادب القاضی، الباب الخامس عشر فی اقوال القاضی:۳/۳٤۵

(۲) أتاسي، خالد، شرح المجلة، الفصل الثالث في شروط صحة الإجارة، رقم المادة : ٤٥٠ :۲/۵۳۲

(۳) علامه سليم رستم باز اللبنانی، شرح مجلة، تحت المادة:٤٣٠، ص٣٨، مكتبه حبيبيه كوئٹه، پاكستان

نکاح میں اوقات کا دخل

سوال نمبر(35):

کیا نکاح کے لیے کوئی خاص وقت یا خاص موسم شرعی لحاظ سے متعین ہے یا ہر وقت نکاح ہو سکتا ہے، جیسا کہ بعض لوگ محرم الحرام میں نکاح کرنے کو اچھا نہیں سمجھے؟　بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

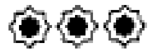
شرعی نقطہ نظر سے نکاح کے انعقاد کے لیے کوئی خاص وقت یا موسم و مہینہ متعین نہیں، بلکہ نکاح کے صحیح انعقاد کے لیے ارکان اور شرائط و آداب ہیں، جن کی عملی رعایت رکھنے سے نکاح ہر وقت اور ہر کہیں منعقد ہو جاتا ہے۔

صورت مسئولہ میں محرم الحرام سمیت کسی بھی مہینے میں نکاح کر لینے میں کوئی قباحت و حرج نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

وكان له عليه السلام سريتان، أحدهما ماريه بنت شمعون القبطية...... ومنهن ريحانة بنت زيد...... وكان تزويجه إياهافي المحرم سنة ست من الهجرة. (١)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی دو باندیاں تھیں (جن سے بعد میں نکاح کیا)، ان میں ایک ماریہ بنت شمعون قبطیہ تھی ......اور ایک ریحانہ بنت زید۔۔۔۔اس (ریحانہ بنت زید) کے ساتھ نکاح محرم کے مہینے میں ہجرت کے چھٹے سال ہوا۔



نکاح سے پہلے منگیتر کو دیکھنا

سوال نمبر(36):

جس عورت کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ ہو اس کے ساتھ بالمشافہ ملاقات کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ تا کہ ملاقات کر کے اس کی شخصیت کا پوری طرح جائزہ لیا جا سکے، اس کی تعلیم، عادات و اطوار، اخلاق، سلیقہ، الغرض اس کی سیرت و صورت کا مطالعہ ہو، تا کہ آئندہ پھر نہ پچھتانا پڑے؟　بینوا توجروا

(١) البداية والنهاية، باب بيان أن النبي ﷺ......، فصل في ذكر سراريه عليه السلام: ٤/٢٩١، ٢٩٤، ٢٩٥

الجواب وباللہ التوفیق :

شریعت مطہرہ کی رو سے اجنبی عورت کو شہوت کی نگاہ سے دیکھنا حرام ہے، تاہم ضرورت کے دائرے میں رہتے ہوئے بسا اوقات گنجائش کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، ان میں بھی شہوت سے بچنے کی حتی الوسع کوشش ہو، جہاں تک منگیتر کو دیکھنے کا تعلق ہے تو چونکہ اس کا تعلق ازدواجی زندگی کی صحت کے ساتھ ہے اس لیے شریعت نے ایسی عورت کو دیکھنے کی گنجائش دی ہے جس کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کیا جائے، بلکہ امر مذکور مستحسن قرار دیا گیا ہے کہ مرد، عورت کو خفیہ طریقہ سے دیکھ لے، باقی اس کے سیرت وکردار ودیگر اخلاقی وتعلیمی امور ایسی چیزیں ہیں، جن کے بارے میں خاندان کی تجربہ کار عورتوں کے ذریعے حقیقت تک رسائی کی جا سکتی ہے، مگر خود دیکھنے میں مرد اس بات کا پابند ہے کہ چہرہ، ہتھیلی اور بعض ائمہ کے نزدیک قدم کو ایک ہی مرتبہ دیکھنے تک محدود رہے۔ نیز ضرورت کی بناء پر خفیہ دیکھنے کی اجازت مختلف حیلوں، بہانوں کے ذریعے ہو، تاکہ فتنہ وفساد پیدا نہ ہو۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

عن أنس أن المغيرة بن شعبة خطب امرأة فقال النبيﷺ :اذهب فانظر إليها فإنه أحدر أن يؤدم بينكما.(١)

ترجمہ: انسؓ سے روایت کی گئی ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ:''اس کے پاس جا کر اس کو دیکھ لو، بے شک یہ تم دونوں کے ہمیشگی کے لیے بہت بہتر ہے۔'' (یعنی ایسا نہ ہو کہ بعد میں آپ کو پسند نہ ہو)۔

وقال الحصكفيؒ :(وكذا مريد نكاحها) ولو عن شهوة بنية السنة لاقضاء الشهوة.........قال ابن عابدينؒ: لو اكتفى بالنظر إليها بمرة حرم الزائد، لأنه أبيح للضرورة، فيتقيد بها ....ويظهر من كلامهم أنه إذالم يمكنه النظر يجوزارسال نحوامرأة تصف له حالها بطريق الأولىٰ، ولوغيرالوجه، والكفين .(٢)

ترجمہ: علامہ حصکفیؒ نے فرمایا کہ:''اسی طرح (دیکھنا جائز ہے)'' یعنی کسی عورت کے ساتھ نکاح کا ارادہ کرنے والا اس عورت کو دیکھ سکتا ہے، سنت کی نیت سے نہ کہ شہوت کو پورا کرنے کی غرض سے۔۔۔۔۔ابن عابدینؒ فرماتے ہیں:''اگر ایک دفعہ دیکھنا کافی ہو تو پھر مزید دیکھنا حرام ہے، کیوں کہ یہ ضرورت کی وجہ سے مباح کیا گیا، پس ضرورت کی حد

(١)اعلاء السنن، كتاب الحظر والاباحة، جواز النظر الى المخطوبة:١٧/٤١٥

(٢)ردالمحتارعلى الدرالمختار، كتاب الحظروالإباحة، فصل في النظر والمس:٩/٥٣٢، ٥٣٣

تک معتبر ہوگا۔۔۔۔فقہائے کرام کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے اگر اس کی طرف دیکھنا ممکن نہ ہو تو اس کی طرف کسی دوسری عورت کو بھیجنا بطریق اولیٰ جائز ہے کہ وہ اس عورت کا حال بتادے، اگرچہ چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ ہو۔

❁❁❁

جس لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہو اس کو دیکھنا اور ملاقات کرنا

سوال نمبر(37):

اگر کسی لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کا ارادہ ہو تو اس کو دیکھنا اور اس سے ملاقات کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس میں بنیادی غرض لڑکی کے عادات واطوار سے واقفیت حاصل کرنا ہے۔

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جس عورت کو نکاح کا پیغام دینا مقصود ہو، اس کو پسند کرنے کی غرض سے ایک نظر دیکھنا مستحب ہے، بشرطیکہ لڑکی والوں کی طرف سے پیغام قبول کرنے کی توقع ہو، نیز دیکھتے وقت یہ احتیاط بھی لازم رہے، کہ مخطوبہ کو پتہ نہ چلے تاکہ پسند نہ آنے کی صورت میں ایک انسان کی حوصلہ شکنی اور تنقیص نہ ہو، لیکن ایسی عورت سے باتیں کرنا یا ملاقات کرنا قطعاً جائز نہیں، لڑکی کی سیرت وکردار کے بارے میں خاندان کی تجربہ کار عورتوں اور لڑکی کے ہمسایہ سے واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

(الخلوة بالأجنبية حرام).قال العلامة الشاميؒ: ولوأراد أن يتزوج امرأة، فلابأس أن ينظر إليها، وإن خاف الشهوة لقوله عليه السلام للمغيرة بن شعبة حين خطب امرأة :انظر إليها، فإنه أحرى أن يؤدم بينكما(رواه الترمذي)..........ولايجوزله أن يمس وجهها، ولا كفيها، وإن أمن الشهوة لوجوب الحرمة، وانعدام الضرورة والبلوى.(١)

ترجمہ:

اجنبی عورت سے خلوت حرام ہے۔علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہو تو اس کے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں، اگرچہ شہوت کا خوف ہو، کیونکہ جب مغیرہ بن شعبہؓ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا،

(١)رد المحتارعلى الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظرواللمس:٩/٥٢٩-٥٣٢

تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا، اس کو ایک نظر دیکھ لو، یہ دیکھنا زیادہ لائق ہے کہ تمہارے درمیان محبت ہو۔۔۔۔۔مرد کے لیے اس عورت کے چہرے یا ہتھیلی کو چھونا حرمت کے موجود ہونے اور ضرورت کے نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، اگرچہ شہوت سے مامون ہو۔

قال في الدرالمختار: ويندب......النظر إليها قبله. قال الشاميؒ: وهذا إذا علم أنه يجاب في نكاحها.(۱)

ترجمہ: اور نکاح سے پہلے مخطوبہ کو دیکھنا مستحب ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: یہ اس وقت ہے جب اس عورت کے نکاح کے بارے میں اس شخص (کے پیغام کا) قبول ہونا (متوقع) معلوم ہوتا ہے۔

❁❁❁

نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے لڑکے، لڑکی کی ملاقات کرنا

سوال نمبر (38):

زید کا فاطمہ سے نکاح ہو چکا ہے، لیکن ابھی تک رخصتی عمل میں نہیں آئی تو کیا زید فاطمہ سے سب کی موجودگی یا تنہائی میں ملاقات کر سکتا ہے؟ اور کیا مہر کی عدم ادائیگی اس میں رکاوٹ بن سکتی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے نکاح کرنے کے بعد لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کے لیے حلال ہو جاتے ہیں لہٰذا اگر واقعی زید اور فاطمہ کا شرعی اصولوں کے مطابق نکاح ہوا ہو، یعنی دو گواہوں کی موجودگی میں باقاعدہ ایجاب وقبول ہو چکا ہو، تو دونوں کا آپس میں ملاقات کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، البتہ جس علاقے میں نکاح کے بعد رخصتی سے قبل میاں بیوی کی ملاقات کو معیوب سمجھا جاتا ہو یا ملاقات سے ہمبستری میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو اور یوں پھر حمل کے قرار پا جانے کی صورت میں عزت وناموس پر بے جا حرف آنے کا اندیشہ ہو تو عزت اور نیک نامی کے تحفظ کی خاطر ملاقات سے گریز کرنا چاہیے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(هو) عند الفقهاء (عقد يفيد ملك المتعة) أي حل استمتاع الرجل من امرأة.(۱)

(۱) الدرالمختار على صدر ردالمحتار، كتاب النكاح: ٥٩/٤

ترجمہ: نکاح ایک ایسا عقد ہے، جو کہ ملک متعہ کا فائدہ دیتا ہے، یعنی مرد کا عورت سے فائدہ لینا حلال ہو جاتا ہے۔

❁❁❁

منگنی کے بعد منگیتر سے فون پر باتیں کرنا

سوال نمبر(39):

منگنی ہونے کے بعد میں نے اپنی منگیتر سے میسجز کے ذریعے رابطہ قائم کیا اور اب روزانہ فون پر باتیں ہوتی ہیں، کئی مرتبہ لڑکی والوں کو نکاح کروادینے کا پیغام بھیجا، لیکن ان کا کہنا ہے کہ وہ اتنی جلدی تیاری نہیں کر سکتے، جبکہ مجھے شادی کی شدید خواہش ہے۔ لڑکی والوں کی طرف سے مسلسل تاخیر کی بنا پر کیا میں لڑکی سے فون پر رابطہ جاری رکھ سکتا ہوں؟ کیا لڑکی والوں کو اس طرح تاخیر کرنے کی اجازت ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

منگنی کی حیثیت وعدہ نکاح کی ہے، اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، لہٰذا محض منگنی کے بعد اپنی منگیتر سے فون پر باتیں کرنا گویا اجنبی لڑکی سے باتیں کرنا ہے، جس کے ناجائز ہونے میں کوئی شک نہیں۔

آج کل شادیوں میں جو بے جا تکلفات کا رواج چل پڑا ہے، اس نے اس سیدھی سادھی سنت کو انتہائی مشکل اور پیچیدہ بنا دیا ہے۔ محض ان خرافات کے لیے تیاری کی بنا پر نکاح میں تاخیر شریعت کے منشا کے خلاف ہے، لڑکی والوں کے لیے کسی شرعی وجہ کے بغیر خواہ مخواہ نکاح میں تاخیر کرنا نامناسب اور شرعی تعلیمات کے منافی ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: إذا خطب إليكم من ترضون دينه، وخلقه، فزوجوه إلاتفعلوه تكن فتنةفي الأرض، وفساد عريض.(۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ: "حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب تمہیں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو ان سے (اپنی بیٹیوں) کی شادی کروا دو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں ایک فتنہ اور وسیع فساد برپا ہو جائے گا۔"

(۱) الجامع للترمذی، أبواب النكاح، باب ماجاء في من ترضون دينه زوجوه: ۱/۳۳٤

نکاح سے پہلے مرد وعورت کے لیے سیر وتفریح کے لیے جانا

سوال نمبر(40):

آج کل بعض لوگوں کا یہ نظریہ بنا ہے کہ کسی مرد وعورت کا آپس میں نکاح ہونے سے پہلے ان کو چاہیے کہ کسی تفریحی مقام پر کچھ دنوں کے لیے سیر کے لیے چلے جائیں، تا کہ وہاں اکٹھے رہ کر یہ اندازہ ہو سکے کہ ان کی آپس میں ذہنی ہم آہنگی ہے یا نہیں؟ اور جب دونوں کے خیالات کی ہم آہنگی ثابت ہو جائے تو نکاح کر لینا چاہیے، ورنہ نہیں کرنا چاہیے۔ سوال یہ ہے کہ اسلام میں نکاح سے پہلے مرد وعورت کے لیے مذکورہ مقصد کے تحت سیر وتفریح کے لیے جانے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

نکاح سے پہلے مرد وعورت ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہوتے ہیں۔ اور اسلام میں اجنبی مرد وعورت کے لیے ایک دوسرے سے گپ شپ یا ملاقات کرنا حرام ہے، چہ جائیکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ سیر وتفریح کے لیے نکلیں، یہ مغرب کی اندھی تقلید کا شاخسانہ ہے کہ آج مسلم معاشرہ میں بھی اس قسم کی بیہودہ تصورات پروان چڑھ رہے ہیں۔ کوئی بھی غیرت مند شخص قطعاً برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی اجنبی مرد کے ساتھ گھومے پھرے۔ اسلام میں اس قسم کی بے غیرتی کی کوئی گنجائش نہیں، ہاں اتنی اجازت ہے کہ اگر کسی جگہ نکاح کا ارادہ ہو تو نکاح سے پہلے اپنی متوقع منگیتر کو ایک نظر دیکھ لیا جائے، لیکن اس میں بھی اس بات کی رعایت ضروری ہے کہ لڑکا چپکے سے اس طریقے سے دیکھے کہ اسے یا اس کے گھر والوں کو مطلق خبر نہ ہو، یہ نہیں کہ کسی جانور کی خریداری کے وقت اس کو ٹٹولنے کی طرح لڑکی بھی دکھائی جائے، اور پسند نہ آنے پر رد کر دی جائے، کہ اس صورت میں ایک انسان کی تذلیل اور اہانت لازم آتی ہے، جس کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ واضح رہے کہ اگر اطمینان ہو رہا ہو تو اس ذکر کردہ طریقہ کو بھی رواج نہ بنایا جائے، تا کہ کسی موقع پر شر وفساد کا ذریعہ نہ بن جائے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

الخلوة بالأجنبية حرام .قال العلامة الشاميؒ:ولو أراد أن يتزوج امرأة فلابأس أن ينظر إليها.(١)

(١)رد المحتارعلى الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس:٩/٥٢٩-٥٣٢

ترجمہ:

اجنبی عورت سے خلوت حرام ہے۔علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ: ''اگر کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہو،تو اس کے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔''

لایجوزله أن يطلب من أولياء ها أن يحضروها بين يديه؛ لمافي ذلك من الاستخفاف بهم، و لايجوز ارتكاب مثل ذلك لأمر مباح، ولاأن ينظر إليها بحيث تطلع على رؤيته لها من غير إذنها، لأن المرأة تستحيي من ذلك، ويثقل نظر الأجنبي إليها على قلبها لما جبلها الله على الغيرة، وقديفضي ذلك إلى مفاسد عظيمة كمالايخفى، وإنما يجوز له أن يتخبالها وينظر إليها خفية، ومثل هذاالنظر يقتصر على الوجه، والكف، والقدم لايعدوها إلى مواضع اللحم، ولاإلى جميع البدن.(١)

ترجمہ:

مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ مخطوبہ کے اولیا سے لڑکی کو اپنے سامنے حاضر کرنے کا مطالبہ کرے، کیوں کہ اس میں ان کو شرمندگی وذلت لاحق ہوتی ہے اور ایک مباح کام کے لیے اس طرح کی حرکت جائز نہیں، اسی طرح مرد اپنی مخطوبہ کو اس طور پر بھی نہ دیکھے کہ اُسے اس بات کی خبر ہو کہ بلا اجازت مرد نے مجھے دیکھا ہے، کیونکہ عورت کو اس بات سے حیا آتی ہے اور ایک اجنبی کا اس کو دیکھنا اس کے دل پر شاق گزرتا ہے، بوجہ اس غیرت کے جو کہ اللہ نے اس کی فطرت میں ودیعت رکھی ہے، اور جیسا کہ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مرد کا عورت کو یوں کھلے عام دیکھنا کئی مفاسد کو جنم دیتا ہے، ہاں مرد کے لیے جائز ہے، کہ کہیں پوشیدہ جگہ بیٹھ کر اُس کو چھپکے سے دیکھ لے اور اس طرح کا دیکھنا صرف چہرے، ہتھیلی اور قدم تک منحصر ہو، ان اعضا سے تجاوز کرکے باقی سارے بدن کی طرف نہ دیکھے۔

❁❁❁

دوسری شادی کے لیے پہلی بیوی سے اجازت لینا

سوال نمبر(41):

ایک شخص کی بیوی روزانہ اس سے جھگڑتی رہتی ہے۔معمولی معمولی باتوں پر جھگڑنا اس کا معمول بن چکا ہے جس سے شوہر کی زندگی عذاب بن چکی ہے، بلکہ اب تو وہ میکے جا کر بیٹھ گئی ہے اور شوہر کے پاس واپس نہیں آرہی تو کیا

(١)اعلاء السنن، كتاب الحظروالاباحة، باب جواز النظر الى المخطوبة، ١٧/ ٤١٥، ٤١٦

ازروئے شریعت شوہر کو دوسری شادی کا حق حاصل ہے؟ دوسری شادی کے لیے کس کی اجازت ضروری ہے؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب و باللہ التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے ہر شخص کو بیک وقت چار عورتوں سے شادی (نکاح) کا حق حاصل ہے، تاہم ہر بیوی کا حقِ زوجیت، نان ونفقہ، سکنیٰ، ان کے درمیان عدل وانصاف، میانہ روی اور مساوات و برابری لازمی اور ضروری ہے، کیوں کہ شریعتِ مطہرہ نے تعددِ ازواج کو عدل کے ساتھ مشروط کر دیا ہے، پھر بھی ایک سے زائد شادیوں کے لیے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ ویسے خاندان کو چاہیے کہ پوری سوچ سمجھ اور حکمت عملی سے کام لے کر مصالحت کی کوشش کرے تاکہ خوشی وشادمانی کی زندگی بسر ہو سکے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

قول اللّٰہ عزّوجلّ: ﴿فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْافَوَاحِدَةً﴾(۱)

ترجمہ:

تو نکاح کرلو جو عورتیں تم کو خوش آویں دو دو، تین تین، چار چار پھر اگر ڈر و کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کرو۔



بیوی اور بچوں کے متاثر ہونے کی صورت میں دوسری شادی کرنا

سوال نمبر(42):

کیا کوئی شخص کسی شرعی حاجت اور تقاضائے نفس کے بغیر دوسری شادی کرسکتا ہے، جب کہ دوسری شادی کرنے سے اس کی پہلی بیوی کے حق تلفی اور بچوں کی تربیت پر فرق پڑنے کا واضح امکان نظر آ رہا ہو، شریعت ایسے نکاح کے بارے میں کیا ہدایات دیتی ہے؟

بیّنوا توٴجروا

(۱) النساء :۳

الجواب وباللہ التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ شرعی لحاظ سے ازواج میں تعدد جائز ہے، یعنی جہاں نکاح کرنے کی ترغیب آئی ہے وہاں ازواج (بیویوں) کی تعداد ایک سے بڑھ کر بالترتیب دو یا تین یا چار رکھنے کی بھی اجازت ہے، لیکن سب سے اہم بات اس میں یہ ہے کہ ایک سے زائد شادیوں کو عدل وانصاف قائم رکھنے کی شرط سے مشروط کر دیا گیا ہے، جہاں یہ شرط مفقود ہوگی وہاں شریعت کا حکم ایک ہی نکاح پر اکتفا کا ہے۔ تعددِ نکاح میں عدل وانصاف کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ روایات میں ایسے شخص کے بارے میں سخت وعید کا تذکرہ ہے جو ایک سے بڑھ کر نکاح کرلے اور پھر ان کے مابین عدل وانصاف قائم نہ رکھے۔ عدل کا دائرہ کار یہ ہے کہ بیویوں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر شب باشی کی جائے اور نان ونفقہ میں یکسانیت کا لحاظ رکھا جائے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر عدل وانصاف نہ رکھنے کا اندیشہ ہو تو ایک ہی نکاح پر اکتفا کر کے امتحان سے بچا جاسکتا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذالک:

أنه إذا خاف عدم العدل حرم عليه الزيادة على الواحدة.(١)

ترجمہ:

جب کوئی عدل نہ کرسکنے کا خوف کھائے تو اس پر ایک (بیوی) سے زائد (بیویاں رکھنا) حرام ہے۔

أي: وإن خفتم أن لاتعدلوا في نكاح المثنیٰ، والثلاث، والرباع بإيفاء حقوقهن، فانكحوا واحدة............الزيادة على الواحدة إلى الأربع عند القدرة على المعادلة.(٢)

ترجمہ:

یعنی اگر تم ڈرو کہ دو، تین یا چار کے ساتھ نکاح کر کے ان کے حقوق کی ادائیگی میں عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کرلو۔۔۔۔ایک عورت سے زیادہ سے چار تک نکاح کرنا عدل پر قدرت ہونے کی صورت میں جائز ہے۔

❁❁❁

---

(١) البحرالرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ٣/ ٣٨٠

(٢) بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في الجمع في الوطئ: ٣/ ٤٤٧

ان پڑھ، بے روزگار شخص کا مطالبہ نکاح

سوال نمبر(43):

اگر کوئی شخص ان پڑھ ہو، کوئی فن وہنر بھی نہیں جانتا ہو غیروں کے طمع وسوال کے سہارے جیتا ہو، بے روزگار ہو اور ساتھ ہی طبیعت میں سخت مزاجی ہو، ایسا شخص شادی کرنے کا پرزور مطالبہ کرے تو کیا وہ اس مطالبہ میں حق بجانب ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰه التوفیق :

نکاح ایک مسنون ومشروع عمل ہے جو ہر انسان کی ذاتی کیفیت اور حالات کے لحاظ سے الگ الگ احکامات رکھتا ہے، چنانچہ اس کے لازمی تقاضے، مہر ونفقہ اور ازدواجی جنسی تعلق قائم رکھنا ہے، ساتھ حسن معاشرت اور اولاد کی صحیح تربیت بھی ضروری امور ہیں، اگر کوئی شخص ان مذکورہ امور کی انجام دہی سے قاصر نظر آتا ہو تو انہی امور کا حصول اور ان کا پورا کرنا اس کی اولین ترجیح ہونی چاہیے، ورنہ عین ممکن ہے کہ شادی کرکے وہ ظلم وجبر اور حقوق کی عدم ادائیگی کا مرتکب ہو جو کہ گناہ ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

قوله:(فإن تيقنه) أي تيقن الجور حرُم، لأن النكاح إنما شرع لمصلحة تحصين النفس، وتحصيل الثواب، وبالجور يأثم، ويرتكب المحرمات، فتنعدم المصالح.(١)

ترجمہ: اگر اس کو ظلم ہونے کا یقین ہو (تو حرام ہے) کیونکہ نکاح نفس کی تحصین اور ثواب کے حصول کے لیے مشروع کیا گیا ہے اور ظلم سے تو وہ گناہگار ہوگا اور ممنوع امور کا ارتکاب کرے گا تو مصالح ختم ہو جائیں گے۔

❁❁❁

نکاح میں کسی کی رضا کی شرط رکھنا

سوال نمبر(44):

کیا نکاح کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا جاسکتا ہے، مثلاً بعض اوقات کسی نامعلوم امر کو فوری طور پر معلوم نہیں کیا

(١) ردالمحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، مطلب كثيراً ما يتساهل في ......: ٤/ ٦٦

جا سکتا، جبکہ رشتہ طے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ جلد کرنا ہوتا ہے ایسے میں اگر یوں کہا جائے کہ اگر ایسا ہو تو میں نے نکاح کیا، ایسی صورت میں نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شرعی نقطہ نگاہ سے نکاح یقینی امور میں سے ہے، اس کا ہونا یا نہ ہونا معلوم ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ نکاح کو کسی ایسی شرط پر معلق نہیں کیا جا سکتا، جس میں نکاح کے انعقاد و عدم انعقاد کا احتمال ہو۔

صورتِ مسؤلہ میں نکاح پڑھاتے وقت جملہ امور یقینی طور پر نمٹا کر نکاح کرانے یا نہ کرانے کا فیصلہ کیا جائے، شرط کے ساتھ معلق و مشروط نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

(والنكاح لا يصح تعليقه بالشرط) كتزوجتك إن رضي أبي، لم ينعقد النكاح.(١)

ترجمہ:

(نکاح کی شرط کے ساتھ تعلیق صحیح نہیں) مثلاً میں نے آپ سے نکاح کرلیا، اگر میرا باپ راضی ہو، اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔



وکیل کا مؤکل کی طرف سے قبول کرنا

سوال نمبر(45):

نکاح کے موقع پر لڑکی کے والد نے وکیل کی حیثیت سے کہا کہ: ''میں نے اپنی بیٹی، خالد کے بیٹے احمد کو اتنے روپے مہر کے عوض نکاح پر دے دی'' اور لڑکے کے باپ نے بحیثیت وکیل کہا کہ: ''میں نے قبول کر لی'' تو اس لڑکی کا نکاح خالد اور احمد میں سے کس کے ساتھ ہوا ہے؟

بیّنوا توجروا

(١) الدرالمختار علیٰ صدرردالمحتار، کتاب النكاح: ١٥١/٤

الجواب وباللہ التوفیق:

فقہی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ نکاح کی مجلس میں جب کسی عاقد کا وکیل مؤکل کی طرف سے قبول کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے یہ کہے کہ:''میں نے قبول کرلی'' تو یہ نکاح مؤکل کے حق میں نافذ ہوگا۔

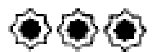
صورتِ مسئولہ میں جبکہ لڑکی کے والد نے ایجاب میں یہ کہا ہے کہ:''اس نے اپنی بیٹی خالد کے بیٹے احمد کو نکاح پردے دی'' اور خالد نے بحیثیتِ وکیل اس ایجاب کے جواب میں کہا کہ:''میں نے قبول کرلی'' تو اس لڑکی کا نکاح احمد سے ہوا ہے نہ کہ خالد سے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

لوقال هب ابنتك لفلان، فقال الأب: وهبت مالم يقل الوكيل قبلت لايصح، وإذاقال: قبلت فإن قال لفلان صح النكاح للموكل، وإن قال مطلقا قبلت يجب أن يصح أيضاللموكل .(١)

ترجمہ:

اگر وکیل کسی کو کہے کہ:''اپنی بیٹی فلاں کو دے دو'' اور باپ کہے کہ:''میں نے دے دی'' تو جب تک وکیل یہ نہ کہے کہ:''میں نے قبول کرلی'' نکاح صحیح نہ ہوگا اور جب وکیل کہے کہ:''میں نے قبول کرلی'' تو اگر اس نے کہا کہ فلاں کے لیے قبول کرلیا تو نکاح مؤکل کے لیے صحیح ہوجائے گا اور اگر اس نے (مؤکل کا ذکر کیے بغیر) مطلقاً قبول کرلی' کہا تب بھی نکاح مؤکل کے حق میں صحیح ہوگا۔



ایک شخص کا طرفین سے ولی بن جانا

سوال نمبر(46):

بعض اوقات جب نکاح قریبی رشتہ داروں کے درمیان ہوتا ہے، تو خاندان کا کوئی معزز فرد دونوں طرف سے ولی ہوتا ہے یا کسی کا ایک ولی ہوتا ہے جب کہ دوسری جانب سے اسے وکالت مل جاتی ہے، ایسی صورت میں ایجاب و قبول کیسے کرایا جائے؟ جب کہ ایجاب وقبول تو طرفین کا فعل ہوتا ہے۔

بیّنوا توجروا

(١) البحر الرائق، کتاب النکاح، تحت قوله (وينعقد بإيجاب وقبول):١٤٦/٣

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ نکاح کے انعقاد کے لیے ایجاب وقبول ضروری ہے، جو کہ طرفین وعاقدین کا فعل ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایجاب وقبول دو الگ الگ افراد، الگ الگ الفاظ سے کہیں، بلکہ بعض صورتوں میں ایک شخص ایجاب وقبول کراسکتا ہے، جیسا کہ صورتِ مسؤلہ میں ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص لڑکا اور لڑکی دونوں کا ولی ہو یا کسی ایک طرف کا ولی اور دوسری طرف کا وکیل ہو تو یہی ایک شخص دونوں حیثیات کا حامل ہو کر اس طرح ایجاب وقبول کرلے گا کہ: ’’میں نے فلاں لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے سے کردیا‘‘ یہی الفاظ ایجاب وقبول کہلائیں گے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

وکذا لوکان الواحد وکیلا من الجانبین، أو ولیا من جانب، ووکیلا من جانب .... فإن في هذه المسائل ینعقد النکاح بلفظ واحد، و یکون اللفظ الواحد إیجابا و قبولا.(۱)

ترجمہ:

اور یوں اگر ایک ہی شخص دونوں کا وکیل ہو یا ایک طرف کا ولی اور دوسری طرف کا وکیل ہو۔۔۔۔۔ان مسائل میں ایک ہی لفظ سے نکاح منعقد ہوجائے گا۔یہی ایک لفظ ایجاب وقبول کہلائے گا۔

ینعقد النکاح بلفظ واحد إذا کان العاقد ولیا للصغیرین بأن کان جدا لهما، أو عما لهما، فقال زوجت فلانة من فلان .(۲)

ترجمہ:

نکاح ایک ہی لفظ سے منعقد ہوگا، جب عاقد دونوں چھوٹوں کا ولی ہو، اسی طرح کہ دونوں کا دادا ہو یا چچا ہو، پس وہ کہے کہ: ’’میں نے فلاں کی شادی فلاں سے کرادی‘‘۔



(۱)الفتاوی التاتارخانیة، کتاب النکاح، الفصل الأول:۲/۴۳۲

(۲)الفتاوی التاتارخانیة، کتاب النکاح، الفصل الأول:۲/۴۳۱

آزادی وغلامی کا بیویوں کی تعداد پر اثر

سوال نمبر(47):

شریعت نے ایک آزاد انسان کو چار بیویاں رکھنے میں ان کی آزادی وغلامی کے لحاظ سے کیا اصول مقرر کیے ہیں۔ چار کی تعداد میں مجموعہ سے تجاوز کرنا منع ہے یا ہر ایک نوع (آزاد اور لونڈی) سے چار چار بیویاں رکھنا جائز ہے۔ شرعی نقطۂ نظر سے واضح فرمادیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

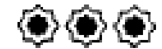
اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت نے نہ صرف انسان کو بیک وقت چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے، بلکہ ازواج میں تفرد وتعدد کے لحاظ سے ایک سے بڑھ کر بالترتیب دو دو، تین تین اور چار چار بیویاں رکھنے کو مقدم رکھا ہے، اگرچہ تعددِ ازواج کو عدل وانصاف کے قیام کے ساتھ مشروط کردیا ہے۔ بیویوں میں چار کی تعداد آزاد و لونڈی عورتوں میں ایک ہی طرح ہے، چنانچہ بیویاں چاہے آزاد ہوں یا لونڈیاں بیک وقت انہیں چار سے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ یاد رہے کہ آزاد عورتوں کے نکاح میں موجودگی کی صورت میں لونڈی عورت کو نکاح میں لانا روایات کی رو سے ممنوع ہے، البتہ پہلے سے موجود لونڈی بیویوں کے بعد آزاد عورت کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی قباحت نہیں، مجموعی طور پر نکاح کرتے وقت تعداد چار سے نہ بڑھے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

و للحر أن يتزوج أربعا من الحرائر، والآماء، وليس له أن يتزوج أكثر من ذلك.(١)

ترجمہ:

آزاد مرد، آزاد عورتوں اور لونڈیوں میں سے چار سے شادی کرسکتا ہے، اس سے زیادہ عورتوں سے نکاح نہیں کرسکتا۔



(١) الهداية، كتاب النكاح: ٣٣١/٢

وکیل کی بجائے بھائی کا ایجاب وقبول کرادینا

سوال نمبر (48):

کیا فرماتے ہیں علماء شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کسی اجنبی شخص کو نکاح کا وکیل بنائے، وہ شخص مجلسِ نکاح میں موجود ہو کہ اس منکوحہ کا بھائی اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرے تو کیا وکیل کے ہوتے ہوئے بھائی کے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوتا ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعت کی رو سے بالغہ باکرہ اپنے نکاح میں خودمختار ہوتی ہے، اس وجہ سے اگر وہ ایک شخص کو وکیل نہ بنائے اور وہ شخص بذات خود عورت کی طرف سے ایجاب یا قبول کرلے یا ولی اس کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کردے تو وہ اجازت پر موقوف رہے گا، البتہ اگر وہ کسی کو وکیل بنائے اور وہ وکیل نکاح کرائے تو صحیح ہوگا۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں عورت نے کسی اجنبی آدمی کو وکیل بنایا ہو اور وہ مجلس میں موجود ہو تو ایجاب وقبول اس وکیل کی ذمہ داری ہے، اگر عورت کے بھائی نے بغیر اجازت کے نکاح کیا ہو تو وہ عورت کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ تاہم وکیل کی خاموشی کی صورت میں بھائی کا نکاح کرنا یا منکوحہ کو بھائی کے ایجاب وقبول کا علم ہونے کے باوجود خاموش رہنے کی صورت میں نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

(سئل) في بكر بالغة عاقلة رشيدة زوجها أبوها رجلا بلا إذنها، ولا وكالة عنها، فردت النكاح حين بلغها فورا، فهل يرتد بردها، والحالة هذه، (الجواب) نعم.(١)

ترجمہ:

(سوال کیا گیا کہ) کسی بالغہ عاقلہ، باکرہ سمجھدار لڑکی کا نکاح اس کا باپ اس کی اجازت کے بغیر کسی شخص سے کرادے، جب کہ اس نے اسے وکیل بھی نہیں بنایا اور پھر جب اسے خبر پہنچے تو نکاح کو فوراً رد کردے، کیا اس کے رد کرنے سے نکاح رد ہوجائے گا، جب کہ صورت حال یہ ہو؟ (الجواب) جی ہاں۔

(١) تنقيح الحامدية، كتاب النكاح، مسائل منثورة من أبواب النكاح: ١/ ٣٠

نکاح میں عقدِ وکالت پر گواہ

سوال نمبر(49):

ہمارے ہاں نکاح کے دوران نکاح خواں لڑکی سے اس کے وکیل کے بارے میں دریافت کرنے کے لیے ایک آدمی دو گواہوں سمیت بھیجتا ہے۔کیا اس وقت اس آدمی کے ساتھ دو گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نکاح کے وقت کم از کم دو گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔عورت سے اس کے وکیل کے بارے میں دریافت کرنا یا اختیار لینا گواہوں کی موجودگی پر موقوف نہیں، البتہ اگر اس دوران بھی دو گواہ موجود ہوں تو بہتر ہے تاکہ بصورت انکار گواہی کی ضرورت پڑنے پر وہ گواہی دے سکیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

واعلم أنه لاتشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح، بل علىٰ عقد الوكيل، وإنماينبغي أن يشهد على الوكالة إذاخيف جحد الموكل إياها.(۱)

ترجمہ: جان لو کہ نکاح کا وکیل مقرر کرتے وقت گواہ بنانا (صحت نکاح کے لیے) شرط نہیں، اور اگر خوف ہو کہ بعد میں موکل عقد وکالت سے انکار کر بیٹھے گا تو اس وقت عقد وکالت پر گواہ بنانا بہتر ہے۔



وکیل نکاح کا اپنے لیے ایجاب وقبول کرنا

سوال نمبر(50):

زید نے فاطمہ سے عمر کے ساتھ نکاح کے لیے اجازت لی، جو کہ فاطمہ نے دے دی، لیکن نکاح کراتے وقت نکاح خواں نے زید سے یہ نہیں کہا کہ: ''تو نے فاطمہ کو بعوض اتنے مہر کے عمر کے نکاح میں دے دیا ہے'' بلکہ صرف یہ کہا کہ: ''تو نے فاطمہ کو بعوض اتنے مہر کے قبول کیا ہے'' زید نے کہا کہ: ''قبول کیا تھا، قبول کیا ہے'' یہ نسبت غلطی سے ہوئی، بعد

(۱)رد المحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح: ٤/٢٢١، ٢٢٢

میں دوبارہ عمر کے لیے صحیح ایجاب وقبول کرایا گیا۔ پہلے الفاظ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

نکاح کے بارے میں وکالت نبھانے کے اصول دیگر معاملات سے الگ ہیں۔ نکاح میں کوئی عورت کسی شخص کو اپنا نکاح کروانے کا وکیل بنائے، تو وہ اپنے ساتھ اس عورت کا نکاح نہیں کرا سکتا، بالخصوص جب عورت کی جانب سے وہ شخص متعین ہو جس کے ساتھ نکاح کروایا جا رہا ہو۔

صورت مسئولہ میں مذکورہ عورت نے مخصوص شخص کے ساتھ نکاح کروانے کے لیے زید کو وکیل بنایا تو زید کا نکاح اس عورت کے ساتھ منعقد نہیں ہوتا، چاہے الفاظ قصداً کہے ہوں یا غلطی سے، لہٰذا دوبارہ کہے گئے الفاظ اور کرائے گئے نکاح کا اعتبار ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

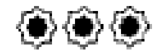
(بخلاف مالو وكلته بتزويجها من رجل، فزوجها من نفسه) لأنها نصبته مزوجا لامتزوجا. وقال العلامة الشامي: (قوله من رجل) أي غيرمعين، و كذاالمعين بالأولىٰ.(١)





ترجمہ:

بخلاف اس صورت کے کہ عورت کسی کو کسی شخص کے ساتھ اپنا نکاح کروانے کا وکیل بنائے اور وہ اپنے ساتھ نکاح کرا دے (یہ جائز نہیں) کیونکہ اس نے اسے نکاح کروانے والا بنایا ہے نکاح کرنے والا نہیں اور علامہ شامی نے فرمایا کہ ان کا یہ کہنا کہ مراد غیر معین آدمی ہے اسی طرح اگر معین آدمی ہو تو بطریقِ اولیٰ جائز ہے۔



عقدِ نکاح میں والد کی بجائے مربّی کے حوالہ سے دولہا کا تعارف کرا دینا

سوال نمبر(51):

زید کو اس کے والد نے بچپن میں کسی دوست کے حوالہ کیا۔ اس شخص نے اس کی پرورش کی تو اس کا بیٹا کہلایا، چنانچہ زید کے نکاح میں ایجاب وقبول کرتے وقت اس کے نام کے ساتھ بطور تعارف حقیقی والد کی بجائے اس

(١) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الكفاءة:٤/٢٢٨

کے مربی کا نام بطور والد ذکر کیا گیا کیونکہ وہ اس شخص کا بیٹا ہونے کے حوالے سے مشہور تھا۔ شرعی نقطہ نظر سے ایسے تعارف کے ساتھ اس کا نکاح درست ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے نکاح میں زوجین کا تعارف ضروری امر ہے، تاکہ وہ دیگر افراد سے الگ اور ممتاز ہو سکیں۔ ان کی ذات سے متعلق کسی قسم کا ابہام یا جہالت نکاح پر منفی اثر ڈالتا ہے، اس لیے فقہائے کرام نے زوجین کے تعارف میں ان کے آباء کا ذکر مناسب قرار دیا ہے۔ تعارف کا یہی طریقہ بہترین ہے، تاہم اگر کسی کے تعارف میں اس کی حقیقت یا حقیقی نام یا باپ کی حقیقت یا حقیقی نام کی بجائے ان کا تعارف کسی ایسے طریقے سے کر لیا جائے، جس طریقے سے وہ عام طور پر متعارف اور پہچانے جاتے ہوں تو یہی طریقہ قابل اختیار ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ باپ سے نسبت کر کے مربی کا تذکرہ مزید تعارف کے لیے ہو۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر کوئی لڑکا اپنے والد کی بجائے مربی کی نسبت سے زیادہ شہرت اور پہچان رکھتا ہو تو نکاح میں مربی کے حوالے سے نکاح صحیح اور منعقد ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

(ومنها)أن يكون الزوج، والزوجة معلومين، فلوزوج بنته، وله بنتان لا يصح إلا إذا كانت إحداهما متزوجة، فينصرف إلى الفارغة، كذا في النهر الفائق. جارية سميت في صغرها باسم، فلما كبرت سميت باسم آخر، قال تزوج باسمها الآخر إذا صارت معروفة باسمها الآخر، والأصح عندي أن يجمع بين الاسمين، كذا في الظهيرية.(۱)

ترجمہ: نکاح کے شرائط و آداب میں سے یہ بھی ہے کہ شوہر اور بیوی معلوم ہو، پس اگر کسی نے اپنی بیٹی کا نکاح کرایا اور اس کی دو بیٹیاں ہوں تو نکاح صحیح نہیں، البتہ اگر ان دونوں میں سے ایک شادی شدہ ہو تو نکاح غیر شادی شدہ کی طرف لوٹے گا۔ النہر الفائق میں بھی یوں ہے۔ کوئی لڑکی ایسی ہو کہ اس کے بچپن میں اس کا کوئی نام رکھ دیا گیا ہو، جب وہ بڑی (بالغہ) ہوئی تو کوئی دوسرا نام رکھ دیا گیا۔ کہا ہے کہ اس کی شادی اسی دوسرے نام سے کی جائے گی، جب اسی

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۱/ ۲۷۰

دوسرے نام سے مشہور ہو،اور میرے نزدیک صحیح ترین یہ ہے کہ دونوں ناموں کو اکٹھا (ذکر) کیا جائے۔

❁❁❁

معین شخص سے بیٹی کا نکاح نہ کرانے کی قسم اٹھانا

سوال نمبر(52):

ایک شخص سے اس کی بیٹی کا رشتہ کسی رشتہ دار کے لیے مانگا جارہا تھا،لیکن لڑکی کے والد نے قسم کھا کر رشتہ دینے سے انکار کردیا کہ اگر میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اس لڑکے سے کردیا تو مجھ پر بیوی تین طلاق ہوگی، حالانکہ لڑکی اور اس کا خاندان اسی رشتہ پر راضی ہیں،لیکن والد اپنے قسم سے مجبور ہے،ایسی صورت میں یہ رشتہ طے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

بيّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر لڑکی کا والد بذات خود یا کسی اور کے ذریعے اپنی بیٹی کا نکاح اسی لڑکے سے کرائے،جس کے رشتے سے انکار کردیا ہے تو طلاق واقع ہوکر بیوی مطلقہ مغلظہ بن جائے گی،البتہ اگر اس کی اجازت کے بغیر لڑکی بذات خود نکاح اسی لڑکے سے کرلے یا والد کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نکاح کرادے، والد کا اس میں کوئی عمل دخل نہ ہو اور نہ کوئی مثبت کردار ہو، اگرچہ بعد میں والد اجازت دے دے تو ایسی صورت میں شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

والدّليل علىٰ ذلك:

وفي نوادر هشام عن محمد فيمن حلف بطلاق امرأته ثلاثاً أن لايزوج بنتاله صغيرة، فزوجها رجل والأب حاضر ساكت، وقبل الزوج، ثم أجازالأب لايحنث.(۱)

ترجمہ:

نوادر ہشام میں محمدؒ سے اس شخص کے بارے میں منقول ہے جو اپنی چھوٹی بیٹی کے نکاح کرنے پر حلفاً اپنی بیوی کو تین طلاق کہے اور کوئی دوسرا شخص اس لڑکی کا نکاح کرادے اور والد حاضر ہوکر خاموش ہو اور شوہر قبول کرلے،اس کے بعد والد اجازت دے دے،تو حانث نہیں ہوگا (یعنی طلاق واقع نہیں ہوگی)۔

---

(۱)الفتاوى الهندية، كتاب الأيمان، الباب الثامن في اليمين في البيع:۲/ ۱۱۸

وٹہ سٹہ کا نکاح

سوال نمبر(53):

بعض علاقوں میں شغار(وٹہ سٹہ) کا رواج ہے،ایک لڑکی دوسری لڑکی کے نکاح کے بدلے میں دی جاتی ہے اور دونوں لڑکیوں کا باقاعدہ شرعی نکاح کر دیا جاتا ہے،لیکن دونوں کو مہر کے حق سے محروم رکھا جاتا ہے،ہرایک دوسرے کا بدل سمجھی جاتی ہے،ایسے نکاح کے بارے میں شریعت کا حکم واضح کر دیجیے۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

دولڑکیوں کا آپس میں بطور تبادلہ،نکاح کرانا اس وقت کی رسم ہے جس وقت عورت معاشرہ کا ایک معطل فرد سمجھی جاتی تھی،جب کہ شریعتِ مطہرہ نے عورتوں کو مستقل حقوق دے کر انہیں عظمت اور تقدس کی نعمت سے نوازا اور ان کے نکاح کے وقت مہر کو لازم قرار دیا،لہٰذا تبادلہ کی ایسی کسی صورت کا اعتبار ہے اور نہ ہی کوئی آزاد انسان مالی معاوضہ بن سکتا ہے،اس لیے شغار(وٹہ سٹہ) کی قباحت وشناعت میں کوئی شک نہیں۔

البتہ یہ الگ مسئلہ ہے کہ شغار میں دی ہوئی عورتوں کا نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ فقہ حنفی کی رو سے جہاں کہیں نکاح کے انعقاد کے وقت باقاعدہ ایجاب وقبول ہو تو حق مہر کے تذکرے کے بغیر کسی غیر مال کو مہر قرار دینے یا حق مہر کی نفی کے باوجود نکاح بہر حال منعقد ہو جاتا ہے اور مہر مثل واجب ہو جاتا ہے،لہٰذا شغار(وٹہ سٹہ) کی صورت میں نکاح منعقد ہو کر مہرِ مثل واجب رہے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

وإذا زوّج الرجل بنته على أن يزوجه المتزوج بنته، أو أخته ليكون أحد العاقدين عوضاً عن الآخر، فالعقدان جائزان، ولكل واحدة منهمامهر مثلها........... ولنا أنه سمى مالايصلح صداقاً فيصح العقد، ويجب مهر المثل، كما إذا سمى الخمر والخنزير.(١)

ترجمہ:

اور جب ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر کرادے کہ شادی کرنے والا اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس سے کرادے،

(١)الهداية، كتاب النكاح، باب المهر:٢/٣٤٨،٣٤٩

تاکہ دونوں عاقد ایک دوسرے کا عوض بن جائیں تو دونوں عقد (نکاح) جائز ہیں اور ہر ایک کیلیے مہر مثل واجب رہیگا۔۔۔۔۔۔اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو چیز مہر نہیں بن سکتی، اسے مہر بنالی گئی ہے، اس لیے عقد صحیح رہے گا اور مہر مثل واجب ہوگا، جیسا کہ خمر اور خنزیر کو (مہر کے طور پر) متعین کردیا جائے (تب بھی یہی حکم ہے)۔

❁❁❁

نکاح کو معلق کرنا

سوال نمبر(54):

ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ: ''اگر تم فلاں کام کرلو تو سمجھو میں نے اپنی بیٹی آپ کے نکاح میں دے دی'' اس شخص نے وہ کام کرلیا۔ اب نکاح کرانے کا مطالبہ کررہا ہے، لیکن لڑکی کا والد انکار کررہا ہے تو کیا اس کا یہ مطالبہ صحیح ہے اور یہ نکاح ہونا چاہیے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

شرعی لحاظ سے نکاح کے منعقد ہونے کیلیے ایجاب وقبول ہے جو کہ نکاح کا رکن ہے، لہٰذا نکاح کسی ایسے امر کا متحمل نہیں ہوسکتا، جس پر نکاح کو معلق کردیا جائے۔

صورت مسؤلہ میں کسی کام پر نکاح کی تعلیق صحیح ہے اور نہ ہی یہ تعلیق نکاح میں مؤثر ہے، البتہ اسے وعدہ نکاح کہا جاسکتا ہے، جس کی ایفا اس کی اخلاقی ذمہ داری ہے، اگر کوئی شرعی معقول عذر نہ ہو تو وعدہ پورا کرلینا چاہیے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بالغہ لڑکی پر والد جبر نہیں کرسکتا۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

والنكاح لا يحتمل التعليق.(١)

ترجمہ:

نکاح تعلیق کا احتمال نہیں رکھتا۔

❁❁❁

(١) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، قبيل باب الولي: ٤/١٥٢

متحقق وموجود امر پر نکاح کو معلق کردینا

سوال نمبر(55):

ایک بالغ لڑکی کا نکاح ہونے لگا تو ایجاب وقبول کے وقت اس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ میرا بڑا بھائی میرے اس نکاح پر راضی ہے یا نہیں، لیکن اسے بروقت علم نہ ہوسکا، اگرچہ گھر والوں نے یہ یقین دہانی کرادی کہ وہ راضی ہے، چنانچہ اس نے نکاح قبول کرتے ہوئے اس شرط کا اضافہ کیا کہ اگر میرا بھائی راضی ہو تو بعد میں اسے بھی معلوم ہوگیا کہ بھائی کو معلوم بھی تھا اور وہ راضی بھی تھا۔ نکاح مذکورہ کا حکم واضح کردیں۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

نکاح کا انعقاد اگرچہ کسی شرط پر معلق ہونا قبول نہیں کرتا، لیکن کوئی ایسا امر شرط قرار پائے جو پہلے سے موجود اور واقع ہو تو ایسے امر کے شرط ہونے پر نکاح فوری طور پر منعقد ہوجاتا ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ لڑکی کا بھائی (پہلے ہی سے) راضی ہو تو شرط متحقق ہونے کی وجہ سے نکاح منعقد ہوچکا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(إلا أن یعلقه بشرط) ماض (کائن) لامحالة (فیکون تحقیقا) فینعقد في الحال.(١)

ترجمہ:

مگر جب ایسے امر پر معلق کردے، جو یقینی طور پر پہلے سے موجود ہو تو یہ متحقق ہوگا پس اسی وقت منعقد ہوگا۔

❁❁❁

منگنی توڑنے کا طریقہ

سوال نمبر(56):

جس عورت کی منگنی ہوجائے اور رخصتی نہ ہوئی ہو، ایسی عورت کے ساتھ اگر شوہر نباہ نہ کرنا چاہے، تو اس رشتہ کو ختم

---

(١) الدرالمختار علی ردالمحتار، کتاب النکاح، قبیل باب الولي: ١٥٢/٤

کیسے کیا جائے؟ کیا نکاح منعقد ہوکر طلاق کی ضرورت پڑے گی؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نکاح طرفین کے ایجاب وقبول کے صریح الفاظ دو گواہوں کے سامنے کہنے سے منعقد ہو جاتا ہے، جس میں نکاح کی نیت کرنا بھی ضروری نہیں، اگر صرف رسمی جملے یا نکاح کے کنائی الفاظ بول کر کسی عورت کو کسی مرد کی طرف منسوب کرنے کی بات ہو جائے اور ان کا آپس میں نکاح کرانے کا وعدہ ہو جائے تو پھر یہ عمل نکاح نہیں کہلاتا اور اگر نیت نکاح ہی کی ہو اور گواہ بھی موجود ہوں اور ایجاب وقبول کنائی الفاظ کے ذریعے ہو جائے، تو اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا، البتہ گواہوں کا نکاح باندھنے کے اس عمل سے آگاہ ہونا ضروری ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر منگنی میں صرف وعدہ نکاح ہو تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ رشتہ ختم کرانا ہو تو طلاق کی ضرورت نہیں، صرف زبانی طور پر یا عملی طور پر ختم کرنے کا مظاہرہ کیا جا سکتا ہے، البتہ وعدہ خلافی کے گناہ کا ارتکاب ضرور لازم آئے گا۔ طرفین راضی نہ ہوں تو فتنہ وفساد کا احتمال ہے، اس لیے شریعت اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی اور اگر ایجاب وقبول کر کے نکاح مذکورہ طریقے سے پڑھایا گیا ہو تو طلاق کے بغیر نکاح ختم نہیں ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

قال في شرح الطحاوي:لو قال هل أعطيتنيها، فقال أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان للعقد فنكاح.(١)

ترجمہ:

طحاوی کی شرح میں مصنف نے فرمایا کہ: ''اگر ایک شخص نے یوں کہا: ''تو نے مجھے لڑکی دے دی'' اور اس نے کہا کہ: ''میں نے دے دیا'' تو دیکھا جائے گا کہ مجلس وعدہ کا ہے تو یہ وعدہ ہوگا اور اگر مجلس عقد کا ہے تو یہ نکاح ہوگا۔

❁❁❁

(١) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، مطلب كثيراما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة: ٧٢/٤

منگیتر کی ماں سے ملنا

سوال نمبر(57):

ایک لڑکے کی منگنی ہوچکی ہے،لیکن نکاح ابھی تک نہیں ہوا،کیا نکاح سے پہلے وہ منگیتر کی ماں سے مل سکتا ہے اوراس سے بات چیت کرسکتا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

اگر منگیتر کی ماں لڑکے کے محرمات ابدیہ میں سے ہوتو نکاح سے پہلے اور نکاح کے بعد کا حکم ایک ہی رہے گا، یعنی اس سے میل جول اور ملاقات میں کوئی حرج نہیں،لیکن اگر وہ عورت اس کے محرمات ابدیہ میں سے نہ ہوتو نکاح سے پہلے اگر چہ اس کی منگنی ہوچکی ہو،لیکن منگیتر کی ماں سے ملنا عام اجنبی خواتین سے ملاقات کے مترادف ہے، کیوں کہ یہ اس کے لیے اجنبی کا حکم رکھتی ہے،البتہ اگر وہ عورت عمر رسیدہ ہو،غیر مشتہاۃ ہوتو شرعاً اس کے ساتھ ملنے کی گنجائش پائی جاتی ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

ولا یحل له أن یمس وجهها، ولا کفها، وإن کان یأمن الشهوة، وهذا إذا کانت شابة تشتهي فإن کانت لا تشتهي لاباس بمصافحتها، ومس یدها..........ثم أن محمدا رحمه اللّٰه تعالی أباح المس للرجل إذا کانت المرأة عجوزا.(۱)

ترجمہ:

اوراسے یہ جائز نہیں کہ اجنبی عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو چھولے،اگر شہوت کا ڈر نہ بھی ہو، یہ اس وقت ہے جب کہ عورت ایسی جوان ہو کہ اسے شہوت آئے اور اگر شہوت نہ آئے تو اس کے ساتھ مصافحہ کرنے اور اس کے ہاتھ کو چھونے میں کوئی حرج نہیں۔۔۔۔پس امام محمدؒ نے بوڑھی عورت کے چھونے کو آدمی کے لیے جائز قرار دیا ہے۔

❁❁❁

(۱)الفتاوی الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب الثامن:۵/۳۲۹

نکاح کے بعد رضاعت کا دعویٰ

سوال نمبر(58):

اگر باقاعدہ ایجاب وقبول کے ذریعے گواہوں کی موجودگی میں نکاح ہوجائے۔البتہ رخصتی نہ ہوئی ہو،اس دوران کسی عورت کا یہ دعویٰ سامنے آجائے کہ میں نے ان دونوں کو مدتِ رضاعت میں دودھ پلایا تھا۔عورت کے پاس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے گواہ نہیں،لیکن وہ قسم کے لیے تیار ہو تو مذکورہ دعویٰ سے نکاح پر کیا اثرات پڑیں گے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ لڑکے اورلڑکی دونوں کی مدتِ رضاعت میں ایک عورت کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے،جس سے ان کے مابین نکاح حرام ہوجاتا ہے،لیکن چوں کہ حرمتِ رضاعت کا تعلق یقینی امور سے ہے جس کے ثبوت کے لیے قطعی دلیل کی ضرورت ہے،روایتی دعوے اور محض چہ مہ گوئیوں سے اسکا ثبوت نہیں ہوتا۔

لہٰذا (مذکورہ صورتِ حال میں) شریعت کی رو سے اگر کوئی عورت کسی لڑکی اور لڑکے کی جانب رضاعت کی نسبت کردے تو اس کا یہ دعویٰ تب صحیح اور قابل عمل سمجھا جائے گا جب وہ اپنے دعویٰ کو شرعی طریقے سے ثابت کردے، ورنہ محض دعوی کرنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا،البتہ نکاح سے قبل اگر کوئی اس طرح کا دعوی بلا اثبات سامنے آجائے اور مدعیہ دیانت دار ہو اور اس کی بات سے دل میں کھٹکا محسوس ہو تو نکاح نہ کرانا ہی بہتر ہے،لیکن اگر نکاح ہو چکا ہو (جیسا کہ صورتِ مسئولہ میں ہے) اور دعویٰ بلا ثبوت ہو تو نکاح بحال خود برقرار رہے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

ولا یجوز شھادة امرأة واحدة علی الرضاع أجنبیة کانت، أوأم أحد الزوجین(۱)

ترجمہ:

ایک عورت کا رضاعت کی گواہی دینا جائز نہیں چاہے،اجنبیہ ہو یا میاں بیوی میں سے کسی کی والدہ ہو۔

❁❁❁

(۱) خلاصة الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل الرابع فی الرضاع:۲/۱۱

لڑکے کی بے روزگاری کی وجہ سے رخصتی روکنا

سوال نمبر(59):

اگر نکاح منعقد ہو جائے اور لڑکے کے اولیا رخصتی کا مطالبہ کریں، لیکن لڑکی والے رخصتی کا مطالبہ اس بنیاد پر رد کردیں کہ لڑکا ملازمت یا تجارت وغیرہ شروع کردے تو رخصتی کردیں گے۔ شرعی لحاظ سے ان کا رخصتی اس بنیاد پر روکنا درست ہے یا نہیں؟ حالانکہ لڑکے کا والد مال دار ہے اور ان کا خوشحال گھرانہ ہے۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

شرعی لحاظ سے بیوی کا خاوند سے اپنے آپ کو روکنا یا اسے خود کو سپرد کرنے کا تعلق مہر کی ادائیگی وعدم ادائیگی کے ساتھ ہے۔ نکاح منعقد ہو جانے کے بعد جب شوہر مہر ادا کردے تو بیوی کو رخصتی نہ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں، البتہ مہر کی تعجیل اور تاجیل کی تفصیل ضرور ہے، چنانچہ اگر مہر پورا موجل ہو تو بیوی نکاح کے انعقاد کے بعد رخصتی نہیں روک سکتی اور اگر پورا معجّل ہو، تو پورے مہر کی ادائیگی کے بعد رخصتی نہیں روک سکتی، اور اگر بعض حصہ معجّل ہو تو معجّل مہر کی ادائیگی ہوتے ہی شوہر کو رخصتی کرانے کا حق حاصل ہے، بیوی کو انکار کا کوئی حق حاصل نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر رخصتی مہر کی عدم ادائیگی کی وجہ سے روکی گئی ہو تو اس کا اختیار بیوی یا اس کے اولیا کو ہے، البتہ صرف بے روزگاری کی وجہ سے رخصتی کو روکنا بیوی یا اس کے اولیا کے اختیار میں نہیں، لہٰذا وہ شوہر کے مرضی کے مطابق رخصتی کے پابند ہوں گے۔

والدّلیل علیٰ ذٰلک :

قال الكرخي:وللمرأة أن تمنع الزوج من الدخول بها، حتى يوفيها جميع المهر، وفي الخلاصة يعني المعجل، ولو بقي درهم، قال .وليس للزوج أن يمنعهامن السفر والخروج من منزله و زيارة أهلهاحتى يوفيها جميع المهر، وإن كان المهر مؤجلا لم يكن لها أن تمنع نفسها .وفي الخلاصة : سواء كان قبل حلول الأجل، أو بعده في ظاهر الرواية.(١)

ترجمہ: علامہ کرخیؒ نے فرمایا: ”بیوی تب تک اپنے آپ کو شوہر سے روک سکتی ہے، جب تک اسے پورا مہر ادا نہ کردیا

(١)الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل السابع عشر :٨٢/٣

جائے اور خلاصہ میں ہے کہ مراد معجل مہر ہے، اگر چہ ایک درہم باقی ہو، فرمایا: شوہر جب تک پورا مہر ادا نہ کر دے، وہ بیوی کو سفر کرنے، گھر سے نکلنے اور خاندان والوں سے ملنے سے نہیں روک سکتا اور اگر مہر موجل ہو تو بیوی اپنے آپ کو شوہر سے نہیں روک سکتی۔ خلاصہ میں ہے: ظاہر الروایۃ کے مطابق چاہے تاریخ کے گزرنے سے پہلے ہو یا اس کے بعد، مہر موجل کی صورت میں نہیں روک سکتی۔"

❁❁❁

رسم مہندی کی شرعی حیثیت

سوال نمبر (60):

شادی بیاہ کے موقع پر خاندان و محلہ کی ایسی لڑکیوں کو جمع کیا جاتا ہے، جو دولہن کی ہم جولی اور سہیلیاں ہوں، یہ لڑکیاں دولہن کو سنوارتی ہیں اور اس رسم کو عام طور پر بہت ہی اہم اور لازمی سمجھا جاتا ہے۔ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے خوشی کے مواقع کے معروف رسم ورواج میں چونکہ ثواب کی نیت نہیں پائی جاتی، اس لیے اسے ناجائز سمجھنا مشکل ہے۔ ایسے رسم ورواج، تقریبات اور عادات میں صرف اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ دیگر شرعی امور یعنی بے پردگی بے حیائی اور میوزک پر مشتمل نہ ہوں۔

صورتِ مسئولہ میں ایسی محفل اور رسم اگر کسی خلافِ شریعت کام پر مشتمل نہ ہو تو جائز ہے، بلکہ شاید یہ شادی کے موقع کی ضرورت ہو، البتہ دینی اقدار کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

هل يكره الزفاف؟ المختار لا، إذا لم يشتمل على مفسدة دينيه .(١)

ترجمہ:

کیا زفاف مکروہ ہے، مختار (قول) یہ ہے کہ نہیں، اگر یہ کسی دینی مفسدہ پر مشتمل نہ ہو۔

(١) الدرالمختار علیٰ صدر ردالمحتار، کتاب النکاح: ٤/ ٦٨

منگنی کی چند رسوم

سوال نمبر(61):

لوگ منگنی کے موقع پر علاقائی، قومی، لسانی اور قبائلی لحاظ سے مختلف قسم کے رسوم ادا کرتے ہیں، ہر کہیں الگ قسم کے رسوم ہوتے ہیں، مثلاً مہندی لے جانا، لڑکی کا لڑکے کو انگوٹھی پہنانا، سالیوں وغیرہ کا لڑکے کو دودھ پلانا وغیرہ، ان رسوم کا شرعی حکم کیا ہے۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

رسم ورواج اور مختلف عادات واطوار کا تعلق جب خوشی کے مواقع سے ہو تو اس میں عام طور پر ''مذہبی جذبہ اور لزوم'' نہیں ہوتا، جب کہ غمی کے موقعوں کے رسوم وعادات کو مذہبی جذبہ، کسی خاص پس منظر یا کسی روایت وواقعہ کی بنیاد پر کوئی رسم ادا کی جاتی ہے، اس لیے خوشی کے رسم ورواج کو بالذات مباح قرار دیا جاسکتا ہے، جب کہ اس میں لازمی طور پر کوئی شرعی حکم متاثر نہ ہو، یعنی اس رسم ورواج کا انداز ایسا نہ ہو جس کی وجہ سے کسی شرعی حکم پر اثر پڑتا ہو، اس لیے ایسے رسوم میں دینی احکامات کی عملداری اور پاسداری کا اہتمام کیا جانا ضروری ہے۔

صورتِ مسئولہ میں ذکر کردہ رسوم بشمول ان رسوم جو ذکر نہیں کیے گیے، کا تعلق بھی منگنی اور شادی کے ساتھ ہے تو یہ جب کسی دینی حکم کی خلاف ورزی پر مشتمل نہ ہو تو اس کے جواز میں گنجائش ہے اور اگر کوئی دینی حکم متاثر ہو تو اس کی عمل کرنا ناجائز رہے گا، چنانچہ منگنی کے موقع پر لڑکا لڑکی باقاعدہ ایجاب وقبول کے بغیر ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہوتے ہیں اور سالیاں بھی اجنبی ہوتی ہیں، بلکہ نکاح کے بعد بھی ان کے ساتھ اختلاط یا بے تکلفی غیر مناسب ہے، لہٰذا اس صورت میں دودھ اور انگوٹھی کے رسم کا جواز نہیں، اگر نکاح ہو جائے تو انگوٹھی پہنانے اور دودھ پینے کی گنجائش ہے، لیکن اختلاط وبے تکلفی درست نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ولا یحل لہ أن یمس وجھھا ولا کفیھا، وإن کان یأمن الشھوۃ، وھذا إذا کانت شابۃ تشتھي، فإن کانت لاتشتھي لاباس بمصافحتھا، ومس یدھا.(۱)

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب الثامن فیمایحل للرجل النظر إلیہ: ۳۲۹/۵

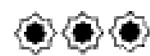
ترجمہ:

مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ جوان مشتہاۃ عورت کے چہرے اور اس کے ہاتھ کو ہاتھ لگائے، اگر چہ اسے شہوت آنے کا خوف نہ ہو اور اگر عورت بوڑھی غیر مشتہاۃ ہو تو اس کے ساتھ مصافحہ کرنا اور ہاتھ لگانا مباح ہے۔

أن احتمال المفسدة إن كان نادرا أو قليلا، أو مرجوحا لا يمنع الفعل، و كلامنا فيما يفضي إلى المفسدة إفضاء كثيرا بحيث يدعو إلى غلبة الظن بوقوع المفسدة.(۱)

ترجمہ:

کسی کام میں جب خرابی کا احتمال نادر یا تھوڑا ہو یا مرجوح (مغلوب) ہو تو اس کام کو منع نہیں کیا جائے گا، ہماری بات اس کام کے بارے میں ہے جس میں بہت زیادہ خرابی تک لے جانا ہو، اس طور پر کہ خرابی میں پڑنے کا غلبہ ظن ہو جائے۔



دعوت ولیمہ کا حکم اور اس کا شرعی وقت

سوال نمبر (62):

دعوت ولیمہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ نیز اس کی ادائیگی کا مشروع وقت کون سا ہے؟ اور مختلف اوقات میں کیے گئے دعوت ولیمہ کا اثر کیا رہے گا؟ شرعی نقطۂ نظر سے وضاحت فرمائیں۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

"دعوتِ ولیمہ" کھانے کی اس دعوت کو کہا جاتا ہے جو رشتۂ ازدواج میں بندھن کی خوشی میں کیا جاتا ہے اور یہ دعوت سنت ہے، چونکہ اس کی مشروعیت عقدِ نکاح کے سبب ہے، اس لیے اس کا صحیح مشروع وقت عقدِ نکاح کے بعد ہے، البتہ دخول وخلوت صحیحہ کی شرط کے بارے میں فقہائے کرام کا باہمی اختلاف وسعت کا فائدہ دیتا ہے، چنانچہ عقد نکاح کے بعد دخول یا خلوت صحیحہ کے بعد کسی بھی دعوت سے ولیمہ کی سنت ادا ہو جائے گی، لیکن عقد نکاح سے پہلے کی دعوت اگر چہ صدقہ وخیرات کے ثواب سے خالی نہیں، لیکن اسے دعوت ولیمہ کہنا مشکل ہے۔

(۱) الوجیز، الدلیل الرابع القیاس، الفصل السابع سد الذرائع:۱۹۷/۲

والدّلیل علیٰ ذلك :

ولیمة العرس سنة، وفیها مثوبة عظیمة، وهي إذابنی الرجل بامرأته ینبغي أن یدعوا الجیران والأقرباء والأصدقاء، ویذبح لهم ویصنع لهم طعاما.(۱)

ترجمہ:

شادی کا ولیمہ سنت ہے اوراس میں بڑا ثواب ہے اوروہ یہ ہے کہ جب آدمی اپنی منکوحہ سے شادی کرے تو اسے چاہیے کہ ہمسایوں، رشتہ داروں اوردوستوں کودعوت دے، ان کے لیے ذبح کرے اورکھانا تیار کرے۔

قیل:إنهاتکون بعدالدخول، وقیل:عندالعقد، وقیل عندهما.(۲)

ترجمہ:

کہا گیا ہے کہ ولیمہ کا وقت ہمبستری کے بعد ہے، اوربعض نے کہا ہے کہ عقد کا ولیمہ کرنا سنت ہے، اوربعض نے کہا کہ اس کا وقت ان دونوں کے بعد ہے۔

❁❁❁

موسیقی والے ولیمے میں شرکت

سوال نمبر(63):

جس ولیمے میں ڈھول باجے اورموسیقی ہواوردعوت دی جائے تو ایسے ولیمے میں شرکت کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰه التوفیق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ موسیقی اسلام میں حرام اورناجائز ہے، اس سے احترازاوراجتناب ضروری ہے کہ یہ انسان کے دل میں نفاق اورقسوۃِ قلبی کا بیج بودیتا ہے، البتہ اسلام انسانی معاشرے میں حسن معاشرت، صلہ رحمی، باہمی اخوت ومحبت کا درس بھی دیتا ہے اوردعوت دیے جانے پراسے قبول کرنا مسلمان کے حقوق میں سے ہیں اورساتھ یہ بھی حکم ہے کہ مخلوق کی خوشی اوراطاعت ایسے امورمیں نہیں کی جائیگی جس سے اللہ کی نافرمانی لازم آئے۔

(۱)الفتاوی الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب الثاني عشرفي الهدایاوالضیافات:۵/۳۴۳

(۲)مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح، باب الولیمه، الفصل الأول:۶/۳۶۶

لہٰذا موسیقی یا دیگر ناجائز امور والے ولیمہ میں شرکت کا حکم یہ ہے کہ اگر دعوت دیے جانے والے کو پہلے سے معلوم ہو کہ محفل میں موسیقی ہوگی اور یہ بات بھی یقینی ہو کہ وہاں صرف اُسی جگہ شرکت ہوگی جہاں موسیقی ہے، اجتناب ممکن نہیں تو پھر شرکت کرنا لازم نہیں، بلکہ قابلِ احتراز ہے اور اگر معلوم نہ ہو اور وہاں جا کر عین اس جگہ پر موسیقی شروع ہو جائے جہاں یہ بیٹھا ہے تو پھر محفل میں شریک مہمان چاہے عام آدمی ہو یا مذہبی رہنما ہو، انہیں منع کرلے، ورنہ اٹھ کر چلا جائے اور اگر موسیقی ولیمہ میں دسترخوان کی جگہ (کمرہ، ہال وغیرہ) میں نہ ہو، بلکہ دوسری جگہ ہو تو عام آدمی منع کر کے بیٹھا رہے اور رہبر آدمی مجلس چھوڑ دے، البتہ بعض لوگ ایسے طور پر مدعو کیے جاتے ہیں کہ انہیں اصرار کر کے بڑے ادب واحترام اور شوق کے ساتھ بلایا جاتا ہے، تو وہ لوگ شریک ہو کر منکرات سے منع رہنے کی ترغیب اور تبلیغ کا فریضہ ادا کریں، جسے یقین ہو کہ میری شرکت سے میزبان لوگ ضرور کسی حد تک اجتناب کرلیں گے، تو پھر اُسے ضرور شریک ہو جانا چاہیے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

من دعى إلى وليمة فوجدثمة لعبا أوغناء، فلاباس أن يقعد، ويأكل، فإن قدرعلى المنع يمنعهم وإن لم يقدر يصبر، وهذا إذا لم يكن مقتدى به أما إذا كان ولم يقدر على منعهم فإنه يخرج ولا يقعد، ولو كان ذلك على المائدةلا ينبغي أن يقعد، وإن لم يكن مقتدى به، وهذا كله بعد الحضور، وأماإذا علم قبل الحضور، فلا يحضر، لأنه لايلزمه حق الدعوة ....وإن علم المقتدى به قبل الدخول، وهو محترم يعلم أنه لودخل يتركون ذلك، فعليه أن يدخل وإلا لم يدخل.(۱)

ترجمہ:

اور جس شخص کو ولیمہ میں (شرکت کی) دعوت دی جائے اور وہاں بے مقصد (بے کار) کام یا گانا بجانا ہو تو وہ وہاں بیٹھ سکتا ہے اور کھانا کھا سکتا ہے، پس اگر منع کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو انہیں منع کردے ورنہ صبر کرے، یہ حکم تب ہے جب وہ پیشوا نہ ہو اور اگر پیشوا ہو اور منع کرنے کی قدرت نہ رکھے تو پھر وہ بیٹھے نہیں، نکل کھڑا ہو اور اگر یہ (موسیقی ودیگر بے کار امور) دسترخوان پر ہو رہا ہو تو اُسے نہیں بیٹھنا چاہیے، اگر چہ وہ پیشوا نہ ہو (عام آدمی ہو) یہ سارے احکام حاضر ہو جانے کے بعد کے ہیں، اور اگر اسے حاضر ہونے سے پہلے یہ معلوم ہو تو پھر حاضر نہ ہو، اس صورت میں حاضری لازم نہیں...... اور اگر پیشوا کو اس بات کا پتہ حاضر ہونے سے پہلے چل جائے اور یہ شخص (لوگوں کی نظر میں)

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهداياوالضيافات:٣٤٣/٥

محترم ہو، وہ یہ سمجھے کہ میرے وہاں جانے سے لوگ یہ (ناجائز امور) چھوڑ دیں گے تو اُسے جانا چاہیے، ورنہ نہیں جانا چاہیے۔

❁❁❁

مخطوبہ لڑکی کے عیب بتلانا

سوال نمبر(64):

رشتہ کی تلاش میں لوگ لڑکیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرتے ہیں۔ تو کیا انہیں کسی لڑکی کے عیب و نقص کے بارے میں بتایا جاسکتا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اچھے رشتے کی تلاش ہر انسان کا حق ہے اور حدیث میں جن خوبیوں کی بنیاد پر رشتہ کرنے کا ذکر آیا ہے، ان میں حسن، مال، نسب اور دین داری ہے ان میں سے دین داری کی بنیاد پر رشتہ قائم کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اگر لوگ معلومات حاصل کریں تو انہیں کسی لڑکی کے دین داری کے اوصاف سے ضرور آگاہ کیا جائے، جو حقیقی نقائص اور عیوب موجود ہوں انہیں بتلایا جائے۔ عین ممکن ہے کہ ان عیوب و نقائص کی وجہ سے ان کی ازدواجی زندگی ناکامی کا شکار ہو، البتہ نیت کسی کے رشتے کی خرابی نہ ہو بلکہ صرف حقیقتِ حال کا بیان مقصود ہو اور اگر اس سے لڑکی والوں کے ساتھ تعلقات کی خرابی اور قطع رحمی جیسے فتنوں کا اندیشہ ہو تو بتانا ضروری نہیں، وہ لوگ اپنے طور پر معلوم کرلیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

قوله:(ولمصاهرة) الأولى التعبير بالمشورة:أي في نكاح، وسفر، وشركة، و محاورة، وإيداع أمانة، ونحوها فله أن يذكر مايعرفه على قصدالنصح.(١)

ترجمہ:

اور غیبت مصاہرت کے لیے جائز ہے۔ بہتر یہ تھا کہ ''مشورہ'' سے تعبیر کرتے، یعنی نکاح کے بارے میں، سفر کے بارے میں، شرکت کے بارے میں، پڑوس کے بارے میں، امانت رکھنے کے بارے میں اور ان جیسے کاموں

(١) ردالمحتارعلی الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة باب الاستبراء وغیرہ:٩/٥٨٦

کے بارے میں ۔تو اس کے لیے جائز ہے کہ خیر خواہی کے جذبے سے وہ اوصاف بیان کرے جن کو یہ جانتا ہے۔

❁❁❁

رخصتی کے اخراجات لینا

سوال نمبر(65):

بعض علاقوں میں شادی کے موقع پر لڑکی کا گھرانہ لڑکے کے خاندان والوں سے شادی کے اخراجات کے لیے رقم لیتا ہے، شرعی لحاظ سے اس کا حکم واضح فرمائیے۔

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰه التوفیق :

شریعتِ مطہرہ کی رو سے شوہر بیوی کو مہر اور نان نفقہ دینے کا پابند ہے، ان حقوق کے علاوہ نہ تو بیوی کو کسی مالی مفاد کا حق حاصل ہے اور نہ ہی اس کے گھرانے کو شوہر سے کسی مطالبے کا حق ہے۔ فقہائے کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص بیٹی، بہن کی رخصتی ناجائز مطالبہ پر روک دے اور شوہر مال کے ذریعے رخصتی کرادے تو یہ رشوت شمار ہوگی، شوہر اس کی واپسی کا حق رکھتا ہے، البتہ اگر لڑکے یا اس کے خاندان سے رقم رخصتی کے بدلے نہ مانگے اور نہ ہی اس کی عدم ادائیگی پر رخصتی روکے، صرف انتظامی لحاظ سے ایک دوسرے سے تعاون لے لیں تو یہ اس حکم کے زمرے میں داخل نہیں، البتہ بے جا تصرفات اور اس کے نتیجے میں ہونے والے معاملات میں شرعی امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، تاکہ دیگر فتنوں اور تنازعات سے بچا جاسکے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

(أخذ أهل المرأة شيئاً عندالتسليم، فللزوج أن يسترده) لأنه رشوة .(١)

ترجمہ: لڑکی کے گھرانے نے رخصتی کے وقت کچھ لیا تو شوہر اس کی واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے، کیوں کہ یہ رشوت ہے۔

و من السحت: ما يأخذه الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه، حتى لو كان بطلبه يرجع الختن به.(٢)

---

(١)الدرالمختار علیٰ صدر ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر:٤/٣٠٧

(٢)ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة باب الاستبراء وغيره:٩/٦٠٧، ٦٠٨

ترجمہ:

ناجائز کمائی میں سے یہ بھی ہے کہ سسر داماد سے اپنی بیٹی کی وجہ سے کوئی چیز اس کی مرضی سے لے، چنانچہ اگر اپنی طلب سے لے لی تو داماد اسے واپس لے سکتا ہے۔

❁❁❁

کفر کے الزام کی تصدیق کا نکاح پر اثر

سوال نمبر(66):

زید کا اپنی اہلیہ کے ساتھ جھگڑا ہو رہا تھا، اس دوران بیوی نے اس سے کہا کہ: ''تو تو کافر ہے'' زید نے جواباً کہا کہ: ''ہاں! میں کافر ہوں تجھے کیا؟'' زید کے ان کلمات سے ان کے نکاح پر کیا اثر پڑتا ہے؟ شریعت کا ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے۔؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

کفر واسلام کا مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہونے کے ساتھ انتہائی نازک بھی ہے۔ بعض اوقات کسی انسان کی معمولی لاپرواہی اور بے باکی سے اس کی گمراہی کے فیصلے ہو جاتے ہیں جس میں انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے۔

صورتِ مسؤلہ میں زبانی طور پر اسلام سے برأت کا اعلان یا کفر کا اقرار کرنا سنگین معاملہ ہے، ایسے الفاظ کہنے پر فقہائے کرام نے سخت حکم لگایا ہے اور ایسے شخص کو تجدید ایمان وتجدید نکاح کا حکم دیا ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ کہے ہوئے الفاظ پر ندامت کا اظہار کر کے توبہ کرلے اور تجدید اسلام وتجدید نکاح کا اہتمام کرے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

رجل ضرب امرأة، فقالت المرأة:لست بمسلم، فقال الرجل :هبي أني لست بمسلم، قال الشيخ الإمام أبوبكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالىٰ لا يصير كافرا بذلك.........قالت امرأة لزوجها ليس لك حمية، ولا دين الإسلام ترضى بخلوتي مع الأجانب، فقال الزوج ليس لي حمية، ولا دين الإسلام، فقد قيل أنه يكفر.(١)

(١)الفتاوى الهندية، كتاب السير، مطلب موجبات الكفر أنواع، منهاما يتعلق بتلقين الكفر:٢/٢٧٧

ترجمہ:

آدمی نے بیوی کو مارا تو اس نے کہا کہ: ''تو مسلمان نہیں'' تو آدمی نے کہا: ''فرض کرو، میں مسلمان نہیں'' شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اس سے وہ کافر نہیں بنتا۔۔۔۔۔۔کسی عورت نے اپنے شوہر سے یہ کہا کہ: ''تجھ میں غیرت ہے اور نہ ہی دینِ اسلام (کی کوئی اہمیت ہے) تو اجنبی لوگوں کے ساتھ میری خلوت سے خوش رہتا ہے'' پس شوہر نے کہا کہ مجھ میں غیرت ہے اور نہ ہی دینِ اسلام، تو کہا گیا ہے کہ وہ کافر ہوا۔

❁❁❁

دین کی توہین کرنے کا نکاح پر اثر

سوال نمبر (67):

اگر ایک شخص کی بیوی دینی امور بالخصوص پردہ داری کا خیال نہ کرے اور خاوند اُسے سمجھا تا رہے آخر عورت تنگ آ کر یوں کہہ دے کہ: ''دفع کرو دین کو یا تمہارا دین خاک آلود ہو'' تو ایسا کہنے سے ان کے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

دینی امور اور دین اسلام کے بارے میں محتاط رویہ اور شائستہ لہجہ برقرار رکھنا ضروری ہے، کسی بھی جذباتی کیفیت سے مغلوب ہو کر دین کی توہین کرنا گمراہی کا ذریعہ ہے۔

صورتِ مسئولہ میں مذکورہ بالا الفاظ اگر قصداً عمداً اور دین کی توہین اور استہزاء کے طور پر بولے گئے ہوں تو یہ الفاظ کفریہ ہیں، تجدیدِ نکاح کر لینا چاہئے اور اگر خطاءً ادا کیے گئے ہوں تو اس سے کفر واقع نہیں ہوگی، البتہ توبہ و استغفار کرنا لازمی ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

ومن كان في كونه كفراً اختلاف يومر قائله بتجديد النكاح، والتوبة احتياطاً، وماكان خطأً لايومر إلابالاستغفار، والرجوع عنه.(۱)

(۱) الفتاوی البزازیة علیٰ هامش الفتاوی الهندیة، کتاب الفاظ تکون إسلاماو كفرا:٦/٣٢٢

ترجمہ:

اور جس بات کے باعث کفر ہونے میں اختلاف ہو تو اس کے کہنے والے کو تجدید نکاح اور توبہ کا حکم بنا پر احتیاط کیا جائے گا اور جو بات خطاء کہہ دی جائے، اس کے بارے میں صرف استغفار اور اس بات سے رجوع کا حکم دیا جائے گا

۞۞۞

جنات سے متاثرہ عورت کے ساتھ نکاح

سوال نمبر(68):

ایک عورت پر جنات کے اثرات ہیں اور بسا اوقات اس پر ان اثرات کا غلبہ رہتا ہے۔کیا ایسی عورت کا نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

نکاح کے انعقاد کا حکم رکن وشرائط کے صحیح ہونے کی بنیاد پر لگایا جاتا ہے۔نکاح کا رکن ایجاب وقبول ہے، جب کہ شہادت، عقل وبلوغ اور حریت وغیرہ اس کے شرائط ہیں، لہٰذا وہ عقد نکاح جو ان امور (رکن وشرائط) کے تحت ہوا ہو، شرعی نکاح متصور ہوگا۔جنات کے اثرات کی وجہ سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

صورتِ مسؤلہ میں اگر خاتون کے نکاح میں مذکورہ رکن وشرائط موجود ہوں تو نکاح درست رہے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول.(۱)

ترجمہ: نکاح ایجاب وقبول سے منعقد ہوجاتا ہے۔

أما شروطه فمنها العقل، والبلوغ، والحرية في العاقد.(۲)

ترجمہ: نکاح کی شرائط میں سے (عاقد میں) عقل، بلوغ اور حریت کا ہونا ہے۔

۞۞۞

(۱) الهداية كتاب النكاح:۲/۳۲۵۔

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الأول:۱/۲۶۷

دلہن کا باکرہ نہ ہونا

سوال نمبر(69):

زید کی شادی کو ایک سال بیت چکا ہے، اس دوران زید نے بیوی کے بارے میں کسی ناخوش گواری کا اظہار کیا ہے، نہ ہی ان کا تعلق خراب ہوا ہے۔ اب زید اپنی بیوی کے بارے میں یہ کہہ رہا ہے کہ:"جب ہماری شادی ہوئی تو یہ باکرہ نہیں تھی" حالانکہ یہ تصور ہمارے ہاں تہمت کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ زید کے اس طرزِ عمل کا نکاح پر کیا اثر پڑے گا

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے میاں بیوی میں سے دونوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ نہ صرف ایک دوسرے کی عزتِ نفس کا خیال رکھیں، بلکہ بے جا شکوک وشبہات اور اوہام وخیالات پر یقین نہ رکھیں، کامیاب ازدواجی زندگی کے لیے قابلِ اعتماد فضا کی بحالی شرط ہے، ایسے تصورات اگر چہ نکاح پر براہِ راست اثر انداز نہیں ہوتے، لیکن باہمی تفریق کی راہ ضرور کھولتے ہیں۔

صورتِ مسؤلہ میں کسی عورت کی بکارت کے زائل ہونے کا مطلب، بدفعلی لینا درست نہیں، کیوں کہ اس کے اور کئی اسباب بھی ہیں۔ فقہائے کرام نے یہ بات تصریحاً کہی ہے کہ عورت کی بکارت کے زائل ہونے کے متعدد وجوہ ہیں، مثلاً: کھیل کود، دوڑنا، کثرتِ حیض، زخم اور عرصہ دراز تک کنواری رہنا وغیرہ، لہٰذا بکارت کے نہ ہونے کا مذکورہ مطلب لینا صحیح نہیں، شوہر کو بداعتادی کا کوئی حق حاصل نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وإذا زالت بكارتها بوثبة أو حيضة، أو جراحة، أو تعنيس، فهي في حكم الأبكار، لأنها بكر حقيقة، لأن مصيبها أول مصيب لها.(۱)

ترجمہ: اور جب اس کی بکارت (تعنس) کودنے، حیض، زخمی ہونے یا (عرصہ دراز تک) شادی نہ کرنے سے زائل ہو جائے تو یہ باکرہ کے حکم میں ہوگی، کیوں کہ یہ حقیقۃً باکرہ ہی ہے، کیوں کہ اس تک پہنچ جانے والا (آدمی) پہلا پہنچنے والا ہے۔

---

(۱) الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء: ۳۳۷/۲

چوری چھپے نکاح کرنا

سوال نمبر(70):

اگر مرد وعورت ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں اور شادی کرنا چاہتے ہوں، لیکن بعض گھریلو مجبوریاں ان کی راہ میں رکاوٹ ہوں تو کیا وہ چوری چھپے دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کر کے نکاح کر سکتے ہیں؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ دو عاقل، بالغ، آزاد مسلمان گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کر لینے سے مرد و عورت کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے، لیکن نکاح میں جہاں دیگر آداب وشرائط مطلوب ہیں، وہاں نکاح کی تشہیر اور اس کا اعلان بھی ضروری امر ہے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کا اکٹھے رہنا نکاح کی وجہ سے ہے، ورنہ اس طرح سے گمراہی کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے۔

اسی طرح اگر کہیں کوئی عورت کسی مرد کو ذاتی طور پر پسند کرتی ہو تو اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ خورت کا انتخاب کسی ایسی جگہ ہو، جو اس (لڑکی) کے خاندان سے عزت وشرافت اور نسب ومال وغیرہ میں اعلیٰ یا کم از کم برابر درجے کا ہو، تاکہ عورت کے اولیا کو عار اور شرمندگی محسوس نہ ہو۔

صورتِ مسؤلہ میں دونوں کو چاہیے کہ گھریلو مشکلات سے نمٹ لیں اور حالات کی سازگاری تک صبر کر لیں اور والدین کی رضامندی بھی حاصل کریں، لہٰذا چوری چھپے نکاح کرنے کی شریعت حوصلہ افزائی نہیں کرتی۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

قوله:(ويندب إعلانه) أي إظهاره، والضمير راجع إلى النكاح بمعنى العقد لحديث الترمذي "أعلنوا هذا النكاح، واجعلوه في المساجد، واضربوا عليه بالدفوف."(١)

ترجمہ: (اور اس کا اعلان مستحب ہے) یعنی اس کا اظہار۔ اور (اعلانہٗ) میں ضمیر نکاح کی طرف راجع ہے جو کہ عقد کے معنی میں ہے، ترمذی کی (اس) حدیث کی رو سے کہ: ''نکاح کا اعلان کیجیے اور اسے مساجد میں سرانجام دیجیے اور اس پر دف بجائیے''۔

---

(١) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح: ٦٦/٤

بالغہ لڑکی کا اپنی مرضی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(71):

ایک لڑکی کی شادی کردی گئی، لیکن نکاح کے تیسرے دن لڑکی خاوند کو چھوڑ کو دوسرے شخص کے ساتھ بھاگ گئی اور یہ موقف اختیار کیا کہ میں اپنے پہلے شوہر کے ساتھ خوش نہیں ہوں، لہٰذا میں اس شخص سے شادی کروں گی۔ایسی صورت میں شریعت کا حکم واضح فرمادیں۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

واضح رہے کہ شریعت نے لڑکی کے بلوغ کی صورت میں اسے اپنی پسند اور مرضی کا حق دیا ہے، تاہم بلوغ سے قبل ولی اگر لڑکی کا نکاح اپنی مرضی سے کرنے میں حائل بنے، تو اس میں وہ حق بجانب ہے اور اس کا یہ فیصلہ نافذ ہے۔

صورتِ مسئولہ میں مسئلہ کا حل لڑکی کی عمر اور نکاح کرانے والے پر منحصر ہے، لہٰذا اگر یہ نکاح (جس سے وہ انکار کررہی ہے) لڑکی کے بلوغ سے پہلے والد نے اصالۃً یا وکالۃً کرایا ہو یا بالغ ہونے کے بعد لڑکی ہی کی مرضی سے ہوا ہو تو نکاح اپنی کیفیت کے لحاظ سے کمال کو پہنچ کر نافذ ہے، اس کے بعد دوسرا نکاح، نکاح علی النکاح شمار ہو کر بالکل حرام اور غیر نافذ ہے، تاہم اگر پہلا نکاح والد نے بلوغ کے بعد جبراً پڑھا ہو تو لڑکی یہ حق ضرور رکھتی ہے کہ وہ کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں اپیل کر کے حکمِ امتناعی حاصل کرلے۔اس قانونی چارہ جوئی کے بغیر اگر کوئی اقدام ہوگا تو وہ ناجائز وحرام رہے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

لا یجوز نکاح أحد علیٰ بالغة صحیحة العقل من أب، أو سلطان بغیر إذنها بکرا کانت أو ثیباً، فإن فعل ذلك، فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل.(۱)

ترجمہ:

بالغ، صحیح العقل عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر والد اور حاکم کے لیے بھی جائز نہیں، چاہے عورت باکرہ ہو یا ثیبہ، اگر کسی نے کرایا تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر اجازت دے دی تو ٹھیک ہے ورنہ باطل۔

(۱)الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولیاء:۱/ ۲۸۷

لڑکی کا مطلوبہ معیار کے مطابق نہ ہونا

سوال نمبر(72):

ایک لڑکے کا نکاح کسی لڑکی سے کر دیا گیا،لیکن رخصتی سے قبل اسے شک ہوا کہ مجھے لڑکی کے جن اوصاف کے بارے میں بتایا گیا تھا، وہ اوصاف اس میں نہیں، اس کی عمر بھی کافی زیادہ ہے۔لڑکے کا خیال ہے کہ اس کے ساتھ میری ازدواجی زندگی مشکلات کا شکار ہوگی، لہٰذا میں اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ایسی صورت میں شرعی حکم کی وضاحت فرما دیجیے۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت نے نکاح کے معاملے میں نہ صرف رضا و رغبت کو وقعت دی ہے، بلکہ کفائت کی رو سے باقاعدہ اصولی طور پر معیار مقرر کر کے معاملہ اور بھی آسان فرما دیا ہے،لیکن نکاح ہو جانے کے بعد ایسے امور کی وجہ سے نکاح ختم کرنا درست نہیں، جو کفائت میں داخل ہی نہیں، بلکہ خوب صورتی اور عمر کی بجائے ذاتی دین و دیانت پیشہ اور خاندان کو اعتبار دیا گیا ہے،لیکن اگر تحقیقی طور پر عورت میں ایسے عیوب سامنے آجائیں جن سے آئندہ کی ازدواجی زندگی کو شدید خطرہ ہو اور مسئلے کا حل جدائی کے علاوہ کوئی اور نہ ہو تو طلاق دینے کی صورت میں لڑکی نصف مہر کی حقدار ہوگی۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

والجمال لا یعد في الکفاءۃ، کذافي فتاویٰ قاضیخان.(۱)

ترجمہ:

خوب صورتی کفاءت میں شمار نہیں ہوتی۔

(ولو طلقها)الزوج (قبل تفریق الولي قبل الدخول، فلها نصف المسمیٰ) .(۲)

ترجمہ: اور اگر شوہر نے بیوی کو دخول و تفریق ولی سے پہلے طلاق دے دی تو وہ آدھے مہر کی حق دار ہوگی۔

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الخامس في الکفاءۃ:۱/۲۹۲

(۲)الدرالمختارعلیٰ صدرردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ:۴/۲۲۱

منگنی کی ایک صورت کا بیان

سوال نمبر(73):

زید نے عمرو سے کہا کہ میں اپنی بیٹی تمہارے بیٹے کو دینے کا وعدہ کرتا ہوں، مگر اس شرط پر کہ تم میرے بیٹوں کو اس رشتے پر راضی کر لو عمرو زید کے بیٹوں کو رضامند نہ کر سکا، اب عمرو زید سے کہتا ہے کہ تو نے اپنی بیٹی میرے بیٹے کو دینے کا وعدہ کیا ہے، لہٰذا اپنا وعدہ پورا کر، زید نے جواب دیا، کہ تم میرے بیٹوں کو مطمئن نہ کر سکے، لہٰذا میں بیٹی دینے سے معذور ہوں، عمرو لوگوں کے سامنے زید سے کہتا ہے کہ قسم کھاؤ کہ تم نے بیٹوں کی رضامندی کی شرط لگائی تھی۔ مہربانی فرما کر ان کے درمیان تصفیہ فرمائیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

عام طور پر منگنی کے وقت نکاح کا وعدہ ہوا کرتا ہے باقاعدہ نکاح نہیں ہوتا، اس لیے جب تک باقاعدہ نکاح کی مجلس منعقد نہ ہو اور صرف مشروط طور پر نکاح کا وعدہ کیا جائے تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا اور مشروط وعدے کا ایفا اس وقت لازم ہوتا ہے جب شرط پوری ہو جائے، شرط پوری نہ ہونے کی صورت میں مشروط وعدے کا پورا کرنا لازم نہیں۔

اگر واقعی زید نے عمرو کے بیٹے کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینا بیٹوں کی رضامندی سے مشروط کر رکھا تھا اور زید کے بیٹے اس رشتہ پر راضی نہیں تو زید پر اپنے وعدے کا پورا کرنا لازم نہیں، اس صورت میں زید کے قسم اٹھانے سے اگر عمرو مطمئن ہوتا ہو تو قسم اٹھانے میں بھی کوئی حرج نہیں، واضح رہے کہ اگر زید نے بیٹی کا رشتہ دینے کو کسی شرط سے مشروط نہ کیا ہو تو اب اس کے لیے بلاوجہ شرعی اپنے وعدے سے انحراف کرنا سخت گناہ ہے، البتہ یہ یقینی ہے کہ مذکورہ الفاظ، الفاظ نکاح نہیں، بلکہ وعدہ نکاح ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

المعلق بالشرط یجب ثبوته عند ثبوت الشرط .(۱)

ترجمہ:

جو بات شرط کے ساتھ معلق کی گئی ہو، اس کا ثبوت شرط کے ثابت ہونے کے وقت ہوتا ہے۔

(۱) شرح مجلة الأحكام، رقم المادة: ۸۲، ص ٥٤

الخلف في الوعد حرام(۱)

ترجمہ:

وعدہ کی (بلاعذر) خلاف ورزی کرنا حرام ہے۔

❁❁❁

منگنی کی شرعی حیثیت

سوال نمبر(74):

ایک آدمی نے کچھ لوگوں کی موجودگی میں ایک دوست کے بیٹے سے اپنی نابالغہ بیٹی کا رشتہ ان الفاظ کے ساتھ کرایا کہ: ''میں نے اپنی فلاں بیٹی آپ کے بیٹے کو دی'' دوست نے جواباً کہا: ''میں نے اپنے بیٹے (جو اس وقت نابالغ تھا) کے لیے قبول کر لی''۔ کچھ عرصہ بعد لڑکی کا والد وفات پا گیا تو اس کے چچا اور بھائی وغیرہ نے اس کی منگنی دوسرے شخص سے کروادی۔ تو کیا اس لڑکی کی منگنی یا نکاح اس دوسرے شخص سے کروانا درست ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

واضح رہے کہ عام طور سے منگنی وعدہ نکاح کے زمرے میں آتی ہے اور وعدہ نکاح سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، البتہ اگر منگنی کی مجلس میں گواہوں کی موجودگی میں باقاعدہ ایجاب وقبول ہو جائے تو ایسی صورت میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

مسئولہ صورت میں اگر واقعی بچوں کے والدین نے گواہوں کی موجودگی میں اولاد کی طرف سے باقاعدہ ایجاب وقبول کیا ہو تو اس صورت میں نکاح منعقد ہو چکا ہے، لہٰذا اب اس لڑکی کا دوسری جگہ نکاح یا منگنی کروانا صحیح نہیں، لیکن اگر آج کل کی متعارف منگنی ہوئی ہو (جس میں والدین اپنے بچے اور بچی کو ایک دوسرے کے نکاح میں دینے کا وعدہ کرتے ہیں) تو یہ وعدہ نکاح ہے اور محض وعدہ نکاح سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، لہٰذا اس صورت میں پھر لڑکی کا کسی دوسری جگہ منگنی یا نکاح کروانا جائز ہوگا، تاہم بلاعذر وعدہ کی خلاف ورزی کا گناہ ضرور ہوگا۔

---

(۱) ابن نجیم، الشیخ زین الدین، الاشباہ والنظائر، کتاب الحظر والإباحة: ص۱۵۹، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

والدّلیل علیٰ ذلک:

النکاح ینعقد بالإیجاب والقبول بلفظین یعبربهما عن الماضي............ولاینعقد نکاح المسلمین إلابحضورشاهدین حرین، عاقلین، مسلمین، رجلین أورجل، وامرأتین.(۱)

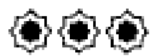
ترجمہ:

نکاح ایجاب وقبول کے ایسے دو الفاظ سے منعقد ہو جا تا ہے جن سے ماضی میں تعبیر ہوئی ہو۔۔۔۔مسلمانوں کا نکاح دوآزاد، عاقل، بالغ، مسلمان مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی کے بغیر منعقد نہیں ہوتا۔

قال العلامة الشامیؒ:قال في شرح الطحاوي :لوقال هل أعطیتنیها فقال:أعطیت، إن کان المجلس للوعد فوعد، وإن کان للعقد فنکاح. (۲)

ترجمہ:

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:''طحاوی کی شرح میں مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ:''اگر ایک شخص نے یوں کہا:''کیا تو نے مجھے لڑکی دے دی؟ اور دوسرے نے کہا کہ:''میں نے دے دی''تو دیکھا جائے گا، اگر یہ مجلس وعدہ (نکاح) کے لیے ہو تو یہ ایک وعدہ ہے اور اگر (نکاح کے) عقد کے لیے ہو تو نکاح ہے۔



نکاحِ شغار کی حقیقت

سوال نمبر(75):

نکاحِ شغار کی حقیقت کیا ہے؟ اگر کوئی ایسا نکاح کرلے، تو ہو جائے گا یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نکاحِ شغار اسے کہا جاتا ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن وغیرہ کا نکاح کسی دوسرے شخص سے اس شرط پر

(۱) الهدایة، کتاب النکاح :۲/۳۲۵-۳۲۶

(۲) رد المحتارعلی الدرالمختار، کتاب النکاح، مطلب کثیراً مایتساهل في إطلاق المستحب علی السنة :۴/۷۲

کرائے کہ یہ دوسرا شخص اس کے بدلے اپنی بیٹی یا بہن وغیرہ کا نکاح اس سے کرائے گا اور عورتوں کا یہ تبادلہ ہی بطورِ مہر مقرر ہو جائے۔

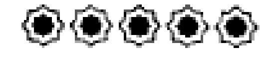
چونکہ ایسا نکاح شرافتِ انسانی کے خلاف اور اس کی تذلیل ہے، اس وجہ سے فقہ حنفی کے مطابق نکاحِ شغار مکروہ تحریمی ہے، لیکن اگر کہیں ایسا نکاح ہو جائے تو وہ منعقد ہو جائے گا اور دونوں طرف سے لڑکیوں کے لیے مہر مثل (یعنی وہ مہر جو کہ ان لڑکیوں کے باپ کے خاندان میں ایسی لڑکیوں کے لیے عام طور پر مقرر ہوا کرتا ہے) واجب ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(ووجب مهر المثل في الشغار). قال العلامة ابن عابدينؒ: هو أن يشاغر الرجل: أي يزوجه حريمته على أن يزوجه الآخر حريمته، ولا مهر إلا هذا..........وهذا القيد لابد منه في مسمى الشغار، حتى لولم يقل ذلك، ولا معناه، بل قال: زوجتك بنتي على أن تزوجني بنتك، فقبل، أو على أن يكون بضع بنتي صداقا لبنتك، فلم يقبل الآخر بل زوجه بنته، ولم يجعلها صداقا لم يكن شغارا، بل نكاحا صحيحا إتفاقا، وإن وجب مهر المثل في الكل...... ......فيكون الشرع أوجب فيه أمرين: الكراهة، ومهر المثل.(١)

ترجمہ:

نکاحِ شغار میں مہر مثل لازم ہوتا ہے۔ علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ: ’’نکاحِ شغار اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص اپنی بہن یا بیٹی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے اس شرط پر کرائے کہ وہ اس کے بدلے میں اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس سے کرائے گا اور لڑکیوں کا یہ تبادلہ ہی مہر ہوگا‘‘۔۔۔۔۔(لڑکیوں کا تبادلہ ہی مہر کے طور پر مقرر ہونے کی) یہ قید کسی نکاح کے نکاحِ شغار ہونے کے لیے ضروری ہے، حتیٰ کہ اگر یہ قید لگائے بغیر ایک شخص یوں کہے کہ: ’’میں اپنی بیٹی کا نکاح اس شرط پر تجھ سے کراتا ہوں کہ تو اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کرائے گا‘‘ اور دوسرا شخص اس کو قبول کرلے (یہ تذکرہ نہ ہو کہ ایک دوسرے کو یہ لڑکی دینا مہر ہوگا) یا پہلا شخص یوں کہے کہ: ’’میری بیٹی تیری بیٹی کے عوض مہر ہو جائے گی‘‘ لیکن دوسرا اس کو قبول نہ کرے اور یوں ہی اپنی بیٹی بیاہ دے (مہر کا سرے سے تذکرہ ہی نہ ہو) تو یہ نکاحِ شغار نہ رہے گا، اگرچہ ان تمام صورتوں میں مہر مثل لازم ہوگا۔۔۔۔پس شریعت نے نکاحِ شغار میں دو چیزیں ثابت کی ہیں: ایک کراہت اور دوسرا مہر مثل۔



(١) رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب نكاح الشغار: ٤/ ٢٣٧، ٢٣٨

باب المحرمات

(مباحث ابتدائیہ)

تعارف اور حکمتِ حرمت:

شریعت مطہرہ کی رو سے نکاح کو مشروع قرار دیئے جانے کے باوجود اس میں چند ایسی پابندیوں کی رعایت ضروری ہے جن کی رعایت کے بغیر نکاح کے مصالح کا حصول ناممکن ہے۔ان پابندیوں میں سے ایک بنیادی پابندی یہ ہے کہ عورت محرمات میں سے نہ ہو۔

انسانوں اور دوسری مخلوقات کے درمیان بنیادی فرق بھی یہی ہے کہ انسان اپنی جنسی ضروریات جانوروں کی طرح پوری نہیں کرتا، بلکہ ان ضروریات کی تکمیل میں وہ کئی شرعی، اخلاقی، سماجی اور طبی ضروریات کو بھی مدنظر رکھتا ہے تا کہ نسل انسانی کی بقا اور حسب ونسب کی حفاظت ایسے طریقے پر ہو سکے کہ فسادِ عالم، جنسی بے راہ روی اور معاشرتی بگاڑ کی ادنی نوبت بھی نہ آ سکے۔

شرعی نقطہ نظر سے جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ہے، ان میں تعبد اور اللہ تعالی کے احکامات کو بلاچون وچرا ماننے کی آزمائش کے علاوہ بھی کئی راز مضمر ہیں، مثلاً: شرعی محرمات سے نکاح کرنا شدید بے حیائی، خواہش پرستی، جنسی بے راہ روی، خلطِ انساب، توہین دین اور قطع رحمی جیسے مفاسد پر مشتمل ہے، لہٰذا شریعتِ مطہرہ نے انسانوں کو ان بہیمانہ خصلتوں سے بچانے کے لیے اصول متعین کر دیے جن کی روشنی میں کیا جانے والا نکاح سراسر خیر اور معاشرتی اصلاح کا ذریعہ ہوتا ہے۔(۱)

محرمات کی اقسام:

بنیادی طور پر محرمات کی فہرست مندرجہ ذیل دو اقسام پر مشتمل ہے۔

۱-محرمات مؤبدہ ۲-محرمات مؤقتہ

۱-محرماتِ مؤبدۃ:

محرمات مؤبدہ سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے۔محرماتِ مؤبدہ کی الگ تین قسمیں ہیں:

الف: محرمات بالقرابۃ (یعنی نسبی قرابت کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں)

---

(۱) حاشیۃ بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقرابۃ: ۳/ ۴۰۵،۴۰۶

ب: محرمات بالمصاہرۃ (یعنی سسرالی رشتہ داری کی بناپر حرام قرار دی جانے والی عورتیں)

ج: محرمات بالرضاعۃ (رضاعت، یعنی دودھ پلانے کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتیں)(۱)

ان میں سے ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

الف: نسبی قرابۃ کی وجہ سے حرام ہونے والے رشتوں کی تفصیل:

(۱) فروع......: یعنی اپنی اولاد، بیٹے، بیٹیاں اور ان کی اولاد کا سلسلہ

(۲) اصول......: یعنی مائیں، دادایاں، نانیاں اور باپ، دادا اور والدین کا آبائی اور مادری سلسلہ

(۳) والدین کے فروع......: یعنی بھائی، بہن اور ان کی اولاد کا نیچے تک سلسلہ

(۴) دادا، دادی اور نانا، نانی کے ایک پشت کے فروع، یعنی صرف چچا و پھوپھی اور ماموں وخالہ سے نکاح حرام ہے، جبکہ ان کی اولاد (چچازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد اور خالہ زاد) سے حلال اور جائز ہے۔(۲)

نسبی قرابت سے حرام ہونے والے رشتہ داروں کے لیے قاعدہ کلیہ یہی ہے جو گزر چکا، تاہم قرآنِ کریم میں ان محرمات میں سے سات رشتوں کو خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ﴾(۳)

ب: محرمات بالمصاہرت:

یہ محرماتِ مؤبدہ کی دوسری قسم ہے۔ اس کی تفصیل ''باب حرمۃ المصاہرۃ'' کے تحت آرہی ہے۔

ج: محرمات بالرضاعۃ:

نسبی قرابت کی وجہ سے جو رشتہ دار حرام ہوتے ہیں، وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوں گے۔ اس کی تفصیل ''باب الرضاع'' کے تحت آرہی ہے۔

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في المحرمات بالقرابة:۳/۴۰۵، ۴۰۶

(۲) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات:۴/۹۹

(۳) النساء: ۲۳

۲-محرماتِ مؤقتہ

محرمات موقتہ کی درج ذیل دوصورتیں ہیں:

الف: اجنبیات کے مابین جمع:

اس سے مراد یہ ہے کہ جس شخص کے نکاح میں پہلے سے چار بیویاں ہوں یا ان چار میں سے کوئی اس سے عدت گزار رہی ہو تو اس کے لیے پانچویں عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔(۱)

ب: ذوات الارحام کے مابین جمع:

دو ایسی عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کہ اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی مرد فرض کرلیا جائے تو ان دونوں کا آپس میں نکاح حرام قرار پائے، مثلاً: دو بہنوں یا ماں بیٹی کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں، یعنی جب تک کسی شخص کے نکاح یا عدت میں اس کی بیوی موجود ہو، اس وقت تک اس شخص کے لیے اس بیوی کی ماں، بہن، خالہ اور پھوپھی سے نکاح جائز نہیں۔(۲)

ج: آزاد عورت نکاح میں ہوتے ہوئے باندی سے نکاح کرنا:

جس شخص کے نکاح یا عدت میں آزاد عورت ہو، وہ کسی باندی سے نکاح کرکے آزاد عورت پر نہیں لاسکتا۔(۳)

د: وہ عورت جس سے کسی اور کا حق متعلق ہو:

وہ عورت جو کسی دوسرے مرد کے نکاح میں ہو یا اس سے عدت (عدتِ طلاق یا وفات) گزار رہی ہو، اس سے نکاح کرنا حرام ہے، جب تک وہ عورت اس شخص سے طلاق یا کسی اور شرعی وجہ سے جدا ہو کر عدت نہ گزارے، اس وقت تک کوئی دوسرا مرد اس عورت سے نکاح نہیں کرسکتا۔(۴)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني في بيان المحرمات، القسم الرابع المحرمات بالجمع: ۲۷۷/۱، ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۱٦/٤

(۲) الفتاویٰ الهندية، حواله بالا: ۲۷۷/۱، بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ٤۲۹/۳

(۳) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني، القسم الخامس الإماء المنكوحة على الحرة أومعها: ۲۷۹/۱

(٤) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني، القسم السادس، المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، بدائع الصنائع، فصل في شرط أن لاتكون منكوحة الغير: ٤٥۱/۳

اسی طرح وہ عورت جو نکاح کی وجہ سے حاملہ ہو، اس سے بھی نکاح کرنا جائز نہیں، اس لیے کہ ثابت النسب حمل کے ہوتے ہوئے عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں، البتہ وضع حمل کے بعد اس سے نکاح کرنا جائز رہے گا۔

اس کے برعکس اگر عورت زنا کی وجہ سے حاملہ ہو تو حنفیہ کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق اس سے نکاح کرنا جائز ہے، البتہ اگر زنا موجودہ شوہر کے علاوہ کسی اور نے کیا ہو تو وضع حمل تک اس سے جماع اور دواعی جماع جائز نہیں اور اگر موجودہ شوہر نے زنا کیا ہو تو سب کچھ جائز ہے۔(۱)

ھ: مشرک عورتوں سے نکاح:

اہل کتاب کے علاوہ کسی کافرہ مشرکہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح نکاح کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک یا دونوں مرتد نہ ہو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی مرتد ہو تو اس کا نکاح نہ تو کسی مسلمان سے جائز ہے، نہ کسی کافر اہل مذہب سے اور نہ ان کے اپنے مابین یعنی مرتدین سے۔(۲)

اسی طرح کسی مسلمان عورت سے کافر شخص کا نکاح بھی جائز نہیں۔(۳)

و: المحرمات بالملک (یعنی زوجین میں سے کسی ایک کا دوسرے کی ملک میں ہونا):

آقا کا اپنی باندی سے اور غلام کا اپنی مالکہ سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر یہی باندی اور غلام اپنے آقا اور مالکہ سے آزاد ہو جائیں تو ان کا نکاح جائز ہوگا۔(۴)

ز: محرمات بالطلقات:

جس شخص نے کسی آزاد عورت کو تین طلاق دے کر اس سے اپنا نکاح ختم کیا ہو تو اسی شخص کے لیے مذکورہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں، جب تک وہ عورت اس شخص سے عدت گزار کر کسی اور شخص سے نکاح، جماع، طلاق اور عدت

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني، القسم السادس، المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، بدائع الصنائع، فصل في شرط أن لا يكون بها حمل آخر: ۳/۴۵۳

(۲) الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني، القسم السابع المحرمات بالشرك: ۱/۲۸۱، بدائع الصنائع، فصل في شرط أن يكون للزوجين ملة يقران عليها: ۳/۴۵۸

(۳) بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة ۳/۴۶۵

(۴) الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني، القسم الثامن المحرمات بالملك: ۱/۲۸۲، بدائع الصنائع، فصل في شرط الزوجية ۳/۴۶۷

کے مراحل سے نہ گزر جائے۔(۱)

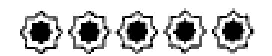
علامہ حصکفیؒ نے محرمات کی مذکورہ نو اقسام کو انتہائی اختصار اور جامعیت کے ساتھ یوں ذکر کیا ہے۔

"أسباب التحريم أنواع: قرابة، مصاهرة، رضاع، جمع، ملك، شرك، إدخال أمة على حرة، التطليق ثلاثاو تعلق حق الغير بنكاح أو عدة.(۲)

متعہ اور نکاح موقت کا حکم:

حرام نکاح کی صورتوں میں سے ایک صورت متعہ کی ہے، جس کے حرام ہونے پر اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ مرد کسی عورت سے کہے کہ:"میں تم سے اتنے روپیہ یا سامان پر اتنے دونوں تک کے لیے متعہ کرتا ہوں۔"یعنی اتنی مدت تک میں تم سے فائدہ اٹھاتا رہوں گا۔یہ صورت قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔نکاحِ متعہ پر نکاح صحیح کا کوئی بھی حکم لاگو نہیں ہوسکتا۔

نکاح چونکہ زندگی بھر کے لیے عفت، پاک دامنی اور اطمینان بخش معاشرت کا ذریعہ ہے، اس لیے اس میں وقت کی تحدید نا قابل برداشت ہے، خواہ لمبی مدت ہی کیوں نہ ہو، مثلاً معاہدہ نکاح میں یہ طے پائے کہ ہمارے نکاح کا یہ معاہدہ دس سال کے لیے ہوگا، شریعت کی رو سے یہ نکاح موقت ہو کر ناجائز ہے، تاہم اگر کوئی شخص دیارِ غیر میں عفت کے لیے نکاح کرنا چاہے اور ارادہ ہو کہ پانچ سال رہتے ہوئے نکاح رہے گا۔پانچ سال کے بعد اگر بیوی ساتھ چلے تو فبہا ونعمت، ورنہ طلاق دے کر اس کو آزاد کردوں گا تو ایسی صورت میں نیت وارادہ نکاح پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ہاں یہ ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کے وقت زمانہ کی تحدید کا تذکرہ نہ ہو۔(۳)



(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني، القسم التاسع المحرمات بالطلقات:۱/۲۸۲

(۲)الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات:۶/۹۹، ۱۰۰

(۳)الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني فی بیان المحرمات، ومما يتصل بذلك مسائل:۱/۲۸۲، ۲۸۳، بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في النكاح المؤقت:۳/۴۶۷، ۴۸۰

مسائل باب المحرمات

علاتی بہن کی پوتی سے نکاح

سوال نمبر(76):

علاتی بہن کی پوتی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

بيّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفيق:

حقیقی بہن کی طرح علاتی اور اخیافی بہن اور ان کی اولاد بھی محرمات ابدیہ میں داخل ہیں، اس لیے علاتی بہن کی پوتی سے نکاح جائز نہیں۔

والدليل على ذالك:

المحرمات بالنسب وهن الأمهات، والبنات، والأخوات...... وبنات الأخ، وبنات الأخت ......وأما الأخوات، فالأخت لأب وأم، والأخت لأب، والأخت لأم، وكذا بنات الأخ والأخت، وإن سفلن. (۱)

ترجمہ: قسم اول نسب کی وجہ سے حرام ہونے والی عورتوں کی ہے اور وہ ماں، بیٹیاں اور بہنیں......اور بھائی اور بہن کی بیٹیاں ہیں...... جہاں تک بہنوں کا تعلق ہے تو خواہ وہ حقیقی ہوں، علاتی ہوں یا اخیافی اور اسی طرح بھائی اور بہن کی بیٹیاں (بھی حرام ہیں) اگرچہ نیچے تک ہوں۔

❁❁❁

بہن کی سوکن کی پوتی سے نکاح

سوال نمبر(77):

اپنی بہن کی سوکن کی پوتی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس رشتے کے علاوہ اس سے کوئی اور رشتہ نہیں۔

بيّنوا تؤجروا

(۱) الفتاوى الهندية، الباب الثالث في بيان المحرمات، القسم الأول المحرمات بالنسب: ۱/۲۷۳

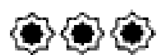
الجواب وباللّٰہ التوفیق:

بہن کی سوکن کی پوتی شریعت میں ذکر کردہ محرمات میں داخل نہیں، لہٰذا اس سے نکاح جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

قوله تعالیٰ: ﴿وَأُحِلَّ لَكُمْ مَاوَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ أي ماعدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال.(۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ''اور حلال ہے تمہارے لیے وہ عورتیں جو ان کے سوا ہیں، یعنی مذکورہ تمام محارم کے علاوہ جو عورتیں ہیں، وہ تمہارے لیے حلال ہیں۔



سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح

سوال نمبر(78):

کیا سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

فقہائے کرام نے سوتیلی ماں کی ماں اور اُس کی بیٹی سے نکاح جائز لکھا ہے کیونکہ نہ یہ محرمات نسبیہ میں سے ہیں اور نہ ہی محرمات صہریہ میں سے، لہٰذا جب سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح جائز ہے، تو اس کی بہن سے بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ بشرطیکہ حرمت کی کوئی اور وجہ نہ ہو۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ولا تحرم بنت زوج الأم ولا امه ولا أم زوجة الأب ولا بنتها.(۲)

ترجمہ: سوتیلے باپ کی بیٹی اور اُس کی ماں سے نکاح حرام نہیں۔ اسی طرح سوتیلی ماں کی ماں اور اُس کی بیٹی سے (نکاح کا بھی یہی حکم ہے)

۞۞۞

(۱) ابن کثیر، اسماعیل بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) سورۃ النسآء: ۲۴، ۱/۶۱۹

(۲) ردالمحتار علی الدرالمختار:

سوتیلی ماں کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا

سوال نمبر (79):

زید نے ہندہ سے نکاح کیا، جب کہ زید کا پہلی بیوی سے ایک بیٹا ہے اور ہندہ کی ایک بیٹی پہلے شوہر سے ہے، پھر زید نے نکاح کے کچھ عرصہ بعد اپنے اس بیٹے کو ہندہ کی بیٹی سے بیاہ دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کے بیٹے کا اپنی سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رُو سے کسی شخص کا اپنی سوتیلی ماں کی ایسی بیٹی سے نکاح کرنا درست ہے، جو کہ اس شخص کے اپنے باپ سے نہ ہو۔

لہٰذا مسئولہ صورت میں زید کے بیٹے کا نکاح ہندہ کی بیٹی سے بلاشبہ درست ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وجاز للابن التزوج بأم زوجة الأب، وبنتها.(۱)

ترجمہ:

بیٹے کے لیے اپنی سوتیلی ماں کی والدہ اور اس کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے۔

❁❁❁

سوتیلی ماں سے نکاح کرنا

سوال نمبر (80):

کسی شخص کے لیے اپنے والد کی بیوی یعنی سوتیلی ماں کے ساتھ والد سے جدائی حاصل ہونے کے بعد نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

---

(۱) فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات تحت قوله (ولهذا): ۱۲۰/۳

الجواب وباللہ التوفیق:

جب باپ کسی عورت سے نکاح کر لے تو محض نکاح کر لینے سے ہی اس کے بیٹے پر یہ عورت حرام ہو جاتی ہے، چاہے باپ نے اس عورت سے ازدواجی تعلقات قائم کی ہو یا نہیں، لہٰذا اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾.(۱)

ترجمہ:

اوران عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو، جن کے ساتھ تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو مگر جو پہلے ہو چکا۔

❁❁❁

سوتیلے باپ کی بیوی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(81):

زید کے والد کی وفات پا جانے پر زید کی والدہ نے بکر سے شادی کر لی، بکر نے کچھ عرصہ بعد ایک دوسری لڑکی زینب سے بھی شادی کر لی، لیکن چند ہی دن بعد بکر مر گیا، کیا اب زید زینب سے نکاح کر سکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

صورت مسئولہ میں زید کے لیے زینب سے اس کی عدت وفات گزرنے کے بعد نکاح کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کا زینب کے ساتھ قرابت، رضاعت یا مصاہرت کا کوئی اور ایسا رشتہ نہ ہو، جو جواز نکاح سے مانع ہو۔ خلاصہ یہ کہ فقط سوتیلے باپ کی بیوی ہونا نکاح کے جواز سے مانع نہیں۔

والدلیل علیٰ ذلک:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ....وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ﴾ (۲)

(۱) سورۃ النساء:۲۲

(۲) النساء:۲۳، ۲۴

ترجمہ:

تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں حرام ہیں۔۔۔۔۔۔اوران عورتوں کے سوااور عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں۔

❁❁❁

سوتیلے باپ کی بیٹی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(82):

ایک عورت کا خاوند وفات پا گیا، جس سے اس کا ایک بیٹا ہے، پھر اس عورت سے اس کے ایک شادی شدہ دیور نے شادی کر لی، جب کہ اس دیور کی پہلی بیوی سے ایک بیٹی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس لڑکے کے لیے اپنی والدہ کے اس خاوند (جو کہ اس کا چچا ہے) کی پہلی بیوی سے ہونے والی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

درحقیقت سوال میں مذکور لڑکا اور لڑکی آپس میں چچازاد بہن، بھائی ہیں اور چچازاد بہن، بھائی کا آپس میں نکاح جائز ہے۔لڑکے کی ماں سے چچا کے شادی کر لینے سے اس نکاح کے جواز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ولاتحرم بنت زوج الأم، ولاأمه.(۱)

ترجمہ: اپنے سوتیلے باپ کی بیٹی (جو اس شخص کی اپنی ماں سے نہ ہو) اور اس کی ماں (سے نکاح) حرام نہیں۔

❁❁❁

اخیافی بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(83):

ایک عورت کی دو بیٹیاں تھیں۔اس کا شوہر وفات پا گیا۔اس بیوہ نے دوسری شادی کر لی تو اس شوہر کے نکاح

(۱)رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات:٤/١٠٥.

سے بھی اس کی اولاد ہوئی، دوسری اولاد میں ایک بیٹا بھی ہے جو کہ پہلی اولاد (بیٹیوں) کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا ماں شریک بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا درست ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

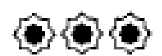
شریعت مطہرہ نے نکاح کے معاملہ میں محرمات وغیر محرمات کی تفصیل بیان کی ہے، چنانچہ والدین کی مشترکہ اولاد، الگ الگ اولاد اور بہن بھائی کی اولاد سے نکاح حرام ہے۔

صورتِ مسئولہ میں جو رشتہ بیان کیا گیا ہے، یہ اخیافی بہن کی بیٹی کا رشتہ ہے جو کہ والدہ کی اولاد کی اولاد ہے جس کے ساتھ نکاح حرام ہے، جس پر فقہائے کرام کی صریح عبارات موجود ہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

القسم الأوّل المحرماتُ بالنّسب....وأماالأخوات: فالأخت لأب وأم، والأخت لأب، والأخت لأم، وكذابنات الأخ، والأخت وإن سفلن .(۱)

ترجمہ: (محرمات کی نو قسموں میں سے) پہلی قسم نسب کی وجہ سے حرام ہونے والی خواتین ہیں.....بہنوں میں سے، سگی بہنیں، باپ شریک بہنیں اور ماں شریک بہنیں ہیں، اسی طرح بھتیجیاں اور بھانجیاں، اگر چہ نچلے درجے کی ہوں (سب سے نکاح کرنا حرام ہے)۔



بھانجی کی اولاد سے نکاح کرنا

سوال نمبر (84):

کیا بھانجی کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے یا کوئی خاتون بھانجی کے بیٹے سے نکاح کر سکتی ہے؟ وضاحت کریں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق بھانجی کی بیٹی کا شمار ان عورتوں میں ہوتا ہے جو نسبی رشتے کی وجہ سے

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات:۱/۲۷۳

حرام ہیں لہٰذا اس کے ساتھ نکاح حرام ہے اسی طرح دوسری صورت میں خالہ، بھانجی کے بیٹے سے بھی نکاح نہیں کر سکتی

والدّلیل علیٰ ذلک :

القسم الأوّل المحرمات بالنّسب.... وأما الأخوات: فالأخت لأب وأم، والأخت لأب، والأخت لأم، وكذابنات الأخ، والأخت وإن سفلن. (۱)

ترجمہ: (محرمات کی دوقسموں میں سے) پہلی قسم نسب کی وجہ سے حرام ہونے والی خواتین ہیں.....بہنوں میں سے، سگی بہنیں، باپ شریک بہنیں اور ماں شریک بہنیں ہیں، اسی طرح بھتیجیاں اور بھانجیاں، اگر چہ نچلے درجے کی ہوں (سب سے نکاح کرنا حرام ہے)۔

بہو کی بیٹی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(85):

زید نے بیوہ عورت کے ساتھ شادی کر لی، اس عورت کی ایک بالغ بیٹی بھی ہے جو کہ سابقہ مرحوم شوہر سے ہے۔اب زید کا والد اسی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، کیا اس کے لیے یہ نکاح کرنا درست ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

جن عورتوں کے ساتھ نکاح ابدی طور پر حرام ہے، ان میں بیٹے اور بیٹی کی اولاد بھی شامل ہے، لیکن اس سے مراد ان کی حقیقی اولاد ہے جو کہ ان کے اپنے نکاح سے ہوں۔

صورتِ مسؤلہ میں زید کی بیوی کی بیٹی اس کے باپ کے کسی ایسے رشتے میں نہیں آتی، جس سے ان کا آپس میں نکاح حرام ہو، لہٰذا ان کا نکاح درست ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

وأما بنت زوجة أبيه، أو ابنه، فحلال. (۲)

ترجمہ: باپ کی بیوی کی بیٹی اور بیٹے کی بیوی کی بیٹی (کے ساتھ نکاح) حلال (جائز) ہے۔

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات: ۲۷۳/۱

(۲) الدرالمختار على صدر ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۰۵/٤

مطلقہ ممانی کے ساتھ نکاح کرنا

سوال نمبر(86):

اگر کسی کے ماموں کی اہلیہ کو طلاق مل جائے تو کیا عدت گزرنے کے بعد یہ شخص اس کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے نکاح کی حرمت کے خاص اسباب ہیں، جن میں سے نسب بھی ہے اور نسبی رشتوں میں کچھ خاص عورتیں ایسی ہیں، جن کے ساتھ نکاح حرام ہوتا ہے۔

ماموں کی اہلیہ کے ساتھ اس صورت میں نکاح جائز ہے، جب اس کے ساتھ اسی رشتہ (ممانی ہونا) کے علاوہ دوسرا کوئی ایسا رشتہ یا سبب حرمت نہ ہو، جس کی وجہ سے نکاح حرام ہو تو طلاق ملنے اور عدت گزر جانے کے بعد اس کے ساتھ نکاح کرنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

(القسم الأول المحرمات بالنسب)وهن الأمهات، والبنات، والأخوات، والعمات، والخالات، و بنات الأخ، وبنات الأخت فهن محرمات نكاحاً.(١)

ترجمہ:

پہلی قسم وہ عورتیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوں، وہ مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں ہیں، ان سب سے نکاح حرام ہے۔

❀❀❀

چچی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(87):

زید اور بکر دو بھائی ہیں کیا ان میں سے ہر ایک کا بیٹا دوسرے بھائی کی بیوی (اپنی چچی) کے لیے محرم ہے

(١)الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات:١/٢٧٣

یانہیں؟اگر چچاوفات پا جائے یا وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو بھتیجا اپنی اس چچی سے نکاح کرسکتا ہے یانہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

چچی محرمات مؤبدہ میں سے نہیں ،اس سے نکاح صرف اس وقت تک ناجائز ہے، جب تک کہ وہ چچا کے نکاح میں ہو اور چچا کے عقد نکاح سے نکل جانے کے بعد اس سے نکاح کرنا بالکل جائز ہے، بشرطیکہ اس سے رضاعت یا مصاہرت وغیرہ کا کوئی تعلق نہ ہو۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

والمحرمات علی التأبید ثلاثة أنواع:محرمات بالقرابة، ومحرمات بالمصاهرة، ومحرمات بالرضاع.(۱)

ترجمہ:

محرمات مؤبدہ تین قسم پر ہیں: قرابت، مصاہرت اور رضاعت کے سبب حرام کی گئی عورتیں ہیں۔

❁❁❁

زنا کار حاملہ عورت سے نکاح

سوال نمبر(88):

ایک شخص نے کسی لڑکی سے نکاح کرلیا تو پتہ چلا کہ وہ حاملہ ہے، چونکہ وہ اس سے پہلے کسی کے نکاح میں نہیں تھی، اس لیے یہ حمل زنا سے تھا، نکاح کے بعد اس عورت کا اپنے شوہر سے بچہ بھی پیدا ہوا، شرعی نقطہ نظر سے زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا اور اسی طرح اس بچے کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شریعت کی رُو سے ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے، جو زنا سے حاملہ ہو، ایسی عورت کے ساتھ نکاح منعقد ہو جاتا ہے، البتہ وضع حمل تک اس سے ازدواجی تعلقات قائم نہ کرے۔وضع حمل کے بعد شوہر اس کے ساتھ

(۱)بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقرابة:۳/۴۰۵

ازدواجی تعلقات قائم کرسکتا ہے، جہاں تک اس بچے کا حکم ہے تو نکاح کے چھ مہینے یا اس سے زیادہ عرصہ گزر جانے پر پیدا ہونے والا بچہ اسی شوہر کا شمار ہو کر ثابت النسب رہے گا اور نکاح کے چھے مہینے سے کم مدت میں پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب نہ ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

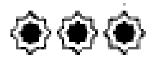
وقال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى: يجوز أن يتزوج امرأة حاملا من الزنا، ولا يطؤها حتىٰ تضع.(۱)

ترجمہ:

ابوحنیفہؒ اور محمدؒ فرماتے ہیں کہ: ''زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اس کے ساتھ جماع تب جائز ہوگا، جب اس عورت کا وضع حمل ہو جائے۔

وإذا تزوج الرجل امرأة، فجاء ت بالولد لأقل من ستة أشهر منذ تزوجها لم يثبت نسبه، وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعدا يثبت نسبه.(۲)

ترجمہ: اور جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرلے تو وہ عورت شادی کے بعد چھ ماہ سے کم عرصے میں بچہ جن لے تو اس کا نسب ثابت نہیں اور اگر چھ ماہ یا اس سے زیادہ عرصے میں بچہ جن دے تو اس کا نسب اسی شوہر سے ثابت ہوگا۔



بھتیجے کی بیوی سے نکاح

سوال نمبر(89):

اگر کسی کا بھتیجا وفات ہو جائے تو کیا اس کی بیوی سے نکاح کرنا جائز رہے گا؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی لحاظ سے جن اسباب کی وجہ سے کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنا حرام رہتا ہے، ان اسباب کے موجود نہ

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات: ۲۸۰/۱

(۲) الفتاوی الهندیة، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۵۳۶/۱

ہونے کی صورت میں اس عورت کے ساتھ نکاح جائز رہے گا۔

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ عورت کے ساتھ متوفی شوہر کے چچا کا نسبی، رضاعی وغیرہ ایسا رشتہ نہ ہو جس کی وجہ سے نکاح حرام ہو اور عدت بھی گزر جائے، تو چوں کہ "بھتیجے کی بیوی ہونا" نکاح کی حرمت کے اسباب میں سے نہیں، لہٰذا اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّاوَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۱)

ترجمہ:

اور حلال ہیں تمہارے لیے ان کے علاوہ تمام عورتیں بشرطیکہ ان کو اپنے مال (مہر) کے بدلے طلب کرو۔

❁❁❁

بیوی کی علاتی خالہ سے نکاح

سوال نمبر(90):

ہندہ زید کے نکاح میں ہے۔ اب زید اس کی علاتی خالہ سے بھی نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا از روئے شریعت زید کے لیے پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی علاتی خالہ سے نکاح جائز ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

مرد کے لیے خالہ اور اس کی بھانجی کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، چاہے وہ اس کی حقیقی خالہ ہو یا علاتی ہو۔

لہٰذا جب تک ہندہ زید کے حرم میں ہے، اس وقت تک اس کے لیے ہندہ کی خالہ سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

ولا یجمع بین المرأة وعمتها أو خالتها. (۲)

---

(۱) النسآء: ۲٤

(۲) الهداية، كتاب النكاح، فصل فی بیان المحرمات: ۲/۳۲۸

ترجمہ:

اور مرد (نکاح میں) عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو جمع نہ کرے۔

وأما الخالات: فخالته لأب وأم، وخالته لأب، وخالته لأم.(۱)

ترجمہ: خالہ سے مراد حقیقی خالہ اور علاتی خالہ اور اخیافی خالہ ہے۔

❁❁❁

کسی عورت کو اس کی بھانجی کی بیٹی کے ساتھ نکاح میں یکجا کرنا

سوال نمبر(91):

ایک عورت بانجھ پن کی وجہ سے شوہر کے لیے دوسری شادی کی تلاش میں ہے، اُسے اپنی بھانجی کی بیٹی کا رشتہ پسند ہے۔کیا شرعی نقطہ نظر سے بھانجی کی بیٹی کو اس کے ساتھ نکاح میں یکجا کیا جاسکتا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق جن دو عورتوں میں سے ہر ایک کو مرد فرض کر لینے سے ان کا آپس میں نکاح حرام ہو تو ان دونوں کو ایک ہی نکاح میں اکٹھا رکھنا بھی جائز نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں دونوں عورتوں میں سے کسی کو بھی مرد فرض کر لینے سے ان کا باہمی نکاح حرام ہے، لہٰذا ان دونوں کو ایک ہی نکاح میں جمع کرنا بھی حرام ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

ولایجمع بین المرأة وعمتها، أو خالتها، أو ابنة أخیها، أو ابنة أختها.(۲)

ترجمہ:

کسی عورت کے ساتھ اس کی خالہ، پھوپھی، بھتیجی اور بھانجی کو (نکاح میں) یکجا نہیں کیا جاسکتا۔

❁❁❁

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الاول:۱/۲۷۳

(۲) الهدایة، کتاب النکاح:۲/۳۲۸

پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا

سوال نمبر(92):

اگر کسی شخص کے نکاح میں کوئی عورت ہوتو اس عورت کے نکاح کے باوجود اس کی سگی نسبی بھتیجی کے ساتھ اس شخص کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر وہ نکاح کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے جس طرح دو بہنوں کو ایک شخص کے نکاح میں بیک وقت جمع نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح دو ایسی رشتہ دار عورتوں کو بھی بیک وقت ایک نکاح میں جمع نہیں کیا جاسکتا، جن میں سے اگر ایک کو مرد فرض کرلیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح حرام ہو۔

صورت مسئولہ میں پہلی عورت (بیوی) اور دوسری لڑکی آپس میں پھوپھی، بھتیجی ہیں۔ پھوپھی کو مرد تصور کرنے سے چچا اور بھتیجی کا نکاح جائز نہیں، لہٰذا ان کو ایک نکاح میں جمع کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

الأصل أن كل امرأتين لو صوّرنا إحداهما من أي جانب ذكرا لم يجز النكاح بينهما برضاع، أونسب لم يجز الجمع بينهما.(۱)

ترجمہ: قاعدہ یہ ہے کہ جن دو عورتوں میں سے کسی ایک طرف سے ایک کو مرد فرض کرلیا جائے اور ان کا باہمی نکاح رضاعت یا نسب کی وجہ سے جائز نہ ہوتو ان دونوں کا (نکاح میں) جمع کرنا بھی جائز نہیں۔

۞۞۞

چچازاد بہن کے ساتھ چچازاد بھائی کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرنا

سوال نمبر(93):

ایک شخص نے اپنی چچازاد بہن سے نکاح کیا ہے۔ اب وہ اپنے ایک چچازاد بھائی کی بیٹی سے بھی نکاح

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات: ۱/۲۷۷

کرنا چاہتا ہے۔سوال یہ ہے کہ چچازاد بہن کے ہوتے ہوئے، چچازاد بھائی کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

بیک وقت نکاح میں پھوپھی اور بھتیجی کو جمع کرنا جائز نہیں۔صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کی بیوی (چچازاد بہن) اور مذکورہ چچازاد بھائی آپس میں بہن بھائی نہ ہوں تو اس کے لیے اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے بھی اس چچازاد بھائی کی بیٹی سے نکاح کرنا درست ہے،لیکن اگر وہ دونوں آپس میں بہن بھائی ہیں (یعنی دونوں ایک ہی چچا کی اولاد ہیں) تو پھر اس شخص کی بیوی اور چچازاد بھائی کی بیٹی آپس میں پھوپھی اور بھتیجی ہوئیں اور پھوپھی اور بھتیجی کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔لہٰذا ایسی صورت میں چچازاد بھائی کی بیٹی سے نکاح درست نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

فلایجوز الجمع بین امرأۃ وعمتھا نسباً، أورضاعاً.(۱)

ترجمہ:

کسی عورت اور اس کی نسبی یا رضاعی پھوپھی کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔

❁❁❁

نکاح کے بعد رخصتی سے انکار کی صورت میں دوسری بہن سے نکاح

سوال نمبر(94):

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے اپنی بہن کا نکاح ایک شخص سے کروایا،لیکن اب وہ رخصتی سے انکار کررہی ہے،لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ خاوند اس کو طلاق دے دے اور پھر اپنی دوسری بہن کا نکاح اس سے کروادیں، ہماری دوسری بہن اور یہ بہنوئی اس پر راضی بھی ہیں۔کیا پہلی بہن کو طلاق ہونے کے فوراً بعد ہم دوسری بہن کا نکاح اس بہنوئی سے کرواسکتے ہیں؟

بینوا توجروا

(۱)الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثالث القسم الرابع:۱/۲۷۷

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رو سے کسی شخص کے لیے پہلی بیوی کی عدت کے دوران اس کی بہن سے نکاح جائز نہیں، البتہ اگر پہلی بیوی کو طلاق دے دے تو اگر پہلی بیوی سے دخول، خلوت صحیحہ یا ان میں سے کسی ایک کی موت واقع ہوگئی ہو تو اس صورت میں دوسری بہن سے نکاح عدت گزارنے پر موقوف ہوگا، تاہم اگر پہلی بہن سے پہلے نکاح ہوا ہو اور رخصتی نہیں ہوئی تو اس کو طلاق دینے کے فوراً اس کی دوسری بہن سے نکاح کرسکتا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وشرط وجوبها الدخول، او ما يجرى مجرى الدخول فهو الخلوة الصحيحة فى النكاح الصحيح دون الفاسد، فلا يجب بدون الدخول والخلوة الصحيحة۔(۱)

ترجمہ:

اور عدت کے واجب ہونے کی شرط دخول ہے یا جو دخول کا قائم مقام ہو اور وہ نکاحِ صحیح میں خلوت صحیحہ ہے، نہ کہ نکاحِ فاسد میں۔ لہٰذا دخول اور خلوت صحیحہ کے بغیر عدت لازم نہیں ہوتی۔

❁❁❁

مطلقہ بیوی کی عدت گزرنے کے بعد سالی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(95):

میں اپنی بیوی کو آج سے تین سال قبل طلاق دے کر چھوڑ چکا ہوں۔ اب میں اس کی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، کیا میرے لیے اس کی بہن (اپنی سابقہ سالی) سے نکاح جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا جائز نہیں، لیکن اپنی بیوی کو طلاق دے کر اگر عدت گزر جائے تو اس کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہو جاتا ہے۔

لہٰذا مسئولہ صورت میں آپ کے لیے سابقہ بیوی کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔

(۱) بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فى توابع الطلاق: ٤١٦/٤

والدّلیل علیٰ ذلك:

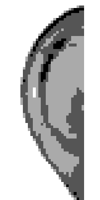
لایجمع بین اختین بنکاح ....ولایجوزأن یتزوج أخت معتدته سواء کانت العدة من طلاق رجعی، أوبائن، أوثلاث، أوعن نکاح فاسد.(۱)

ترجمہ:

دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع نہیں کیا جاسکتا۔۔۔۔اور جائز نہیں کہ کوئی شخص اپنی عدت گزارنے والی بیوی کی بہن سے نکاح کرے، چاہے وہ عدت طلاق رجعی کی وجہ سے لازم ہوئی ہو، یا طلاق بائن یا طلاق ثلاثہ یا نکاح فاسد کی وجہ سے۔



پھوپھی زاد بہن یا والدہ کی چچازاد بہن سے نکاح کرنا



سوال نمبر(96):

کیا پھوپھی زاد بہن یا والدہ کی چچازاد بہن سے نکاح درست ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جن رشتہ داروں کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کرنا حرام ہے، ان کو بطور قاعدہ وضابطہ یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ انسان پر اپنی اصل (والدین اوران کے والدین وغیرہ)، فرع (اپنی اولاد)، اصل قریب (والدین) کی اولاد یعنی بھائی بہن اوران کی اولاد، اوراسی طرح اصل بعید (دادا، نانا وغیرہ) کی صلبی اولاد یعنی چچا، ماموں وغیرہ سے نکاح درست نہیں، جب کہ باقی تمام رشتہ داروں سے نکاح درست ہے، بشرطیکہ کوئی اور مانع مثلاً رضاعت یا مصاہرت وغیرہ موجود نہ ہو۔

لہٰذا اپنی پھوپھی زاد بہن یا والدہ کی چچازاد بہن سے نکاح بلاشبہ درست ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

حرم أصله، وفرعه، وفرع أصله القریب، وصلبیة أصله البعید، فالأصل القریب الأب وا لأم،

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الرابع المحرمات بالجمع:۱/۲۷۷-۲۷۹

وفرعهما الإخوة، والأخوات، وبنات الإخوة، والأخوات، وإن سفلت، فيحرم جميع هؤلآء. والأصلُ البعيد: الأجداد والجدّات فتحرمُ بناتُ هولاءِ الصُّلبيّة: أي العمّاتُ والخالاتُ....إلخ (۱)

ترجمہ: انسان کے لیے اس کی اصل، فرع، اصل قریب (والدین) کی فرع اور اصل بعید (نانا، دادا وغیرہ) کی صلبی اولاد سے نکاح حرام ہے، اصل قریب باپ ماں، اور ان دونوں کی فرع بھائی بہن اور ان کی اولاد ہیں، ان سب سے نکاح حرام ہے اور اصل بعید دادے اور دادیاں ہیں۔ پس ان کی صلبی بیٹیاں حرام ہیں۔ یعنی پھوپھیاں اور خالائیں۔

❁❁❁

کسی اور کی بیوی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(97):

ایک شخص نے اپنی نابالغ بیٹی دوسرے آدمی کو ہبہ کردی، کہ یہ تمہاری بیوی ہے اور اس نے قبول کرلیا، پھر اس لڑکی کا باپ مرگیا۔ لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد اس کے بھائی نے شوہر سے چالیس ہزار روپے مہر مانگا، شوہر نے اس کو بائیس ہزار روپیہ دے دیا، اور لڑکی کی رخصتی ہوگئی، چند دن ہمبستری بھی ہوئی، پھر لڑکی کے بھائی نے بقیہ اٹھارہ ہزار روپے کا مطالبہ کیا، اس شخص نے اٹھارہ ہزار روپے کے بدلے میں کچھ زمین دے دی، لیکن لڑکی کے بھائیوں نے اس پر قناعت نہ کی اور اس شوہر کی استطاعت سے زیادہ زمین مانگنے لگے، یہ شخص قتل اور ظلم کے خوف سے بیرون ملک چلا گیا، تقریباً اٹھارہ برس باہر رہا، جب کہ اس لڑکی کے بھائی جانتے بھی تھے، پھر جب وطن آیا تو دیکھا کہ لڑکی کے بھائیوں نے اس کا نکاح کسی اور سے کردیا ہے۔ شریعت میں اس دوسرے نکاح کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

نکاح ایک ایسا رشتہ ہے کہ جب تک یہ رشتہ قائم رہے، اس وقت تک منکوحہ کسی اور سے نکاح کرنے کا حق نہیں رکھتی۔

صورت مسئولہ میں فراہم کردہ معلومات اگر حقیقت پر مبنی ہوں، یعنی اگر واقعی لڑکی اور اس کے بھائیوں کو ان اٹھارہ سالوں کے دوران خاوند کے بقید حیات ہونے کا علم ہو، تو پھر اس لڑکی کا نکاح کسی اور سے کروانے کی گنجائش باقی

(۱) صدر الشریعة، عبیدالله بن مسعود، شرح الوقایة، کتاب النکاح: ۲/ ۱۱، مکتبه امدادیه ملتان

نہیں رہتی، اور یہ لڑکی اپنے پہلے شوہر ہی کی بیوی رہے گی، دوسرا نکاح باطل ہے۔ نیز مہر خالصتاً بیوی کا حق ہے، لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر بھائی نے مہر کی رقم اپنے لیے ہڑپ کی ہو، تو یہ ہرگز جائز نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

أسباب التحريم أنواع......وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة.(١)

ترجمہ:

کسی عورت سے نکاح کے حرام ہونے کے کئی اسباب ہیں۔۔۔۔۔(ایک سبب یہ بھی ہے کہ) اس عورت سے کسی کے نکاح یا عدت کا حق متعلق ہو۔

❁❁❁

بیٹے کی ساس سے نکاح کرنا

سوال نمبر(98):

اپنے بیٹے کی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ عدت وفات پوری کر چکی ہے۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

محض بیٹے کی ساس ہونا جواز نکاح سے مانع نہیں۔ لہٰذا اپنے بیٹے کی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے، بشرطیکہ کوئی اور وجہ مانع نکاح موجود نہ ہو۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

ولاتحرم بنت زوج الأم ولاأمه ...... ولاأم زوجة الابن.(٢)

ترجمہ:

سوتیلے باپ کی بیٹی اور اس کی ماں (سے نکاح) حرام نہیں۔۔۔۔۔اور نہ ہی بیٹے کی ساس (سے نکاح) حرام ہے

❁❁❁

(١)الدر المختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات:٤/٩٩، ١٠٠

(٢)رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات:٤/١٠٥

حالتِ حیض میں نکاح کرنا

سوال نمبر(99):

اگر عورت حیض کی حالت میں ہو تو کیا اس کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

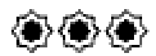
شرعی نقطہ نظر سے کسی عورت کے ساتھ نکاح گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کر لینے سے منعقد ہو جاتا ہے، نہ تو حیض نکاح کے موانع میں سے نہیں ہے اور نہ ہی حیض سے طہارت نکاح کے شرائط میں سے ہے، البتہ شوہر کا بیوی کے ساتھ جماع قرآن کریم کے حکم کی رو سے تب تک حرام ہے، جب تک وہ پوری طرح پاک ہو کر غسل نہ کرے۔

صورتِ مسئولہ کے مطابق حیض کی حالت میں نکاح منعقد ہو جاتا ہے، البتہ جماع حالت پاکی تک حرام رہے گا، تب تک جماع سے اجتناب کیا جائے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾(۱)

ترجمہ: اور تجھ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہیں کہ وہ گندگی ہے، سو تم حیض کی حالت میں اپنی بیویوں سے دور رہو اور ان کی پاکی تک ان کے پاس نہ جاؤ۔



حاملہ عورت سے اس کی عدت میں نکاح کرنا

سوال نمبر(100):

الف نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اب ''ب'' اس مطلقہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے لیکن وہ حاملہ ہے۔ تو کیا ''ب'' حمل کے دورانیہ میں اس کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے؟

بینوا توجروا

(۱) البقرۃ:۲۲۲

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے کسی دوسرے کی بیوی سے نکاح جائز نہیں، ہاں اگر پہلے شوہر سے اس کا نکاح مکمل طور پر ختم ہوجائے، چاہے کسی بھی صورت میں ہو، لیکن دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سابقہ شوہر سے جدائی پانے کی عدت پوری کرچکی ہو۔دوران عدت اس کا نکاح صحیح نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں ''الف'' کی مطلقہ بیوی جب تک عدت پوری نہ کرلے تب تک ''ب'' اس کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا۔اگر وہ عورت حاملہ ہوتو وضع حمل سے اُس کی عدت ختم ہوگی۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

وأما أحكام العدّة فمنها أنه لا يجوز للأجنبي نكاح المعتدة. (١)

ترجمہ:

اور عدت کے احکام میں سے یہ بھی ہے کہ اجنبی کے لیے معتدہ کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

❁❁❁

شوہر کی وفات کے ساڑھے تین ماہ بعد نکاح کرنا

سوال نمبر(101):

ایک شخص کا نکاح ہوا اور وہ وفات پاگیا، اس کی وفات کے ساڑھے تین مہینے بعد بیوہ کا نکاح اس کے بھائی کے ساتھ کردیا گیا۔ایسے کیے ہوئے نکاح کے بارے میں شریعت کا حکم واضح فرمائیں۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شریعت مطہرہ کی رو سے جن عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہے، ان میں سے عورت کا کسی اور کے نکاح میں ہونا بھی ہے، یعنی ایسی عورت جو کسی کے نکاح میں ہو، دوسرا شخص اس کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتا جب تک اس کا شوہر بیوی کو طلاق نہ دے یا اس کا شوہر وفات پاجائے، تاہم شوہر سے جدائی جس وجہ سے بھی ہو، دوسرا شخص اس سے تب نکاح کرسکے گا جب اس کی عدت گزر جائے، وفات ہونے کی صورت میں اس عورت کے ساتھ نکاح تب جائز ہوگا

(١) بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل في احكام العدة: ٤/٥ ٤ ٤

جب اس کی عدت وفات گزر جائے اور عدت کی دو صورتیں ہیں، اگر وہ بیوہ عورت حاملہ ہو تو جب تک وضع حمل نہ ہو، تب تک عدت ہی میں شمار ہوگی اور اگر حاملہ نہ ہو تو چار مہینے دس دن وہ عدت گزارے گی۔

چنانچہ صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ بیوہ عورت حاملہ ہو اور دوسرے نکاح سے پہلے ساڑھے تین مہینے کے اندر ہی اس کا وضع حمل ہو چکا ہو، تب تو یہ نکاح صحیح ہے اور اگر اس کا وضع حمل ہونے سے پہلے ہی نکاح کر دیا گیا ہو تو نکاح درست نہیں اور اگر حاملہ نہ ہو تو چونکہ اس کی عدت چار مہینہ دس دن ہے اور مذکورہ نکاح دوران عدت ہی کر دیا گیا ہے لہٰذا اس صورت میں بھی نکاح درست نہیں ہوا۔

والدّلیل علیٰ ذالك:

(وعدة الحرة في الوفاة أربعة أشهر وعشرا...... وإن كانت حاملا، فعدتها أن تضع حملها) ......
وقال عمر رضي الله عنه: لو وضعت وزوجها على سريرة لانقضت عدتها، وحل لها أن تتزوج.(١)

ترجمہ:

آزاد عورت کی عدت وفات چار مہینے اور دس دن ہے۔۔۔۔۔اور اگر وہ حاملہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: "اگر کسی عورت کا وضع حمل ہو جائے اور اس کا شوہر ابھی چارپائی پر پڑا ہو تو اس کی عدت گزر گئی اور اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ نکاح کر لے۔"

بیٹے کا نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے مرنا اور اُس منکوحہ سے باپ کا نکاح کرنا

سوال نمبر (102):

زید کے بیٹے کا نکاح ایک لڑکی سے ہوا، لیکن ابھی رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی کہ زید کا بیٹا مر گیا یعنی اس نے بیوی سے ہمبستری نہیں کی۔ کیا زید کے لیے اپنے بیٹے کی اس منکوحہ سے اس کی عدت کے بعد نکاح کرنا جائز ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

سسر کے لیے اپنی بہو سے نکاح کرنا کسی بھی صورت میں جائز نہیں، چاہے بیٹے نے اپنی بیوی سے ہمبستری کی ہو یا نہیں۔

---

(١) الهداية، كتاب الطلاق، باب العدة: ٢/ ٤٢٨، ٤٢٩

لہٰذا زید کے لیے مذکورہ بہو سے نکاح جائز نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

القسم الثالث المحرمات بالصهرية....والثالثة حليلة الابن، وابن الابن، وابن البنت، وإن سفلوا، دخل بها الابن أم لا.(١)

ترجمہ:

(محرمات کی) تیسری قسم سسرالی رشتہ سے حرام ہونے والی خواتین ہیں....اِن میں سے تیسرے نمبر پر: بیٹے، پوتے اور نواسے وغیرہ کی بیوی ہے، چاہے بیٹے نے اس کے ساتھ ہمبستری کی ہو یا نہیں۔

❁❁❁

باپ کا کسی عورت کو خطبہ بھیجنے کے بعد مرنا اور بیٹے کا اس سے نکاح کرنا

سوال نمبر(103):

زید نے ایک عورت کو صرف نکاح کا پیغام بھیجا تھا، جس کے قبول ہونے کی تقریباً امید بھی بن گئی تھی، کہ زید وفات پا گیا۔ پوچھنا یہ ہے کہ اب زید کا بڑا بیٹا اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، تو کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

والد کی منکوحہ سے نکاح کرنا تو جائز نہیں، لیکن جس عورت سے باپ نے باقاعدہ نکاح نہ کیا ہو، بلکہ صرف پیغامِ نکاح بھیجا ہو اور پھر اس پیغام کے مسترد ہو جانے یا والد کے وفات پا جانے یا کسی بھی وجہ سے نکاح نہ ہو سکا ہو تو بیٹے کے لیے اسی عورت سے نکاح کرنا بلاشبہ جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾(٢)

---

(١) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث القسم الثاني: ٢٧٤/١

(٢) النساء: ٢٢

ترجمہ:

اوران عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہے۔

❁❁❁

منہ بولی بہن سے نکاح

سوال نمبر(104):

ایک اجنبی عورت کو بہن متصور کر کے میں اس کو بہن اور وہ مجھے بھائی کہتی ہے۔کیا ازروئے شریعت اس سے یا اس کی اولاد سے نکاح کرسکتا ہوں؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رو سے جس طرح کسی اجنبی کو بیٹا کہنے سے وہ حقیقی بیٹا نہیں بن سکتا اور نہ ہی اس پر حرمت، میراث وغیرہ جیسے شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں، اسی طرح اگر کوئی مرد کسی اجنبی عورت کو بہن کہہ دے اور یہ عورت اس مرد کو بھائی کہہ دے تو اس سے بھی وہ ایک دوسرے کے حقیقی بہن، بھائی نہیں بنتے، اور نہ ان کے مابین حرمت ثابت ہوتی ہے۔

لہٰذا آپ کے لیے اپنی اس منہ بولی بہن یا اس کی اولاد سے نکاح کرنا بلاشبہ جائز ہے، بشرطیکہ حرمت کی اور کوئی شرعی وجہ موجود نہ ہو۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

﴿وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَ كُمْ اَبْنَآءَ كُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ﴾(۱)

ترجمہ:

(اللہ نے) نہیں بنایا تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے، یہ تمہاری بات ہے اپنے منہ کی (یعنی ان پر حقیقی اولاد کے احکام جاری نہیں ہوتے)۔

❁❁❁

(۱) الأحزاب:۴

(غیر مسلم سے نکاح کرنے کے مسائل)

مسلمان عورت کا کافر مرد سے نکاح کرنا

سوال نمبر(105):

اگر ایک مسلمان عورت اپنی مرضی سے کسی کافر کے ساتھ نکاح کرلے، تو اس سے پیدا ہونے والے بچوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز اس عورت کے نیک اعمال اور عبادات وغیرہ کا ثواب اس کو ملے گا ؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

یہ ایک حقیقت ہے کہ عائلی زندگی میں سکون واطمینان بنیادی چیز ہے،اس کے بغیر زندگی کا مزہ نہیں رہتا،اس کے لیے ضروری ہے کہ میاں بیوی کے درمیان فطری اور اعتقادی ہم آہنگی پائی جائے،اس لیے شریعت کسی ایسے رشتہ کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی، جہاں زوجین کے درمیان اعتقادی خلیج ہو،اس لیے میاں بیوی کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔مزید برآں باہمی ہم آہنگی کے لیے کفاءت میں یکسانیت کا ہونا بھی ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ مسلمان عورت کا نکاح کافر سے جائز نہیں، بلکہ یہ نکاح باطل ہے،اور اس مرد اور عورت کے باہمی تعلقات زنا کے زمرے میں شمار ہوں گے،لہٰذا اس باطل نکاح کے نتیجہ میں جو بچے پیدا ہوں گے،ان کا نسب باپ سے ثابت نہ ہوگا، بلکہ وہ ماں کے تابع ہوں گے اور یہ عورت اگر مرتد نہ ہوئی ہو،تو اس کی عبادات اور نیک اعمال کا ثواب اس کو ملے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

ولایجوز تزوّج المسلمة من مشرك، وكتابي كذافي السراج الوهاج.(١)

ترجمہ:

مسلمان عورت کا نکاح مشرک اور کتابی (اہل کتاب) مرد سے جائز نہیں۔

قال العلامة الشاميؒ:قلت، لكن سيذكر الشارح في أخرفصل في ثبوت النسب عن مجمع الفتاوى :نكح كافر مسلمة، فولدت منه، لايثبت النسب منه، ولاتجب العدة، لأنه نكاح باطل(٢)

(١)الفتاوی الهندية، الباب الثالث فی بيان المحرمات، القسم السابع المحرمات بالشرك:١/٢٨٢

(٢)رد المحتارعلى الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر،مطلب فی النكاح الفاسد:٤/٢٧٤

ترجمہ:

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ: ''عنقریب شارح ثبوت نسب کی آخری فصل میں مجمع الفتاوی کے حوالہ سے ذکر کریں گے کہ اگر کافر مرد نے مسلمان عورت سے نکاح کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب اس کافر سے ثابت نہ ہو گا، اور نہ ہی اس عورت پر عدت واجب ہے، کیونکہ یہ نکاح باطل ہے۔

❁❁❁

سابقہ عیسائی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(106):

ایک لڑکی کا نکاح کسی لڑکے سے ہو گیا۔ رخصتی سے قبل اس کے بارے میں یہ معلوم ہوا کہ وہ اس نکاح سے کافی پہلے عیسائی تھا اس کے بعد مسلمان ہوا اور باقاعدہ اسلامی عبادات و رسومات بجا لانے لگا، معاشرے میں اب مسلمان کی حیثیت سے رہ رہا ہے اور مسلمان کی حیثیت سے جان پہچان (تعارف) رکھتا ہے؟ ایسے پڑھے ہوئے نکاح کا شرعی حکم بتلا دیجئے۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعت نے مسلمان مرد و عورت کو کسی مشرک سے نکاح کی اجازت نہیں دی، تاہم اگر نکاح سے پہلے کوئی عیسائی مسلمان ہو جائے اور شریعت کے احکامات کا پابند ہو تو اس کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

صورتِ مسؤلہ میں اگر لڑکا واقعی نکاح سے پہلے کسی دوسرے مذہب سے تائب ہو کر عقیدہ کے لحاظ سے اسلام قبول کر چکا ہو، تو اس کے ساتھ مسلمان لڑکی کا نکاح صحیح ہے۔ اس کے اسلام لانے پر لوگوں کی متواتر گواہی اور ان کا مشاہدہ کافی ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(فصل): و منها أن یکون للزوجین ملة یقران علیها.(۱)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في شرط أن یکون للزوجین ......: ۳/۴۵۸

ترجمہ: نکاح کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ میاں بیوی (دونوں) کسی ایک ملت کا اقرار کرتے ہوں۔

ولا یجوز تزوج المسلمة من مشرك، ولا كتابی۔(۱)

ترجمہ: مسلمان عورت کا نکاح مشرک اور اہل کتاب سے جائز نہیں۔

❁❁❁

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا

سوال نمبر(107):

آج کل ہمارے مسلمان بھائی جب یورپی ممالک جاتے ہیں تو وہاں عیسائی یا یہودی لڑکیوں کے ساتھ شادی کر لیتے ہیں۔کیا آج کل اہل کتاب کے عورتوں کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اہل کتاب (عیسائی اور یہودی) عورتوں سے نکاح کرنا اگر چہ فی نفسہ جائز ہے،لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر جائز کام پر اقدام ہو۔اہل کتاب سے نکاح کرنے میں جو مفاسد اپنے اور اپنی آنے والی نسل کے لیے پیدا ہوتے ہیں،ان کی بنا پر ان عورتوں سے نکاح کو فقہائے کرام نے مکروہ قرار دیا ہے،خصوصاً اہل کتاب میں حربی عورتوں (وہ اہل کتاب عورتیں جو کہ غیر مسلم ممالک کی باسی ہیں) سے نکاح کو تو علامہ شامیؒ نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔

آزاد خیالی اور اباحت کے اس دور میں کسی عیسائی یا یہودی لڑکی سے نکاح کرنا اپنی آنے والی نسل کو خود اپنے ہاتھوں سے غیر مسلم معاشرہ کی طرف دھکیلنے کے مترادف ہے۔نیز واضح رہے کہ مذکورہ حکم ان اہل کتاب کے بارے میں ہے جو کہ تورات یا انجیل اور اسی طرح حضرت موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان رکھتے ہوں،لیکن ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں،جو کہ سرکاری کاغذات میں یہودی یا عیسائی گردانے جاتے ہیں،لیکن درحقیقت وہ یہودیت ونصرانیت سے قطعاً بیزار ہیں،ان کا تورات وانجیل پر ایمان ہے نہ ہی حضرت موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام پر،ایسے لوگ محض رسمی طور پر یہودی یا نصرانی ہیں،جبکہ درحقیقت وہ بالکل لامذہب اور دہریے ہوتے ہیں،لہٰذا ایسی لامذہب اور دہریہ عورتوں سے نکاح قطعاً جائز نہیں،اور حقیقت یہ ہے کہ یورپ میں ایسے یہودیوں اور عیسائیوں کی کمی نہیں۔

(۱) الفتاوی الهندية، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم السابع المحرمات بالشرك:۱/۲۸۲

والدّلیل علیٰ ذلک:

(وصح نکاح کتابية)وإن كره تنزيها.قال العلامة الشاميؒ:قوله:(وإن كره تنزيها)...... ......أن إطلاقهم الكراهة في الحربية يفيد أنها تحريمية...... ......ففي الفتح: ويجوز تزوج الكتابيات، والأولىٰ أن لايفعل ....وتكره الكتابية الحربية إجماعا ؛لافتتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعي للمقام معها في دار الحرب، وتعريض الولد على التخلق بأخلاق أهل الكفر...........فقوله:(والأولىٰ أن لايفعل) يفيد كراهة التنزيه في غيرالحربية، ومابعده يفيد كراهة التحريم في الحربية، تأمل.(١)

ترجمہ: کتابیہ عورت سے نکاح صحیح ہے اگر چہ مکروہ تنزیہی ہے۔علامہ شامیؒ "وان کرہ تنزیھا" کے تحت فرماتے ہیں کہ:''حربی عورت سے نکاح کے بارے میں فقہاے کرام کا مطلق کراہت بیان فرمانا کراہت تحریمی کا فائدہ دیتا ہے۔۔۔۔چنانچہ فتح القدیر میں ہے کہ''کتابی عورتوں سے نکاح جائز ہے، لیکن ان سے نکاح نہ کرنا افضل ہے''۔۔۔۔اور حربی کتابی عورت سے نکاح بالاتفاق مکروہ ہے، کیونکہ اس سے نکاح کرنے کی صورت میں دارالحرب میں اس کے ساتھ رہنے اور اولاد کا اہل کفر کے اخلاق اپنانے کا اندیشہ ہے۔۔۔۔علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:''صاحب فتح القدیر کا غیر حربی عورت کے بارے میں یہ فرمانا کہ اس سے نکاح نہ کرنا اولیٰ ہے اور اس کے بعد حربیہ عورت کے نکاح کا حکم بیان کرنا دلالت کرتا ہے کہ حربیہ سے مکروہ تحریمی ہے''۔

۞۞۞

ہندو لڑکی کا شادی کے بعد اسلام قبول کرنے کے لیے تیار ہونا

سوال نمبر(108):

ایک شادی شدہ صحت مند شخص ایک ہندو لڑکی پر فریفتہ ہو گیا ہے۔لڑکی وعدہ کرتی ہے کہ اگر اس شخص نے پہلے اس کے ساتھ شادی کر لی تو شادی کے بعد مسلمان ہو جائے گی۔والدین بھی رضامند ہیں۔سوال یہ ہے کہ اگر وہ لڑکی اس طرح مسلمان ہونے کے لیے راضی ہو تو کیا اس کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے؟شادی نہ کرنے کی صورت میں اگر وہ اسلام سے محروم رہی اور کفر پر مرگئی تو کیا یہ شخص گناہ گار رہو گا؟

بیّنوا تؤجروا

(١)رد المحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات:٤/١٢٥۔١٣٤

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعت مطہرہ کی رُو سے مومن مرد کے لیے کسی بھی بت پرست یا آتش پرست عورت سے نکاح کرنا اس وقت تک جائز نہیں، جب تک کہ وہ صدق دل سے اسلام قبول نہ کرلے، لہٰذا مذکورہ ہندو لڑکی جب تک اسلام قبول نہ کرے اس وقت تک اس سے شادی کرنا جائز نہیں، اس کو یقین دلایا جائے کہ اسلام لانے کے بعد مذکورہ شخص اس سے شادی کرلے گا، لیکن اگر وہ شادی سے پہلے اسلام لانے کے لیے تیار نہ ہوتو اس سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں۔

جہاں تک اس ہندو لڑکی سے شادی نہ کرنے کی صورت میں اس کے حالت کفر پر مرنے کا سوال ہے تو یاد رہے کہ ایک مسلمان کے ذمے اسلام کا سچا پیغام ہر جائز طریقے سے دوسروں تک پہنچانا لازم ہے، باقی دلوں کا پھیرنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس پر کوئی مسلمان مکلف نہیں۔ کسی کو مسلمان بنانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے قطعی حکم کو توڑنا ہرگز جائز نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾(١)

ترجمہ:

اور مشرکہ عورتوں سے نکاح مت کرو، یہاں تک کہ وہ ایمان قبول کرلیں۔

لایجوز نکاح المجوسیات، ولاالوثنیات، وسواء في ذلك الحرائر منهن، والإماء.(٢)

ترجمہ:

مجوسی اور بت پرست عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔ اس حکم میں آزاد اور باندیاں برابر ہیں۔

❁❁❁

شیعہ لڑکے سے کیا ہوا نکاح

سوال نمبر(109):

ایک شخص نے نکاح کے وقت اپنا عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کا ظاہر کیا، لیکن نکاح کے بعد معلوم ہوا کہ وہ

(١) البقرة:٢٢١

(٢) الفتاوی الهندية، الباب الثالث في بيان المحرمات، القسم السابع المحرمات بالشرك:١/٢٨٢

یا علی"،" یاغوث الاعظم جیسے الفاظ کہتا ہے، شیعوں کا عقیدہ رکھتا ہے اور اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد سے اختلاف کرتا ہے۔ کیا ایسے شخص سے کرایا گیا سنی لڑکی کا نکاح درست ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعت نے نکاح کی صحت کے لیے اسلام کی شرط رکھی ہے اور اسلام کے بعد کفائت (یعنی برابری) کو بھی معتبر وقابلِ لحاظ ٹھہرایا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص قرآن کریم کی کمی بیشی، جبرائیل علیہ السلام کی وحی میں غلطی، علیؓ کی اُلوہیت، شیخین کی صحابیت سے انکار وغیرہ جیسے اعتقادات رکھتا ہو جو کہ ضروریاتِ دین کا انکار ہے تو پھر نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا، البتہ اگر وہ ضروریاتِ دین کا انکار تو نہ کرتا ہو، لیکن غلط نظریات کا حامل ہو، تب بھی شیعہ اور سنی کے عقائد میں اختلاف اور ہم آہنگی کے فقدان کی وجہ سے عدمِ کفائت کا دعویٰ معتبر قرار دیا جا سکتا ہے، لہٰذا لڑکی کا خاندان عدمِ کفائت کا دعویٰ کر کے بذریعہ عدالت نکاح فسخ کرا سکتے ہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلايجوز إنكاح المؤمنة الكافر.(۱)

ترجمہ:

اور نکاح کی شرائط میں سے ایک آدمی کا مسلمان ہونا بھی ہے، جب عورت مسلمان ہو، لہٰذا مسلمان عورت کا کافر مرد سے نکاح کرانا جائز نہیں۔

نعم لاشك في تكفير من قذف السيدة عائشةؓ، أو اعتقد الألوهية في عليؓ ......أو نحو ذلك من الكفر الصريح.(۲)

ترجمہ:

ہاں اس شخص کی تکفیر میں کوئی شک نہیں، جو حضرت عائشہؓ پر قذف، علیؓ کی الوہیت جیسے صریح کفریہ عقائد کا قائل ہو۔

❁❁❁❁❁

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النکاح:۳/۴۳۵

(۲) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الجهاد، باب المرتد:۶/۳۷۸

باب حرمة المصاهرة

(سسرالی رشتہ کی وجہ سے حرام ہونے والے رشتوں کی تفصیل)

تعارف:

جن اسباب کی وجہ سے کسی عورت سے نکاح کرنا ابدی طور پر حرام ہو جاتا ہے ان میں سے ایک سبب ''مصاہرت'' یعنی سسرالی رشتہ بھی ہے۔ سسرالی رشتہ داروں میں سے جن سے نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا ہے ان کی حرمت کا حکم خود قرآنِ کریم سے ثابت ہے۔ قرآن کریم میں چار قسم کے سسرالی رشتہ داروں کو حرام قرار دیا گیا ہے: اُم الزوجہ، بنت الزوجہ، حلائل الابناء یعنی بیٹوں کی بیویاں اور نساء الاباء والاجداد۔ ذیل میں ہر ایک کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) أم الزوجة:

بیوی کی ماں، دادی، نانی اور اوپر کی ساری دادیاں اور نانیاں صرف نکاح صحیح سے حرام ہو جاتی ہیں اگرچہ شوہر نے ابھی تک جماع وغیرہ نہیں کیا ہو، البتہ اگر نکاح فاسد ہو تو ایسی صورت میں جماع یا دواعیٔ جماع کے بغیر حرمت ثابت نہ ہوگی۔ مذکورہ رشتہ داروں کی حرمت قرآن کریم کی اس آیت ﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾ (۱) سے بھی ثابت ہے اور احادیثِ مبارکہ میں بھی اس کی حرمت وارد ہوئی ہے۔ بیوی کی ماں کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کی حرمت اجماع سے ثابت ہے۔ (۲)

(۲) بنت الزوجة:

اس سے مراد بیوی کی جملہ فروع ہیں یعنی اس کی بیٹیاں، اس کی اولاد کی بیٹیاں اور اسی طرح نیچے تک ان کی اولاد کا سلسلہ، بشرطیکہ اس بیوی سے ہم بستری کی ہو، اس لیے کہ بیوی سے نکاح کی حرمت کے لیے نفسِ عقد یعنی نکاح کافی نہیں بلکہ دخول بھی ضروری ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ بیوی کی اولاد کی حرمت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ شوہر کی پرورش میں ہوں بلکہ کسی اور کی پرورش میں ہوتے ہوئے بھی بیوی کی اولاد شرعاً حرام ہے۔

---

(۱) النساء: ۲۳

(۲) بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالمصاهرة: ۴۱۱/۳ـ۴۱۷، الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني في بيان المحرمات، القسم الثاني المحرمات بالصهرية: ۲۷۴/۱، ۲۷۵

مذکورہ محرمات میں سے بیوی کی بیٹیوں کی حرمت سورۃ نساء کی اس آیت سے ثابت ہے:

﴿وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ﴾(۱)

اس کے علاوہ اولاد کی حرمت اجماع سے ثابت ہے۔(۲)

(۳) حلائل الأبناء:

یعنی وہ عورتیں جن سے تمہارے بیٹوں، پوتوں، نواسوں یا نیچے کے سلسلۂ اولاد میں سے کسی نے نکاح کیا ہو، پھر چاہے ہم بستری کی نوبت آئی ہو یا نہیں۔ مذکورہ محرمات کے لیے بنیادی اصول قرآن کی یہ آیت ہے:

﴿وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾(۳)

پوتے، نواسے وغیرہ کی بیویوں سے نکاح کی حرمت اجماع سے ثابت ہے۔

(٤) نساء الأباء والأجداد:

باپ، دادا، نانا وغیرہ کی بیویاں اور اسی طرح اوپر تک کا سلسلہ حرام ہے۔ یہ حرمت بھی نفسِ عقد سے ثابت ہوتی ہے چاہے جماع یا دواعی جماع کی نوبت آئی ہو یا نہیں۔ ان محرمات کے لیے اصولی آیت یہ ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ﴾(٥)

دادا، نانا وغیرہ کی بیویوں کی حرمت اجماع سے ثابت ہوئی ہے۔(٦)

حرمتِ مصاہرت ثابت ہونے کے اسباب:

فقہاء حنفیہ کے ہاں حرمتِ مصاہرت درج ذیل اسباب سے ثابت ہوتی ہے۔

---

(۱) النساء:۲۳

(۲) الفتاویٰ الھندیة، کتاب النکاح، الباب الثاني في بیان المحرمات، القسم الثاني المحرمات بالصھریة: ۱/۲۷٤، ۲۷۵، بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، واماالفرقة الثانیة:۳/٤١٧، ٤١٨

(۳) النساء:۲۳

(٤) الفتاوىٰ الھندیة، حواله بالا، بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، وأماالفرقة الثالثة: ۳/٤١٩

(٥) النساء:۲۳

(٦) الفتاوىٰ الھندیة، حواله بالا، بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في المحرمات، وأماالفرقة الرابعة:۳/٤٢١_٤٢٣

(۱) نکاحِ صحیح سے، اگرچہ جماع کی نوبت نہ آئی ہو۔اسی طرح بطورِ ملکِ یمین یعنی باندی سے جماع کرنے سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے یعنی اس کے اصول وفروع آقا کے لیے حرام ہوجاتے ہیں۔

(۲) نکاحِ فاسد میں جماع یا دواعیٔ جماع سے۔

(۳) وطیٔ بالشبہۃ سے

(۴) زنا سے، شہوت کے ساتھ اس طرح مس کرنے سے کہ حرارت محسوس ہوجائے، بوس وکنار سے، معانقہ سے اور شہوت کے ساتھ فرجِ داخل کو براہِ راست بغیر کسی حائل کے دیکھنے سے۔ان تمام اشیاء سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔حرمتِ مصاہرت کے باب میں حنفیہ کے ہاں زنا اور مذکورہ دواعیٔ زنا سب برابر ہیں لہٰذا حرمتِ مصاہرت کی وجہ سے زانی اور مزنیہ دونوں کے لیے ایک دوسرے کے اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں۔(۱)

شہوت سے کیا مراد ہے؟

چونکہ مس کرتے وقت شہوت کا موجود ہونا ضروری ہے اس لیے شہوت کے حدود جاننا بھی ضروری ہے۔

..........نوجوان مرد میں شہوت کی حد یہ ہے کہ اس کے آلہ تناسل میں حرکت پیدا ہوجائے اور اگر پہلے سے حرکت موجود ہو تو مس کرتے وقت اس میں زیادتی کا پایا جانا ضروری ہے۔

..........ضعیف العمر مرد یا عنین (نامرد) کے لیے حد شہوت یہ ہے کہ ان کے دل میں جنسی ہیجان اور حرکت پیدا ہو جائے اور اگر پہلے سے ہیجان موجود ہو تو مس کرنے سے اس میں زیادتی آجائے۔

..........عورت اور مقطوع الذکر شخص میں شہوت کی حد یہ ہے کہ دل میں اشتہاء پیدا ہوجائے اور تلذذ حاصل ہونے لگے۔اور اگر یہ کیفیت پہلے سے ہو تو اس میں زیادتی پیدا ہوجائے۔

حرمتِ مصاہرت جانبین سے ثابت ہوتی ہے:

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عورت کسی آدمی کو بلا حائل شہوت کے ساتھ چھولے اور اس کی حرارت کو محسوس کرے یا اس سے بوس وکنار کرلے یا اس کے آلہ تناسل کو بلا حائل شہوت کے ساتھ دیکھ لے تو اس سے بالکل اسی طرح

(۱) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني في بيان المحرمات، القسم الثاني المحرمات بالصهرية: ۱/۲۷۴،
بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، وأما الفرقة الرابعة ۳/۴۲۳، ۴۲۴

(۲) الفتاویٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني في بيان المحرمات، القسم الثاني المحرمات بالصهرية: ۱/۲۷۵

حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی جس طرح مرد کے ان افعال سے ثابت ہوتی ہے۔(۱)

حرمتِ مصاہرت ثابت ہونے کے لیے شرائط:

حرمتِ مصاہرت کے اسباب پائے جانے کے باوجود درج ذیل شرائط میں سے ہر شرط کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بھی شرط مفقود ہو تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

(۱) شہوت کے ساتھ چھونا اس وقت معتبر ہوگا جب چھونے والے اور مس کی جانے والی عورت کے مابین کوئی کپڑا یا حائل نہ ہو جس سے حرارت محسوس نہ کی جاسکے۔ اگر چھوتے وقت ایسا کپڑا حائل تھا جس سے حرارت محسوس نہیں ہو رہی تھی بلکہ اعضاء کے حجم وغیرہ کی وجہ سے آلے میں انتشار آ گیا تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوگی، البتہ اگر کپڑا اتنا باریک ہو کہ چھونے والا حرارت محسوس کر سکے تو حرمت ثابت ہوگی۔

(۲) چھوتے وقت شہوت پیدا ہو جائے یا پہلے سے موجود شہوت میں اضافہ ہو جائے۔ اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک آدمی پہلے سے شہوت میں ہو اور اس شہوت کے دوران وہ اپنی بیٹی یا ساس کو ہاتھ لگائے اور اس کی حرارت محسوس کرے لیکن شہوت میں کوئی اضافہ نہ ہو سکے بلکہ شہوت یا تو کم ہو جائے یا اسی طرح برقرار رہے تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"إذا مدّيده إلى امرأة بشهوة فوقعت يده على أنف ابنتها فازدادت شهوته حرمت عليه امرأته".(۲)

مذکورہ عبارت میں "فازدادت شهوته" کے الفاظ اس مؤقف کی تائید کر رہے ہیں۔

اسی طرح فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

"فلو أيقظ زوجته ليجامعها فوصلت يده إلى بنته منها فقرصها بشهوة، وهي ممن تشتهي يظن أنها أمها حرمت عليه الأم حرمة مؤبدة كذافي فتح القدير".(۳)

مذکورہ عبارت میں مصنف نے بیوی کو جماع کے لیے جگانے کی نیت سے بیٹی پر محض ہاتھ پڑنے کو حرمتِ

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح الباب الثالث، القسم الثاني: ۱/۲۷۴ (۲) أيضاً (۳) أيضاً

مصاہرت کے لیے سبب قرار نہیں دیا ہے بلکہ "فقرصهابشهوة" کے الفاظ کا بھی اضافہ کیا ہے کہ ''بیٹی پر شہوت کے ساتھ ہاتھ پڑ کر اس کو شہوت کے ساتھ کھجلاتا رہا''۔اس سے معلوم ہوا کہ چھوتے وقت یا تو شہوت پیدا ہونا ضروری ہے یا پہلے سے موجود شہوت میں اضافہ ہونا ضروری ہے۔

اس بات کی تائید فتاویٰ ہندیہ کی ایک اور عبارت سے بھی ہو رہی ہے، جو دوسری عبارت کے مقابلے میں زیادہ واضح طور پر مدعیٰ پر دلالت کر رہی ہے:

''فمن انتشرالته فطلب امرأته وأولجهابين فخذي ابنتهالاتحرم عليه أمهامالم تزدد انتشاراكذافي التبيين''

ترجمہ: جس شخص کا آلہ تناسل منتشر ہوا اور اس نے اپنی بیوی کو طلب کیا اور غلطی یا غلط فہمی یا کسی اور وجہ سے آلہ تناسل کو اپنی بیٹی کے رانوں میں داخل کیا تو اس شخص پر اس وقت تک اپنی بیوی حرام نہیں ہوگی جب تک اس کو پہلے سے موجود انتشار میں اضافے کا یقین نہ ہو جائے۔

مذکورہ عبارت کو سمجھنے کے بعد اس شرط کی مزید وضاحت محض تطویل اور فعلِ عبث ہے۔

(۳) جس لڑکی یا عورت کو چھوا جا رہا ہے اس کا مشتہاۃ یعنی قابلِ شہوت ہونا ضروری ہے۔حنفیہ کے مفتیٰ بہ قول کے مطابق وہ نو سال سے زیادہ عمر کی ہو۔لہٰذا نو سال سے کم عمر بچی کے ساتھ زنا، ناجائز طریقے سے لمس اور بوس وکنار حرمتِ مصاہرت کا سبب نہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ کبرسنی کی وجہ سے مشتہاۃ نہ ہونا شرعاً معتبر نہیں بلکہ یہ بھی مشتہاۃ کے حکم میں ہے۔اسی طرح اگر چار پانچ سال کا بچہ کسی طریقے سے بھی اپنے باپ کی منکوحہ (اپنی ماں کے علاوہ) سے جماع کرلے تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔

(۴) بوس وکنار اور چھوتے وقت مرد کا انزال نہ ہو۔اگر انزال ہو جائے تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔(۱)

---

(۱) الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني في بيان المحرمات، القسم الثاني المحرمات بالصهرية: ۱/۲۷۴، ۲۷۵

چند متفرق ضروری احکام:

(۱) مرداورعورت میں سے کسی ایک کا شہوت میں ہونا کافی ہے۔جانبین یعنی مرداورعورت ہردو کا شہوت میں ہونا ضروری نہیں۔

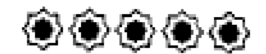
(۲) چھوتے وقت یا فرج داخل دیکھتے وقت ہی شہوت موجود ہو۔اگر چھونے یا دیکھنے کے بعد شہوت پیدا ہوجائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۳) پیچھے کی شرم گاہ کو دیکھنے یا اس میں جماع کرنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

(۴) حرمتِ مصاہرت ایک مرتبہ اقرار سے بھی ثابت ہوتی ہے،مثلاً ایک شخص اپنی بیوی سے کہے کہ میں آپ کے ساتھ شادی کرنے سے پہلے آپ کی ماں کے ساتھ زنا کرتا رہتا تھا تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی۔

(۵) حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لیے طویل وقت تک مس کرنا شرط نہیں بلکہ شہوت کے ساتھ معمولی چھونا بھی کافی ہے۔

(۶) اگر مذکورہ شرائط موجود ہوں تو حرمتِ مصاہرت کے ثبوت میں عامد، ناسی، مکرہ، خطاکار، اور نائم سب کا حکم برابر ہے۔(۱)



---

(۱) الفتاوىٰ الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني في بيان المحرمات، القسم الثاني المحرمات بالصهرية، ومما يتصل بذلك مسائل: ۱/۲۷۴، ۷۵

باب حرمة المصاهرة

(مسائل)

حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے اسباب

سوال نمبر(110):

محترم مفتی صاحب! حرمتِ مصاہرت کس طرح ثابت ہوتی ہے؟ مہربانی فرما کر ان اسباب سے ہمیں آگاہ کریں تاکہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں احتیاط سے کام لیں۔ بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کا اصل سبب نکاح ہے، یعنی جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح صحیح کرے تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر کسی عورت سے زنا یا نکاح فاسد یا شبہ وغیرہ کی بنا پر ہم بستری کی جائے تو بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے، چونکہ کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھونا، چومنا یا اس کے فرجِ داخل کو دیکھنا زنا کو دعوت دینے والے اسباب ہیں، لہٰذا فقہائے کرام نے ان چیزوں کو زنا کے قائم مقام قرار دیا ہے لہٰذا کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھونے، چومنے یا فرجِ داخل کی طرف دیکھنے سے بھی یہ حرمت ثابت ہوتی ہے، بشرطیکہ چھوتے یا چومتے وقت ایسا حائل موجود نہ ہو جو اس عورت کے بدن کی حرارت محسوس ہونے سے مانع ہو۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

حرم بالمصاهرة(بنت زوجته الموطوءة، وأم زوجته)وجداتها......حرم أيضابالصهرية (أصل مزنيه)......(و)أصل(ممسوسته بشهوة)......والمنظور إلى فرجها......الداخل)...... وفروعهن.(١)

ترجمہ: حرمتِ مصاہرت کے سبب اپنی بیوی (جس سے جماع کیا ہو) کی بیٹی، ساس (بیوی کی ماں) اور اس کی دادی وغیرہ حرام ہو جاتی ہیں۔۔۔۔اسی طرح مصاہرت کے سبب اپنی مزنیہ کے اصول وفروع۔۔۔۔اور اس عورت کے اصول وفروع حرام ہو جاتے ہیں، جس کو شہوت سے چھوا ہو اور جس کے فرجِ داخل کو دیکھا ہو۔



(١)الدر المختارعلى صدررد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ٤/ ١٠٤-١٠٨

مصاہرت سے حرمتِ تابیدی کا ہونا

سوال نمبر (111):

آج کل اکثر گھرانوں میں مردوں اور عورتوں کا بے حجاب اختلاط عام ہو چکا ہے جس کی وجہ سے اکثر ان کے آپس میں شہوت کے ساتھ ایک دوسرے کو چھونے اور چومنے کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ اصل مسئلہ سے لاعلمی کی بنا پر آگے جا کر ان عورتوں کی بیٹیوں کی شادی ان ہی لڑکوں کے ساتھ ہو جاتی ہے جن سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو چکی ہوتی ہے، تو کیا موجودہ حالات میں اس کی گنجائش کی کوئی راہ نکل سکتی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

یقیناً موجودہ دور میں بے حیائی اور بے شرمی کے فروغ کی بنا پر غیر محرم مرد و عورت کا اختلاط عام ہو چکا ہے جس کے پیشِ نظر سوال میں ذکر کردہ اندیشہ بھی قرینِ قیاس ہے، لیکن واضح رہے کہ غیر محرم مرد و عورت کے اس حرام اختلاط کے عام ہونے کی وجہ سے حرمتِ مصاہرت کے مسئلے سے راہِ فرار اختیار نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا اگر واقعی کوئی مرد کسی عورت کو یا کوئی عورت کسی مرد کو شہوت کے ساتھ چھولے یا چوم لے تو ان پر ایک دوسرے کے اصول و فروع ہمیشہ کے لیے حرام ہوں گے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

لأن حرمة المصاهرة إذاثبتت، لاتسقط أبدا.(۱)

ترجمہ: کیوں کہ حرمتِ مصاہرت جب ثابت ہو جائے تو پھر وہ کبھی بھی ساقط نہیں ہوتی۔

❁❁❁

حرمتِ مصاہرت میں یک طرفہ شہوت

سوال نمبر (112):

طفیل نے اپنی چچا زاد بہن عالیہ سے کئی مرتبہ شہوت کے ساتھ ہاتھ ملایا ہے، لیکن اتنی بات یقین سے کہی

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۰۹/۴

جاسکتی ہے کہ کم از کم عالیہ کی طرف سے یہ کیفیت نہیں ہوتی تھی۔ کیا ایسی صورت میں بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔ اگر طفیل اور عالیہ کی اولاد آپس میں نکاح کریں تو اس کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

واضح رہے کہ کسی عورت کو چھوتے یا چومتے وقت کسی ایک جانب بھی شہوت موجود ہو تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے جس کی بنا پر دونوں کے اصول وفروع ایک دوسرے پر حرام ہوجاتے ہیں، لیکن جانبین کی اولاد کا آپس میں نکاح کرنا جائز ہے۔

مسئولہ صورت میں جب کہ طفیل نے عالیہ سے شہوت کے ساتھ ہاتھ ملایا ہے تو اگر چہ اس وقت عالیہ کی طرف سے شہوت موجود نہ ہو، تب بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوچکی ہے، لیکن ان کی اولاد کا آپس میں نکاح درست ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وتكفي الشهوة من أحدهما. قال العلامة ابن عابدينؒ:قوله :(وتكفي الشهوة من أحدهما)هذا إنما يظهرفي المس، أمافي النظر، فتعتبر الشهوة من الناظر، سواء وجدت من الآخر أم لا.(١)

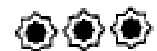
ترجمہ:

شہوت کا ایک جانب سے ہونا بھی کافی ہے۔ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ: ’’شہوت کا ایک جانب سے کافی ہونا چھونے میں تو ظاہر ہے، لیکن جہاں تک (فرجِ داخل کی طرف) دیکھنے کا تعلق ہے تو اس میں خاص دیکھنے والے میں شہوت کا ہونا معتبر ہے، چاہے دوسری جانب شہوت ہو یا نہ ہو‘‘

لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة، ويتزوج ابنه ابنتها، أو أمها كذا في محيط السرخسي.(٢)

ترجمہ:

اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کرے اور اس آدمی کا بیٹا اس عورت کی بیٹی یا ماں سے نکاح کرلے، اسی طرح محیط نامی کتاب میں ہے۔



(١)رد المحتارعلی الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ١١٣/٤

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني في بيان المحرمات، القسم الثاني المحرمات بالصهرية: ٢٧٧/١

گلے ملنے سے حرمتِ مصاہرت

سوال نمبر(113):

ایک لڑکا اپنی چچی سے گلے ملا، اس دوران اس کے دل میں چاہت اُبھری، اب یہی چچی اپنی بیٹی کا نکاح اس لڑکے سے کروانا چاہتی ہے، شرعی نقطہ نظر سے اس لڑکی کے ساتھ اس کا نکاح کیسا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعت کی رُو سے اگر مرد وعورت کے جسم کا کوئی بھی حصہ ایک دوسرے سے لگ جائے اور اس دوران مرد کو شہوت آجائے جس کی حد یہ ہے کہ اس کا عضو تناسل متحرک ہو جائے تو اس شرط کے ساتھ حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی، دونوں کے جسم کا جو حصہ آپس میں مل جائے، ان حصوں پر یا تو کپڑا نہ ہو یا اتنا نرم وباریک ہو کہ وہ ایک دوسرے کی جسمانی حرارت کو محسوس کر سکیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر لڑکے کو مذکورہ حد تک شہوت آئی ہو اور اس نے اس کی جسمانی حرارت کو بھی محسوس کر لیا ہو تو چچی کی بیٹی کے ساتھ اس کا نکاح درست نہیں اور اگر صورتِ مسئولہ مذکورہ شرائط کے مطابق پیش نہ آئی ہو تو نکاح کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ثمّ المس إنما یوجب حرمة المصاهرة إذا لم یکن بینهما ثوب أما إذا کان بینهما ثوبٌ بأن کان صفیقا لا یجد الماس حرارة الممسوس لاتثبت حرمة المصاهرة، وإن انتشرت ألته بذلك.(۱)

ترجمہ:

چھو لینے سے حرمتِ مصاہرت تب ثابت ہوتی ہے، جب ان دونوں کے درمیان کوئی کپڑا نہ ہو اور اگر دونوں کے درمیان اتنا موٹا کپڑا ہو کہ چھونے والا، چھو جانے والے کے بدن کی گرمی کو محسوس نہ کر سکے تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، اگرچہ عضو مخصوص منتشر ہو جائے۔

❁❁❁

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات: ۲۷۵/۱

مصافحہ کرنے سے حرمتِ مصاہرت

سوال نمبر(114):

زید زینب کا چچازاد بھائی ہے،ان کا آپس میں کافی میل جول ہے اور وہ دونوں بالغ بھی ہیں، بلکہ زینب شادی شدہ ہے،وہ جب بھی ملتے ہیں تو ہاتھ ملا کر مصافحہ کرتے ہیں۔کیا آپس میں اس طرح ملنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے جب کوئی مرد کسی عورت کو چھولے اور عورت مشتہاۃ ہو اور چھوتے وقت شہوت کی حالت میں ایک دوسرے کے جسم کی حرارت کو محسوس کرلیں تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر زید زینب سے ہاتھ ملاتے وقت شہوت میں ہو تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی، جب کہ شہوت کی حد مرد کا عضو مخصوص متحرک ہوتا ہے،اگر زید کو شہوت نہ ہو تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

ثمّ المس إنما يوجب حرمة المصاهرة إذا لم يكن بينهما ثوب أما إذا كان بينهما ثوبٌ بأن كان صفيقا لم يجد الماس حرارة الممسوس لاتثبت حرمة المصاهرة، وإن انتشرت آلته بذلك.(۱)

ترجمہ: چھولینے سے حرمتِ مصاہرت تب ثابت ہوتی ہے، جبکہ دونوں کے درمیان کپڑا نہ ہو اور اگر دونوں کے درمیان اتنا موٹا کپڑا ہو کہ چھونے والا،چھوجانے والے کے بدن کی گرمی کو محسوس نہ کرسکے تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی،اگرچہ عضو مخصوص منتشر ہوجائے۔

❁❁❁

حائل کے ہوتے ہوئے عورت کو ہاتھ لگانا

سوال نمبر(115):

ایک شخص کسی اجنبی عورت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے،اس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے،کبھی کبھار عورت کے جسم

(۱)الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات :۱/۲۷۵

پرشہوت کے ساتھ اس طرح ہاتھ لگاتا ہے کہ درمیان میں کپڑا حائل ہوتا ہے۔تو کیا اس عورت کی بیٹی سے اس شخص کا نکاح جائز رہے گا؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

اگر کوئی شخص کسی اجنبی عورت کے جسم کو شہوت کے ساتھ چھولے اور اس کے جسم کی حرارت کو بھی محسوس کرے تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے جس کے نتیجے میں اس عورت کے اصول وفروع اس مرد پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتے ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر کسی شخص نے عورت کو کپڑوں کے اوپر سے شہوت کے ساتھ چھویا ہوتو اس میں کپڑے کی کیفیت پر حرمتِ مصاہرت کا انحصار رہے گا، چنانچہ اگر کپڑا اتنا نرم اور باریک ہو کہ ہاتھ اور بدن کو جسمانی حرارت محسوس ہوتو حرمتِ مصاہرت ثابت ہوکر اس شخص کا نکاح مذکورہ عورت کی بیٹی کے ساتھ جائز نہیں رہے گا اور اگر کپڑا موٹا ہو جس میں بدن کی حرارت محسوس نہیں ہوئی تو پھر نکاح جائز ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

ثمّ المس إنما یوجب حرمة المصاهرة إذا لم یکن بینهما ثوب أما إذا کان بینهما ثوبٌ بأن کان صفیقا لا یجد الماس حرارة الممسوس لاتثبت حرمة المصاهرة، وإن انتشرت الته بذلك.(۱)

ترجمہ: چھو لینے سے حرمت مصاہرت تب ثابت ہوتی ہے، جب کہ دونوں کے درمیان کپڑا نہ ہو اور اگر دونوں کے درمیان اتنا موٹا کپڑا ہو کہ چھونے والا، چھوجانے والے کے بدن کی گرمی کو محسوس نہ کرسکے تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، اگرچہ عضوِ مخصوص منتشر ہوجائے۔



اثنائے دخول چھوتے ہی انزال ہوجانے سے حرمتِ مصاہرت

سوال نمبر(116):

ایک شخص خواہش نفس سے مغلوب ہوکر ایک عورت سے بوس وکنار کرتا رہا، حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات :۱/ ۲۷۵

دونوں زنا کے لیے تیار ہو گئے، لیکن جوں ہی اس شخص کے آلہ تناسل نے عورت کی شرم گاہ کو چھوا تو دخول سے پہلے ہی انزال ہو گیا اور یوں زنا نہ ہو سکا۔ کیا اس شخص کے لیے اس عورت کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

دواعی جماع سے اس وقت حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے، جب انزال نہ ہوا ہو۔ اگر تقبیل، معانقہ یا مس کے وقت انزال ہو جائے اور یہ بات یقین سے ثابت ہو جائے کہ دواعی مفضی الی الجماع نہ رہے تو اس صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

سوال میں مذکورہ بیان کے مطابق اگر واقعی دخول سے پہلے ہی انزال ہوا ہو اور انزال سے پہلے یا بعد میں اس شخص کے آلہ تناسل کا حشفہ (اگلا حصہ) عورت کی شرمگاہ میں بالکل داخل ہی نہ ہوا ہو تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہونے کی وجہ سے اس کے لیے اس عورت کی بیٹی سے نکاح جائز ہے اور اگر انزال سے پہلے یا بعد میں آلہ تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل ہوا ہو تو پھر اس کی بیٹی سے نکاح جائز نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

هذا إذا لم ينزل، فلو أنزل مع مس، أو نظر، فلا حرمة. قوله :(فلا حرمة) لأنه بالإنزال تبين أنه غير مفض إلى الوطئ.(۱)

ترجمہ: یہ (چھونے یا دیکھنے سے حرمت کے ثبوت کا حکم) تب ہے، جب کہ اس شخص کا انزال نہ ہو، پس اگر چھونے یا دیکھنے سے انزال ہو جائے تو حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ''انزال ہو جانے سے حرمت کے ثابت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انزال ہو جانے سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ چھونا یا دیکھنا زنا کی طرف مفضی نہیں''۔

❁❁❁

نابالغہ لڑکی سے زنا کرنے سے حرمتِ مصاہرت

سوال نمبر (117):

ایک لڑکے نے کسی لڑکی کے ساتھ زنا کیا، لڑکی کی عمر اس وقت کافی کم تھی، واقعہ ہو جانے کے بعد پتہ چلا کہ وہ

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۰۹/٤

بالغ نہیں تھی۔کیا نابالغ لڑکی سے زنا کر لینے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی لڑکی کے ساتھ زنا کر لینے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے،لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ جس لڑکی کے ساتھ زنا کی گئی ہو وہ ''محلِ شہوت'' ہو۔جس کی عمر مفتیٰ بہ قول کے مطابق نو سال سے کم نہ ہو،بنا بریں قول نو سال سے کم عمر کی لڑکی چونکہ محلِ شہوت نہیں ہوتی،اس لیے اس کے ساتھ زنا کر لینے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

بنت خمس لاتکون مشتهاة إتفاقاً، وبنت تسع فصاعدامشتهاة إتفاقا، و فیمابین الخمس و التسع اختلاف الروایة و المشایخ، والأصح أنهالاتثبت الحرمة .(۱)

ترجمہ:

پانچ سال کی لڑکی بالاتفاق مشتہاۃ نہیں اور نو سال کی لڑکی اور اس سے بڑھ کر اتفاقاً مشتہاۃ ہے۔پانچ اور نو سال کے درمیان والی میں روایات اور مشائخ کا اختلاف ہے۔صحیح ترین قول یہ ہے کہ اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

❁❁❁

شہوت سے چھوئی ہوئی بچی کی ماں سے نکاح کرنا

سوال نمبر(118):

میں نے ایک بچی کو غلط نیت سے چھوا اور چوما ہے،لیکن زنا نہیں کیا۔آیا میں اس کی ماں سے نکاح کر سکتا ہوں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جس طرح زنا سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے،اسی طرح کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھونے یا چومنے سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے،بشرطیکہ وہ مشتہاۃ ہو اور لڑکی کے مشتہاۃ (قابلِ شہوت) ہونے کی کم از کم

(۱)البحرالرائق، کتاب النکاح، فصل في المحرمات تحت قوله(قالزناوالمس والنظر):۳/۱۷۶

عمر نو سال ہے۔

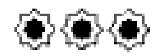
لہٰذا اگر بچی کے ساتھ بوس وکنار کے وقت اس کی عمر نو سال یا اس سے زیادہ تھی تو آپ کے لیے اس کی ماں سے نکاح جائز نہیں اور اگر اس وقت اس کی عمر نو سال سے کم تھی تو پھر آپ کے لیے اس کی ماں سے نکاح جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

كماتثبت هذه الحرمة بالوطئ تثبت بالمس، والتقبيل، والنظر إلى الفرج بشهوة...... ويشترط أن تكون المرأة مشتهاة، كذافي التبيين، والفتوى على أن بنت تسع محل الشهوة لامادونها.(١)

ترجمہ:

جس طرح یہ حرمت جماع سے ثابت ہوتی ہے، اسی طرح شہوت کے ساتھ چھونے، بوس وکنار کرنے اور شرم گاہ کی طرف دیکھنے سے بھی ثابت ہوتی ہے۔۔۔۔لڑکی کا قابلِ شہوت ہونا شرط ہے، اسی طرح تبیین میں ہے۔اور فتویٰ اس پر ہے کہ نو سال کی لڑکی قابلِ شہوت ہوتی ہے، اس سے کم عمر کی نہیں۔



عمر رسیدہ عورت کو شہوت سے چھونا

سوال نمبر(119):

پچھلے دنوں ایک بھاری چیز اٹھانے کی وجہ سے میری ناف گر گئی تو میں نے اپنی چچی کو تیل سے ناف کی مالش کرنے اور دبانے کے لیے کہا، جب میری چچی میری ناف تیل سے مالش کر رہی تھی تو اس وقت شہوت پیدا ہو جانے کی وجہ سے میرے آلہ تناسل میں حرکت پیدا ہوگئی، لیکن میری چچی بوڑھی بھی ہے اور اس وقت صرف میری طرف سے شہوت تھی، اس کو بالکل شہوت نہ آئی تھی۔کیا میرے لیے اس چچی کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے؟ دیکھا جائے تو چچی نے مجھے چھوا ہے، میں نے اسے نہیں چھوا، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جب کوئی مرد کسی عورت کو یا عورت کسی مرد کو شہوت کے ساتھ چھولے اور درمیان میں کوئی موٹا حائل بھی

(١)الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات، القسم الثاني:١/ ٢٧٤_٢٧٥

موجود نہ ہو تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، اگر چہ یہ عورت عمر رسیدہ ہو۔ نیز چھوتے وقت صرف ایک ہی جانب سے شہوت کا موجود ہونا حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔

مسئولہ صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہو چکی ہے۔ اب آپ کے لیے اس چچی کے اصول وفروع اور اس کے لیے آپ کے اصول وفروع سے نکاح کرنا حرام ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

(و) أصل (ممسوسته بشهوة) ولو لشعر على الرأس بحائل لايمنع الحرارة (وأصل ماسته ......وفروعهن ......هذا إذا كانت حية مشتهاة)ولو ماضيا............ وتكفي الشهوة من أحدهما. قال ابن عابدينؒ:قوله:(ولو ماضيا) كعجوز شوهاء ؛ لأنها دخلت تحت الحرمة، فلاتخرج .(۱)

ترجمہ:

جس عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا جائے، اس کے اصول وفروع (چھونے والے پر) حرام ہیں، اگر چہ سر پر موجود بالوں ہی کو چھوئے (یا) ایسے حائل کے ہوتے ہوئے چھوئے جو حرارت سے مانع نہ ہو اور چھونے والی عورت کے اصول وفروع (چھوئے جانے والے مرد پر) حرام ہیں۔۔۔۔یہ (حرمت) اس وقت (ثابت ہوتی) ہے جب وہ عورت زندہ اور قابلِ شہوت ہو، اگر چہ وہ (مشتہاۃ ہونے کا زمانہ) گزر چکا ہو۔۔۔۔۔اور شہوت کا ایک جانب سے ہونا کافی ہے۔علامہ شامیؒ ماتن کے قول "ولو ماضیا" کے تحت فرماتے ہیں:''جیسا کہ بدشکل بوڑھی عورت، کیوں کہ وہ ایک دفعہ حرمت کے تحت آچکی ہے، پس اب وہ خارج نہیں ہوگی۔''

❁❁❁

چھوٹی بیٹی کو ساتھ سلانے سے حرمتِ مصاہرت

سوال نمبر(120):

میں نے اپنی بیٹی جس کی عمر تقریباً چار سال ہے، کو اپنے ساتھ سلایا ہوا تھا کہ اس دوران غلط خیالات آنے کی وجہ سے مجھ پر شہوت کا غلبہ ہوا اور اسی حالت میں اس بچی پر میرے ہاتھ شہوت سے پڑتے رہے، پھر فوراً خیال ہوا تو اس کو خود سے الگ سلا دیا۔ کیا اس صورتحال میں میری بیوی مجھ پر حرام ہوتی ہے؟ بینوا توجروا

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات: ۱۰۷/۴-۱۱۳

الجواب وباللہ التوفیق:

حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لیے من جملہ دیگر شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جس لڑکی کو شہوت سے چھوا جارہا ہے، وہ قابل شہوت ہو اور لڑکی کے مشتہات (قابلِ شہوت) ہونے کی کم از کم عمر نو سال ہے۔

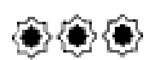
مسئولہ صورتِ حال میں چونکہ بچی کی عمر نو سال سے کافی کم ہے، اس وجہ سے کوئی حرمت ثابت نہیں ہوتی، البتہ اس شرم ناک فعل پر اللہ سے توبہ واستغفار ضرور کریں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(هذا إذا كانت حية مشتهاة) و لو ماضيا(أماغيرها)يعني الميتة و صغيرة لم تشته (فلا)تثبت الحرمة بهاأصلاً............(وبنت)سنها(دون تسع ليست بمشتهاة).(۱)

ترجمہ:

یہ (حرمتِ مصاہرت کے تمام مسائل) اس وقت ہیں جب عورت زندہ اور قابل شہوت ہو، اگر چہ یہ شہوت کا زمانہ گزرا ہو (بوڑھی ہوچکی ہو) پس مردہ یا غیر مشتہاۃ بچی سے (زنا کرنے، چھونے یا فرج داخل کی طرف دیکھنے سے) حرمت ثابت نہیں ہوتی۔۔۔۔۔نو سال سے کم عمر بچی مشتہاۃ نہیں۔



انزال کی صورت میں حرمتِ مصاہرت

سوال نمبر(121):

کوئی لڑکا لیٹا ہوا ہو، اس کی ممانی قریب بیٹھی ہو اور اس لڑکے کا پاؤں اس کے بدن کیساتھ لگا ہوا ہو، اس حالت میں اگر لڑکے کے شہوانی جذبات ابھریں اور وہ مشت زنی کرے، جس سے انزال بھی ہو جائے تو کیا اس طرح شہوت سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لیے جس طرح یہ ضروری ہے کہ عورت کے بدن کو چھوتے وقت شہوت

(۱)الدر المختارعلی صدرردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات:۴/ ۱۱۰-۱۱۴

موجود ہو اور اس کے بدن کی حرارت بھی محسوس ہو، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ شہوت کی اس حالت میں انزال نہ ہو۔ اگر انزال ہو جائے تو چاہے نظر بالشہوت ہو یا مس بالشہوت ہو، دونوں صورتوں میں حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر چہ چھونے میں حرارت کا احساس بھی قابلِ غور ہے، لیکن انزال کی وجہ سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

و شرطه أن لا ينزل، حتى لو أنزل عندالمس، أو النظر لم تثبت به حرمة المصاهرة.(۱)

ترجمہ:

حرمتِ مصاہرت کی شرط یہ ہے کہ انزال نہ ہو، چنانچہ اگر دیکھتے یا چھوتے وقت انزال ہو گیا تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔

❁❁❁

چھونے سے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لیے شہوت کی شرط

سوال نمبر(122):

اگر کوئی شخص کسی عورت کو چھولے تو کیا حرمتِ مصاہرت کے لیے اس وقت شہوت کا ہونا ضروری ہے یا محض چھو لینے سے مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، چاہے شہوت ہو یا نہ ہو؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لیے عورت کو چھوتے وقت شہوت کا ہونا ضروری ہے، اس طرح سے کہ اس کے جسم کی حرارت کو محسوس بھی کرے۔ شہوت کا اعتبار تب ہوگا جب یہ شہوت مس کرتے وقت موجود ہو، اگر کہیں چھو لینے کے بعد شہوت محسوس کرے یا محسوس ہی نہ کرے تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔

---

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات: ۱/۲۷۵

والدّلیل علیٰ ذلک :

قوله:(والعبرة) قال في الفتح :وقوله (بشهوة) في موضع الحال، فيفيد اشتراط الشهوة حال المس، فلومس بغير شهوة، ثم اشتهى عن ذلك المس لاتحرم عليه.(۱)

ترجمہ:

شہوت کی قید لگانے کا فائدہ یہ ہے کہ کسی عورت کو چھوتے وقت (حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لیے) حالاً شہوت شرط ہے، اگر بغیر شہوت کے چھولیا، اس کے بعد شہوت آئی تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

❁❁❁

شہوت کی حالت میں کسی عورت کا لگ جانا

سوال نمبر(123):

زید اپنی بیوی کے ساتھ بات چیت کر رہا ہو اور اُسے شہوت آنا شروع ہو جائے، اس دوران دوسری کوئی عورت زید کے ساتھ لگ جائے (چھو کر گزر جائے) تو اس صورت میں حرمتِ مصاہرت کا کیا حکم ہے؟ جب کہ نہ تو زید کو اس عورت کے بارے میں کوئی شہوت یاد ہے اور نہ ہی عورت کے لگنے سے شہوت میں اضافہ ہوا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰه التوفیق :

حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ جس عورت کو چھوا ہو، وہ مشتہات ہو، اس عورت کے جسم کو لگنے سے مرد کو شہوت آئی ہو یا پہلے سے موجود شہوت میں اضافہ ہوا ہو، اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ چھونا اس قدر ہو کہ دونوں ایک دوسرے کے بدن کی حرارت محسوس کرلیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی یہ شخص اُسی عورت کے بارے میں شہوت نہیں رکھتا تھا اور اسے چھونے سے نہ تو بدن کی حرارت محسوس ہوئی ہو اور نہ ہی اسے چھونے کے سبب پہلے سے موجود شہوت میں اضافہ ہوا ہو تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

---

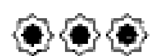
(۱)ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱۰۸/۴

والدلیل علیٰ ذلك :

والدوام على المس ليس بشرط لثبوت الحرمة، حتى قبل إذا مد يده إلى امرأة بشهوة، فوقعت على أنف ابنتها فازدادت شهوته حرمت عليه امرأته، وإن نزع يده من ساعته، كذافي الذخيرة.(۱)

ترجمہ:

حرمت مصاہرت کیلیے چھونے میں دوام کا ہونا شرط نہیں، چنانچہ کہا گیا ہے کہ اگر کسی نے بیوی کی طرف شہوت کے ساتھ ہاتھ بڑھایا اور وہ اس کی بیٹی کی ناک سے لگا اور اس کی شہوت بڑھ گئی تو اس پر اپنی بیوی حرام ہوگی اگر چہ اس نے فوراً ہاتھ کھینچ لیا ہو۔



بدن پر صرف ہاتھ لگنے یا نگاہ پڑنے سے حرمتِ مصاہرت

سوال نمبر(124):

اگر کوئی شخص پھوپھی کے بدن کو چھولے یا اس پر نظر پڑ جائے، جب کہ شہوت نہ ہو تو اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

بيّنوا توجروا

الجواب و باللّٰه التوفیق :

حرمتِ مصاہرت محض کسی عورت کے بدن پر نظر پڑ جانے یا اس کو چھو لینے سے ثابت نہیں ہوتی، بلکہ چھوتے وقت شہوت کا پیدا ہو جانا یا پیدا شدہ شہوت میں اضافے کا پایا جانا ضروری ہے۔ اسی طرح دیکھنے میں بھی شرط یہ ہے کہ دیکھنا عورت کی شرم گاہ کے داخلی حصہ کا ہو اور اس وقت شہوت بھی ہو۔ بغیر شہوت کے یا عورت کی شرم گاہ کے ظاہری حصے کو یا کسی اور حصے کو دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

صورتِ مذکورہ میں اگر پھوپھی کے بدن کے کسی ظاہری حصے کو دیکھا یا چھوا ہو اور اس وقت شہوت بھی نہ تھی تو اس کی بیٹی کے ساتھ اس شخص کا نکاح درست ہے۔

---

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، ال الثالث في بيان المحرمات: ۲۷۵/۱

والدّليل علىٰ ذلك :

ولاتثبت بالنظر إلى سائرالأعضاء إلا بشهوة، ولابمسّ سائر الأعضاء لاعن شهوة بلاخلاف. والمعتبرالنظرإلى الفرج الداخل .(١)

ترجمہ:

اور جب تک شہوت نہ ہوتو تمام بدن کو دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی تمام بدن کو مس کرنے کی وجہ سے بغیر شہوت کے،اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔اور فرجِ داخل کی طرف دیکھنا معتبر ہوتا ہے۔

❁❁❁

شہوت سے چھوئی ہوئی عورت کی بہن یا بیٹی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(125):

ایک لڑکا کسی عورت سے ٹیوشن پڑھتا تھا۔ٹیوشن کے دوران بعض ایسے مواقع بھی آئے کہ دونوں نے ایک دوسرے کو انتہائی لذت اور شہوت کے ہوتے ہوئے خوب چھوا ہے،لیکن کبھی بوس وکنار یا کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھایا۔کیا یہ لڑکا اس عورت کی بہن یا بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

مذکورہ عورت اور لڑکے کے درمیان حرمتِ مصاہرت ثابت ہو چکی ہے،لہٰذا لڑکے کے لیے اس عورت کی بیٹی سے نکاح کرنا تو جائز نہیں،البتہ اس کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے،کیوں کہ حرمتِ مصاہرت کی بنا پر مرد اور عورت پر ایک دوسرے کے اصول وفروع حرام ہوتے ہیں اور بہن اصول (باپ، ماں اور دادا وغیرہ) اور فروع (بیٹی، بیٹا، نواسی وغیرہ) میں سے نہیں ہے۔

والدّليل علىٰ ذلك:

حرم أيضا بالصهرية......أصل (ممسوسته بشهوة......وفروعهن).(٢)

---

(١)الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات:١/٢٧٤

(٢)الدر المختارعلى صدررد المحتار، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات:٤/١٠٧-١٠٨

ترجمہ:

حرمتِ مصاہرت کی بنا پرشہوت سے چھوئی جانے والی عورت کے اصول وفروع (چھونے والے پر) حرام ہیں۔

❁❁❁

بیوی کی بھتیجی کو شہوت سے چھونا

سوال نمبر(126):

میں کمرے میں بیوی کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اس دوران اس کی بھتیجی کمرے میں داخل ہوکر ہمارے پاس بیٹھ گئی، اس کی عمر تیرہ چودہ سال ہوگی، میری بیوی کسی کام سے کمرے سے باہر چلی گئی، میں نے باتوں باتوں میں بیوی کی بھتیجی سے پوچھا کہ تم کو حیض آتا ہے یا خواب میں کسی لڑکے سے صحبت کی ہے؟ وہ بولی نہیں۔ تو میں نے اس کی شرمگاہ پر اس طرح ہاتھ رکھا کہ مجھے لذت محسوس ہوئی، پھر اسی شہوت کی حالت میں اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا، لیکن فوراً اللہ کے خوف سے ہاتھ کھینچ لیا، میں نے یہ صورتِ حال ایک دوست سے بیان کی تو وہ بولا کہ تم پر بیوی حرام ہوگئی ہے، مجھے بیوی سے بہت زیادہ محبت ہے، کوئی راہ نکل سکے تو ضرور ارشاد فرمائیں۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

بیوی کی بھتیجی کو شہوت کے ساتھ چھونے سے بیوی حرام نہیں ہوتی، البتہ اس بچی کے اصول (ماں، دادی، نانی وغیرہ) اور فروع (بیٹی وغیرہ) سے آپ کا نکاح کرنا اور آپ کے اصول وفروع کا اس بچی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ نیز اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اور اس کو چھونا وچومنا وغیرہ حرام ہیں، لہٰذا آپ اپنے اس فعل پر اللہ جل شانہ سے توبہ واستغفار کریں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

حرم أيضا بالصهرية......أصل (ممسوسته بشهوة......وفروعهن).(۱)

ترجمہ:

حرمتِ مصاہرت کی بنا پرشہوت سے چھوئی جانے والی عورت کے اصول وفروع (چھونے والے پر) حرام ہیں۔

(۱) الدر المختار علی صدر ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۰۷/٤، ۱۰۸

سالی سے زنا کرنے سے نکاح پر اثر

سوال نمبر(127):

ایک آدمی نے اپنی سالی سے ناجائز تعلقات قائم کرکے اس سے ہر قسم کا فائدہ حاصل کیا، حتی کہ نوبت زنا تک پہنچ گئی۔کیا اب اس آدمی پر اپنی بیوی (اس سالی کی بہن) حرام ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

صورتِ مسئولہ کی قباحت تو روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔اس سنگین جرم پر اللہ جل شانہ سے توبہ واستغفار لازمی ہے، تاہم اس بے حیائی کی وجہ سے آدمی پر اپنی بیوی حرام نہیں ہوتی، کیوں کہ زانی اور مزنیہ پر ایک دوسرے کے اصول وفروع حرام ہوتے ہیں، جب کہ بیوی (بہن) مزنیہ کے اصول وفروع میں سے نہیں ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

وطئ أخت امرأته لاتحرم علیه امرأته.(۱)

ترجمہ: ایک شخص اپنی سالی سے زنا کرے تو اس پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوتی۔

❀❀❀

شہوت سے چھوئی ہوئی لڑکی کی بہن سے نکاح کرنا

سوال نمبر(128):

اگر دو بھائیوں میں سے ایک کسی لڑکی کو شہوت کے ساتھ چھولے تو کیا وہ اس لڑکی کی بہن کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔نیز اس مذکورہ لڑکے کے بھائی کے ساتھ لڑکی کے نکاح کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق کوئی شخص کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھولے اور اس میں حرمت

(۱) الدر المختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات:۴/۱۰۹

مصاہرت کی دوسری شرائط بھی پوری ہوں تو اس عورت کے اصول وفروع اس شخص پر حرام ہو جاتے ہیں۔اس طرح اس عورت کا نکاح بھی اس شخص کے اصول وفروع کے ساتھ حرام رہتا ہے۔حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے باوجود وہ دونوں ایک دوسرے کے بہن بھائیوں کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں، کیوں کہ حرمتِ مصاہرت صرف اصول وفروع تک محدود رہتی ہے، بشرطیکہ حرمتِ نکاح کا کوئی اور سبب موجود نہ ہو، محض مذکورہ حرمت مصاہرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے بہن بھائی کے ساتھ نکاح حرام نہیں ہو جاتا، لہٰذا یہ شخص اس عورت کی بہن اور وہ عورت اس شخص کے بھائی کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے۔

والدّليل على ذلك:

فمن زنیٰ بامرأة حرمت عليه أمها وإن علت، وابنتها وإن سفلت، و كذا تحرم المزني بها على آباء الزاني وأجداده وإن علوا وأبنائه وإن سفلوا.(١)

ترجمہ:

اور جس نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا تو اس پر اس عورت کی ماں حرام ہوگئی، اگر چہ (پشت میں) اُوپر ہو اور اس عورت کی بیٹی حرام ہوگئی اگر چہ (پشت میں) نیچے ہو اور اسی طرح مزنیہ بھی زانی کے آباواجداد پر حرام ہوگی، اگر چہ وہ (پشت میں) اوپر کیوں نہ ہوں اور اس زانی کے بیٹوں پر (حرام ہوگی) اگر چہ (پشت میں) نیچے کیوں نہ ہوں۔

❁❁❁

بیٹی سے گلے ملنا اور بوسہ لینا

سوال نمبر(129):

اگر کوئی والد اپنی بیٹی سے پیار کرتے ہوئے اُس سے گلے ملے، بوسہ لے یا اُسے آغوش میں لے لے تو اس کا کیا حکم ہے، ان امور کے ارتکاب سے حرمتِ مصاہرت تو ثابت نہیں ہوتی؟ نیز کیا والد اپنی بیٹی سے بدن یا پاؤں دبوا سکتا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ والدین کو اپنی اولاد سے طبعی وفطری محبت ہوتی ہے جس کا وہ اظہار بھی کرتے ہیں یا

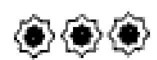
(١) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث في بیان المحرمات:١/٢٧٤

پھر جوش محبت میں اُسے قریب کردیتے ہیں۔ والدین واولاد کے باہمی مقدس رشتے میں کسی قسم کے شیطانی وساوس کا آنا غیر فطری ہے، البتہ اگر کسی کو یہ یقین ہو کہ بیٹی کو چھونے سے یا اُس سے خدمت لینے سے شہوت آجائے گی تو ایسی صورت میں احتراز ضروری ہے۔ اگر اسے چُھو لینے سے یا خدمت لیتے وقت شہوت نہ آئے یا شہوت آجائے، لیکن بدن کے جو اعضاء مل رہے ہوں، ان کے درمیان اتنا موٹا کپڑا یا کوئی حائل ہو جس سے دونوں ایک دوسرے کی حرارت ولذت کو محسوس نہ کرسکیں تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، اگر شہوت اور حرارت دونوں محسوس ہوں تو اس صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

وللابن أن یغمز بطن أمه وظهرها خدمة لها من وراء الثیاب............قال أبو جعفر رحمه اللّٰه تعالیٰ: سمعت الشیخ الإمام أبابكر محمداً رحمه اللّٰه تعالیٰ یقول :لا بأس بأن یغمز الرجل الرجل .... ویقول: یغمز الرجل رجل والدیه، ولا یغمز فخذ والدیه، والفقیه أبو جعفر رحمة اللّٰه تعالیٰ یبیح أن یغمز الفخذو یمسها وراء الثوب.(۱)

ترجمہ: بیٹا خدمت کے لیے اپنی ماں کا پیٹ اور پیٹھ کپڑے کے ہوتے ہوئے دبا سکتا ہے۔۔۔۔۔ابوجعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ''میں نے شیخ امام ابوبکر محمد رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ: ''مرد کا، مرد کو دبانے میں کوئی حرج نہیں'' ۔۔۔۔۔اور فرماتے ہیں کہ: ''آدمی اپنے والدین کے پاؤں دبا سکتا ہے اوران کے ران نہیں دبا سکتا۔'' فقیہ ابوجعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: ''کپڑے کے ہوتے ہوئے ران کو دبانا اور چُھونا مباح ہے۔''



عورت کے بدن پر نظر پڑنے کا شک

سوال نمبر(130):

اگر کوئی عورت طبعی حاجت کے لیے بیٹھی ہو، کسی کو نظر آجائے، لیکن یہ بات یقینی نہ ہو کہ اس کے بدن کے کھلے حصے پر اس کی نظر پڑی ہے تو کیا اس عورت کی بیٹی کے ساتھ اس کا نکاح جائز ہے؟

بیّنوا تؤجروا

(۱) الفتاوی الهندیة، كتاب الكراهیة، الباب الثامن، القسم الرابع: ۳۲۸/۵

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

کسی عورت کوشہوت سے مس کرنے اور شہوت کی حالت میں اس کے بدن پر نظر پڑ جانے سے اس کے اصول وفروع اس شخص پر حرام ہوجاتے ہیں، لیکن دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت کے ثابت ہونے میں شرط یہ ہے کہ دیکھنا عورت کے شرم گاہ کے داخلی حصہ کو ہو اور اس وقت شہوت بھی ہو۔ بغیر شہوت کے یا عورت کے شرم گاہ کے ظاہری حصے کو یا کسی اور حصے کو دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی اس کے شرم گاہ کے داخلی حصے پر نظر پڑنا یقینی نہ ہو یا پھر شہوت نہ ہو تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی اور اس عورت کی بیٹی کے ساتھ مذکورہ شخص کا نکاح جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

كما تثبت هذه الحرمة بالوطئ تثبت بالمس، والتقبيل، والنظر إلى الفرج بشهوة......، ولا تثبت بالنظر إلى سائر الأعضاء إلا بشهوة، ولا بمسّ سائر الأعضاء إلا عن شهوة بلاخلاف . والمعتبر النظر إلى الفرج الداخل .(۱)

ترجمہ:

یہ حرمت (مصاہرت) جس طرح وطی سے ثابت ہوتی ہے، اسی طرح شہوت کے ساتھ چھونے، چومنے اور فرج کو دیکھنے سے بھی ثابت ہوجاتی ہے اور جب تک شہوت نہ ہو، تمام بدن کو دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی تمام بدن کو مس کرنے کی وجہ سے (بغیر شہوت کے) سوائے اس کے کہ شہوت سے چھوئے۔ بلا کسی اختلاف کے۔ اور فرج داخل کی طرف دیکھنا معتبر ہے۔

❁❁❁

بیٹی کو بیوی سمجھ کر چھو لینا

سوال نمبر(131):

اگر ایک شخص شہوت کی حالت میں اپنی بیٹی کو بیوی سمجھ کر چھولے تو ایسی صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

بینوا تؤجروا

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات: ۱/ ۲۷٤

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے اگرکوئی شخص شہوت کی غیر موجودگی میں کسی قابل شہوت عورت کو چھولے اور اس چھونے کے وقت وہ عورت کی حرارت کو یقینی طور پر محسوس کرلے اور اس دوران اس کو شہوت پیدا ہوجائے تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجائے گی اور اگرکوئی شخص پہلے سے شہوت میں ہو اور وہ کسی قابل شہوت عورت کو اس طور پر چھولے کہ اس کی حرارت محسوس کرے تو اس دوران محض چھونے سے اس وقت تک حرمت ثابت نہیں ہوگی جب تک وہ یقینی طور پر اپنی شہوت میں زیادتی محسوس نہ کرے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگرکسی شخص نے اپنی بیٹی کو بیوی سمجھ کر چھولیا ہو اور اس چھونے سے اس کی شہوت میں اضافہ ہو چکا ہو تو اس کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجائے گی اور اگر شہوت بڑھ جانے کا یقین نہ ہو تو اس سے حرمت لازم نہیں آئے گی۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

فمن انتشرآلتہ فطلب امرأتہ وأولجھابین فخذي ابنتھالاتحرم علیہ أمھامالم تزدد انتشاراکذافي التبیین.(۱)

ترجمہ:

جس شخص کا آلہ تناسل منتشر ہوا اور اس نے اپنی بیوی کو طلب کیا اور (خطا غلط فہمی یا کسی اور وجہ سے) آلہ تناسل کو اپنی بیٹی کی رانوں میں داخل کیا تو اس شخص پر اس وقت تک اپنی بیوی حرام نہیں ہوگی جب تک اس کو پہلے سے موجود انتشار میں اضافے کا یقین نہ ہوجائے۔اسی طرح تبیین میں ہے۔



بیٹی کو بیوی سمجھ کر غصے میں بالوں سے پکڑنا

سوال نمبر(132):

میری بیوی میرے ساتھ ہم بستری کے لیے کبھی بخوشی تیار نہیں ہوئی، اکثر مار پیٹ کے بعد ہی بزور اپنی حاجت پوری کرتا ہوں، ایک رات میں نے بیوی سے کہا کہ:''میں باہر برآمدے میں چارپائی ڈال کر سوتا ہوں، کمرے میں جب

(۱)الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الثاني في بیان المحرمات، القسم الثاني المحرمات بالصھریۃ: ۱/۲۷۵

بچے سو جائیں تو باہر آجانا" چونکہ میری بیٹیاں جوان ہیں، اس وجہ سے کمرے میں ہم بستری نہیں کرسکتا، اس رات کافی دیر تک میں انتظار کرتا رہا، مگر وہ نہ نکلی تو مجھے سخت غصہ چڑھا اور غصہ کی حالت میں بیوی کو مینڈھی سے پکڑ کر باہر لانے کے ارادے سے کمرے میں داخل ہوا تو پہچان میں غلطی لگنے کی وجہ سے بیٹی کو مینڈھی سے پکڑ کر کھینچا، جس کی وجہ سے وہ چیخ پڑی، میں فوراً متنبہ ہوکر پیچھے ہٹ گیا اور ندامت کے ساتھ واپس اپنی چارپائی پر آگیا، لیکن یہ سب کچھ غصہ کی حالت میں ہوا۔ کیا اس سے میری بیوی مجھ پر حرام ہوئی ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰه التوفیق:

سر کے بالوں کو چھونے سے حرمتِ مصاہرت کے ثابت ہونے کے لیے پہلی شرط تو یہ ہے کہ چھوتے وقت شہوت موجود ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ سر کے متصل بالوں کو چھوا جائے، لہٰذا اگر بالوں کو چھوتے وقت شہوت موجود نہ ہو یا شہوت موجود ہو، لیکن سر سے متصل بالوں کی بجائے نیچے لٹکے ہوئے بال چھوے جائیں تو حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں جب کہ مذکورہ شخص نے غصہ کی حالت میں بیٹی کے مینڈھی کے بال چھوے ہیں تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، اس کی بیوی بدستور اس کے لیے حلال ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

(و) أصل (ممسوسته بشهوة) ولو لشعر على الرأس. قال العلامة الشاميؒ: قوله (ولو لشعر على الرأس) خرج به المسترسل ......فخص التحريم بما على الرأس دون المسترسل. (١)

ترجمہ:

جس عورت کو شہوت سے چھوا جائے، اگرچہ سر پر موجود بالوں کو چھوا ہو (اس کے اصول وفروع چھونے والے پر حرام ہوجاتے ہیں)۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ: "ماتن کے قول "ولو لشعر على الرأس" کے ذریعے لٹکے ہوئے بال (چھونا حرمت سے) خارج ہوگئے۔۔۔۔۔ پس تحریم سر پر موجود متصل بالوں کے ساتھ خاص ہے، لٹکے ہوئے بالوں سے نہیں۔"

(١) رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ١٠٧/٤، ١٠٨

غلبہ شہوت سے بیٹی کو چھونا

سوال نمبر(133):

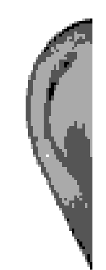
ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کھڑے ہوکر بات چیت کررہا تھا اور اس کے ساتھ ہاتھ بھی لگا رہا تھا کہ اس پر شہوت غالب ہوگئی، اس دوران اس کی بیٹی وہاں آئی جسے اُس نے ہاتھ سے پکڑ کر فوراً چھوڑ دیا۔ کیا اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے حرمتِ مصاہرت جن صورتوں میں ثابت ہوتی ہے، ان کے اپنے شرائط ہیں۔ کسی عورت کو چھونے کی صورت میں حرمتِ مصاہرت تب ثابت ہوتی ہے جب یہ عورت مشتہات (قابلِ شہوت) ہو، اس شخص پر غلبہ شہوت بھی ہو اور درمیان میں ایسا حائل نہ ہو جس سے دونوں کے بدن کی حرارت کو روکا جاسکے تو اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہوگی، البتہ چھونے میں دوام وتسلسل ضروری نہیں، بلکہ محض ہاتھ لگانے سے حرمت ثابت ہوگی۔

اگر کوئی شخص پہلے سے شہوت میں ہو تو کسی کو چھوتے وقت اس شہوت میں مزید زیادتی کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ اگر شہوت اسی طرح برقرار ہو یا اس میں کمی آجائے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔



صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ شخص کی بیٹی قابلِ شہوت ہو اور درمیان میں کوئی حائل (مانعِ حرارت) بھی نہ ہو اور اس وقت اُس کی شہوت میں اضافہ ہوا ہو تو تب حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

والدوام على المس ليس بشرط لثبوت الحرمة، حتى قيل إذا مد يده إلى امرأة بشهوة، فوقعت على أنف ابنتها فازدادت شهوته حرمت عليه امرأته، وإن نزع يده من ساعته، كذافي الذخيرة.(۱)

ترجمہ: حرمت مصاہرت کے لیے چھونے میں دوام کا ہونا شرط نہیں، چنانچہ کہا گیا ہے کہ اگر کسی نے بیوی کی طرف شہوت کے ساتھ ہاتھ بڑھایا اور وہ اس کی بیٹی کے ناک سے لگا اور اس کی شہوت بڑھ گئی تو اس پر اپنی بیوی حرام ہوگی، اگرچہ اس نے فوراً ہاتھ کھینچ لیا ہو۔ اسی طرح ذخیرہ میں ہے۔

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، ال الثالث في بيان المحرمات: ۱/ ۲۷۵

فمن انتشرآلته فطلب امرأته وأولجها بين فخذي ابنتها لاتحرم عليه أمها مالم تزدد انتشاراكذافي التبيين.(۱)

ترجمہ:

جس شخص کا آلہ تناسل منتشر ہوا اور اس نے اپنی بیوی کو طلب کیا اور خطا یا غلط فہمی یا کسی اور وجہ سے آلہ تناسل کو اپنی بیٹی کے رانوں میں داخل کیا تو اس شخص پر اس وقت تک اپنی بیوی حرام نہیں ہوگی، جب تک اس کو پہلے سے موجود انتشار میں اضافے کا یقین نہ ہو جائے۔

❁❁❁

غلطی سے بیوی کی بجائے بیٹی کو ہم بستری کے لیے جگانا

سوال نمبر(134):

ایک رات ماہ رمضان میں کچھ شیطانی خواب دیکھنے کی وجہ سے مجھے بیوی سے ہمبستری کرنے کی شدید خواہش پیدا ہوئی تو میں نے قریب چارپائی پر لیٹی اپنی بیٹی کو بیوی گمان کر کے اپنے پاؤں سے ہلایا، کچھ دیر تک انتظار کرنے کے باوجود جب وہ نہ اٹھی تو کندھے کی طرف سے پکڑ کر ہلایا تو اس نے سر سے کمبل ہٹا کر کہا، کیا ہے؟ جب میں نے دیکھا کہ یہ تو میری بیٹی ہے تو میں نے کہا، کیا یہ سحری کا وقت نہیں؟ اٹھو سحری کے لیے روٹی وغیرہ پکاؤ، جناب عالی! جس جگہ میری بیٹی سوئی ہوئی تھی، اس جگہ عرصہ دراز سے میری بیوی سوتی ہے۔ نیز جگاتے وقت سردی کی وجہ سے میری بیٹی سر سے پاؤں تک کمبل میں ڈھکی ہوئی تھی، اب میرے لیے کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ عورت کو شہوت کے ساتھ چھوتے وقت درمیان میں کوئی موٹا کپڑا حائل نہ ہو اور اگر شہوت سے چھوتے وقت ایسا موٹا حائل موجود ہو جس سے بدن کی حرارت محسوس نہیں ہوتی تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی شہوت کے ہوتے ہوئے بیٹی کو بیوی گمان کر کے جگاتے وقت کمبل حائل تھا،

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، الباب الثاني في بيان المحرمات، القسم الثاني المحرمات بالصهرية : ۲۷۵/۱

تو ایسی صورت میں مذکورہ شخص پر اس کی بیوی حرام نہیں ہوتی۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

ثم المس إنما يوجب حرمة المصاهرة إذالم يكن بينهما ثوب، أماإذاكان بينهما ثوب، فإن كان صفيقالايجد الماس حرارة الممسوس، لاتثبت حرمة المصاهرة، وإن انتشرت آلته بذلك، وإن كان رقيقا بحيث تصل حرارة الممسوس إلى يده تثبت.(۱)

ترجمہ:

چھونے سے حرمتِ مصاہرت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب مرد وعورت کے درمیان کپڑا موجود نہ ہو۔ اگر ان کے درمیان کپڑا موجود ہو تو اگر وہ اتنا موٹا ہو جس سے چھونے والے کو چھوئے جانے والی (کے بدن) کی حرارت محسوس نہیں ہوتی تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، اگر چہ اس چھونے سے اس کا آلہ تناسل منتشر ہو جائے اور اگر کپڑا اتنا باریک ہو کہ چھوئے جانے والے کی حرارت چھونے والے کے ہاتھ تک پہنچتی ہو تو حرمت ثابت ہوتی ہے۔

❁❁❁

دیور کا بھابھی سے زنا کرنا

سوال نمبر (135):

زید نے اپنی بھابھی سے زنا کر لیا۔ تو کیا اس سے اس کے بھائی اور بھابھی کے درمیان موجود رشتہ زوجیت پر کوئی اثر پڑتا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰه التوفیق:

زنا کرنے سے زانی اور مزنیہ پر صرف ایک دوسرے کے اصول وفروع حرام ہوتے ہیں۔ لہٰذا بھابھی سے زنا کرنے سے بھائی اور بھابھی کے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني: ۲۷۵/۱

والدّلیل علیٰ ذلك:

أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع :حرمة المرأة على أصول الزاني، وفروعه نسباورضاعا، وحرمة أصولها، وفروعها على الزاني نسبا ورضاعا(١)

ترجمہ:

حرمتِ مصاہرت سے مراد چارقسم کی حرمتیں ہیں: زانی کے رضاعی اورنسبی اصول وفروع پر مزنیہ کاحرام ہونا، اورمزنیہ کے نسبی ورضاعی اصول وفروع کازانی پرحرام ہونا۔

❁❁❁

بیوی کی بھانجی سے زنا کرنا

سوال نمبر(136):

ایک شخص نے شادی کے چندسال بعداپنی بیوی کی بھانجی سے زنا کیا۔کیااس سے اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگرکوئی شخص کسی عورت کے ساتھ زنا جیسا قبیح عمل کر بیٹھے تو اس شخص پر اس عورت کے اصول وفروع اورعورت پراس شخص کے تمام اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں، تاہم ایک دوسرے کے اصول وفروع کے علاوہ دوسرے رشتہ دار حرام نہیں ہوتے۔

صورتِ مسئولہ میں جب کہ آدمی نے بیوی کی بھانجی سے زنا کاارتکاب کیا ہے تو یہ اگرچہ ایک قبیح حرکت اور گناہ کبیرہ ہے، جس سے سچی توبہ کرنا دونوں پر لازم ہے، لیکن اس سے اس آدمی کے اپنے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیوں کہ اس کی بیوی نہ تو اپنی بھانجی کے اصول میں سے ہے اور نہ ہی فروع میں سے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

حرم أيضا بالصهرية (أصل مزنيته ......وفروعهن).(٢)

---

(١)رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات : ١٠٧/٤

(٢)الدر المختارعلى صدررد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ١٠٧/٤، ١٠٨

ترجمہ:

مصاہرت کی وجہ سے مزنیہ (جس عورت سے زنا کیا گیا) کے اصول اور فروع (زانی پر) حرام ہوتے ہیں۔

❁❁❁

چچی کو شہوت سے چھونے سے حرمتِ مصاہرت

سوال نمبر (137):

میں نے ابتداے بلوغت میں ناسمجھی کی بنا پر اپنی چچی کو شہوت سے چھوا تھا۔ اب تقریباً پانچ سال بعد میرے چچا کے فوت ہوجانے کی وجہ سے میرے والد اس سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ میری اپنی والدہ فوت ہوچکی ہے۔ کیا میرے والد کا میری اس چچی سے نکاح جائز ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰه التوفیق:

اگر آپ نے واقعی ابتداے بلوغت میں اپنی چچی کو شہوت سے چھوا ہو اور چھوتے وقت کسی حائل کے نہ ہونے یا باریک ہونے کی وجہ سے آپ کو اس کے بدن کی حرارت بھی محسوس ہوئی ہو تو اس کے اصول وفروع آپ پر اور آپ کے اصول وفروع اس پر حرام ہیں، پس آپ کے والد کے لیے اس سے نکاح جائز نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : إذا جامع الرّجل المرأة، أو قبّلها، أو لمسها بشهوة، أو نظر إلى فرجها بشهوة حرمت على أبيه، وابنه، وحرمت عليه أمها وابنتها.(۱)

ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب آدمی عورت سے جماع کرے یا شہوت سے اس کو چوم لے یا چھولے یا اس کی شرمگاہ (کے داخلی حصہ) کو شہوت سے دیکھ لے تو وہ عورت اس شخص کے باپ اور بیٹے پر حرام ہوجاتی ہے اور اس عورت کی ماں اور بیٹی اس شخص پر حرام ہوجاتی ہیں۔

❁❁❁

(۱) فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات، تحت قوله:(والمعتبر النظر إلى الفرج الداخل:۳/۱۳۱

چچی سے بوس وکنار کرتے وقت مشت زنی سے حرمتِ مصاہرت

سوال نمبر(138):

ایک دفعہ میں نے اپنی چچی سے کافی دیر تک بوس وکنار کیا اور پھر اس نے اپنے ہاتھوں کے ذریعے میری منی خارج کردی، کچھ عرصہ بعد چچا کے فوت ہونے پر اس چچی سے میرے والد نے نکاح کرلیا۔کیا یہ نکاح جائز ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

کسی عورت سے بوس وکنار کرتے ہوئے اگر انزال ہوجائے تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

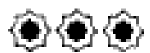
صورتِ مسئولہ میں چونکہ چچی سے بوس وکنار کرتے وقت آپ کا انزال ہوا تھا، اس لیے اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوئی اور اس چچی سے آپ کے والد کا کیا ہوا نکاح درست ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

فلوأنزل مع مس، أو نظر، فلاحرمة.قال العلامة الشاميؒ:قوله :(فلاحرمة)لأنه بالإنزال تبين أنه غير مفض إلى الوطئ.(١)

ترجمہ:

اگر چھونے یا دیکھنے کے ساتھ انزال ہوجائے تو حرمت ثابت نہیں ہوتی۔علامہ شامیؒ ماتن کے قول "فلاحرمة" (حرمت ثابت نہیں ہوتی) کے تحت فرماتے ہیں:''کیوں کہ انزال ہوجانے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ چھونا یا دیکھنا جماع تک لے جانے والا نہیں۔''



شہوت سے چھوئی ہوئی ممانی کی نواسی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(139):

میں پچھلے دنوں اپنی ممانی کے قریب سویا تھا، میرے ہاتھ پاؤں اس کے جسم سے لگتے رہے، جب کہ اس وقت مجھ

(١)رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات:١٠٩/٤

پر شہوت کا بھی غلبہ تھا، لیکن وہ کافی عمر کی ہے۔ کیا اب اس کی نواسی سے میرا نکاح ہو سکتا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھوتے وقت اگر کوئی چیز، مثلاً اتنا موٹا کپڑا حائل ہو جس سے بدن کی حرارت محسوس نہ ہو تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی اور اگر اس دوران کوئی بھی چیز حائل نہ ہو یا صرف اتنا باریک کپڑا حائل ہو جس سے بدن کی حرارت محسوس ہوتی ہو تو ایسی صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی، بشرطیکہ اس وقت اس چھونے سے انزال نہ ہوا ہو، حرمتِ مصاہرت کی وجہ سے مرد اور عورت کے اصول وفروع ایک دوسرے پر حرام ہو جاتے ہیں۔

مسئولہ صورت میں ممانی کو شہوت سے چھوتے وقت اگر آپ کے اور آپ کی ممانی کے درمیان کوئی ایسی چیز (موٹا کپڑا وغیرہ) حائل تھی جس سے اس کے بدن کی حرارت محسوس نہ ہوئی ہو تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہونے کی وجہ سے آپ کے لیے اپنی ممانی کی نواسی سے نکاح جائز ہے اور اگر اس دوران کوئی حائل موجود نہ تھا یا صرف اتنا باریک کپڑا حائل تھا جس سے اس کے بدن کی حرارت محسوس ہوئی ہو تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جانے کی وجہ سے آپ پر اس کے تمام اصول وفروع حرام ہو چکے ہیں، بشرطیکہ اس وقت آپ کا انزال نہ ہوا ہو۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(و)أصل (ممسوسته بشهوة)ولو……بحائل لايمنع الحرارة…… (وفروعهن)…… فلوأنزل مع مس، أو نظر، فلاحرمة.(١)

ترجمہ:

جس عورت کو شہوت سے چھوا گیا اس کے اصول وفروع (چھونے والے پر) حرام ہیں۔۔۔۔ اگرچہ ایسے حائل کے ہوتے ہوئے چھوا ہو جو مانع حرارت نہیں۔۔۔۔ چنانچہ اگر چھونے یا دیکھنے سے انزال بھی ہوا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔



(١)الدر المختارعلی صدرردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ١٠٧/٤-١٠٩

ممانی کو شہوت سے چھونے سے ماموں کے نکاح پر اثر

سوال نمبر(140):

اگر کوئی شخص اپنی ممانی کے ساتھ شہوت سے بوس وکنار کرلے تو کیا اس سے اس ممانی اور ماموں کے درمیان قائم رشتے پر کوئی اثر پڑتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

بغیر کسی موٹے حائل کے عورت کو شہوت کے ساتھ چھونے یا اس سے بوس وکنار کرنے سے چھونے والے مرد اور اس عورت کے درمیان حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے دونوں پر ایک دوسرے کے اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں، تاہم حرمتِ مصاہرت سے اصول وفروع کے علاوہ دیگر رشتوں میں حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں ماموں اور ممانی کے درمیان قائم رشتے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ اس شخص اور اس کی ممانی پر ایک دوسرے کے اصول وفروع حرام ہوگئے ہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع :حرمة المرأة على أصول الزاني، وفروعه نسبا ورضاعا، وحرمة أصولها، وفروعها على الزاني نسبا ورضاعا(۱)

ترجمہ: حرمتِ مصاہرت سے مراد چار قسم کی حرمتیں ہیں: زانی کے رضاعی اور نسبی اصول وفروع پر مزنیہ کا حرام ہونا، اور مزنیہ کے نسبی ورضاعی اصول وفروع کا زانی پر حرام ہونا۔

❁❁❁

بیٹی سے زنا کرنے سے حرمتِ مصاہرت

سوال نمبر(141):

ایک شخص نے شیطان کے جال میں پھنستے ہوئے اپنی بیٹی سے بدکاری کرلی۔ کیا اس کے لیے اپنی زوجہ سے

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۰۷/٤

مزید تعلقات برقرار رکھنا درست ہے یا نہیں؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

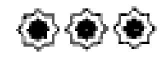
کسی عورت سے زنا کرنے سے زانی ومزنیہ پرایک دوسرے کے اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں۔

لہٰذا اس شخص پر مزنیہ بیٹی کی ماں حرام ہوگئی ہے، اس پرلازم ہے کہ اس کو جدائی کے الفاظ (طلاق وغیرہ) ذکر کرکے الگ کردے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع :حرمة المرأة على أصول الزاني، وفروعه نسباورضاعا، وحرمة أصولها، وفروعها على الزاني نسبا ورضاعا(١)

ترجمہ: حرمتِ مصاہرت سے مراد چارقسم کی حرمتیں ہیں: زانی کے رضاعی اورنسبی اصول وفروع پر مزنیہ کا حرام ہونا، اور مزنیہ کے نسبی ورضاعی اصول وفروع کا زانی پرحرام ہونا۔



منکوحہ کی بیٹی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(142):

زید نے ایک عورت سے نکاح کرلیا جو کہ صاحبِ اولاد بیوہ تھی، ابھی رخصتی باقی تھی کہ اس کا انتقال ہوگیا۔اس عورت کی ایک بیٹی بھی ہے جو کہ جوان ہے اوراب زید کی اس کے ساتھ نکاح کی بات ہورہی ہے۔کیا اس کے لیے اپنی منکوحہ کی بیٹی کے ساتھ نکاح جائز رہے گا؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

مسئولہ صورت کا تعلق دراصل حرمتِ مصاہرت سے ہے۔ بیوی کی بیٹی کے ساتھ نکاح اس صورت میں ناجائز رہتا ہے جب بیوی کے ساتھ حرمتِ مصاہرت کی کوئی صورت پیش آئے، مثلاً: جماع، شہوت سے چھونا وغیرہ،

(١) رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات : ٤/ ١٠٧

لیکن جب کسی عورت کے ساتھ حرمتِ مصاہرت کی کوئی صورت پیش آنے کی بجائے صرف نکاح ہو جائے تو نفسِ عقدِ نکاح حرمتِ مصاہرت کا سبب نہیں، اس لیے ایسی عورت کی بیٹی کے ساتھ نکاح کر لینے میں کوئی حرج نہیں، جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

من تزوج امرأة ولم يدخل بها حتى طلقها، أو ماتت، ثم أراد أن يتزوج بابنتها جاز.(١)

ترجمہ:

کسی نے ایک عورت سے نکاح کر لیا اور جماع نہیں کیا کہ طلاق دے دی یا وہ وفات پا گئی، پھر ارادہ کیا کہ اس کی بیٹی سے نکاح کر لے تو یہ جائز ہے۔

❁❁❁

ساس کا داماد سے شہوت کے ساتھ بوسہ لینا

سوال نمبر (143):

ایک عورت اپنے داماد سے شہوت کے ساتھ بوسہ لے یا چھوئے تو اس کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

ساس کا اپنے داماد سے شہوت کے ساتھ بوسہ لینا یا چھونا سخت گناہ ہے۔

مسئولہ صورت میں اگر چھوتے یا بوسہ لیتے وقت کوئی کپڑا وغیرہ درمیان میں حائل نہ ہو یا ایسا کپڑا حائل ہو جس کے ہوتے ہوئے بھی بدن کی حرارت محسوس ہوئی ہے تو داماد پر اس ساس کے اصول وفروع (ماں، دادی، بیٹی، پوتی وغیرہ) اور ساس پر اس داماد کے اصول وفروع حرام ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں داماد پر لازم ہے کہ اپنی بیوی (اس ساس کی بیٹی) کو جدائی کے الفاظ کہہ کر چھوڑ دے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

كما تثبت هذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس، والتقبيل، والنظر إلى الفرج بشهوة.(٢)

(١) الفتاوى التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل السابع في اسباب التحريم: ٢/٤٥٩

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني: ١/٢٧٤

ترجمہ:

جس طرح یہ حرمت جماع سے ثابت ہوتی ہے، اسی طرح شہوت کے ساتھ چھونے، بوس وکنار کرنے اور شرمگاہ کو دیکھنے سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

❁❁❁

ساس کے بدن پر نگاہ پڑنا

سوال نمبر(144):

اگر کسی شخص کی نظر ساس کے بدن کے حصہ پر پڑ جائے تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

کسی عورت کے بدن کو شہوت کے ساتھ چھونے یا دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوتی ہے، لیکن اس میں تفصیل ہے، کیوں کہ جس طرح چھونے کی صورت میں یہ شرط ہے کہ اس وقت شہوت پائی جائے اور درمیان میں کوئی حائل نہ ہو، اسی طرح دیکھنے کی صورت میں یہ ضروری ہے کہ دیکھنا فرجِ داخل کا ہو اور اس وقت شہوت بھی ہو، بغیر شہوت کے یا عورت کی شرم گاہ کے ظاہری حصے کو یا کسی اور حصے کو دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔

لہٰذا اگر صورتِ مذکورہ میں نگاہ پڑتے وقت شہوت محسوس نہ ہو یا عورت کی شرم گاہ کے ظاہری حصے کو یا کسی اور حصے کو دیکھا ہو تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی اور مذکورہ شخص کا اس عورت کی بیٹی سے کیے ہوئے نکاح پر بھی کوئی اثر نہیں پڑتا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

كما تثبت هذه الحرمة بالوطئ تثبت بالمس، والتقبيل، والنظر إلى الفرج بشهوة......، ولاتثبت بالنظر إلى سائر الأعضاء الابشهوة، ولابمسّ سائر الأعضاء لاعن شهوة بلاخلاف . والمعتبرالنظرإلى الفرج الداخل .(١)

ترجمہ: یہ حرمت (مصاہرت) جس طرح وطی سے ثابت ہوتی ہے، اسی طرح شہوت کے ساتھ چھونے، چومنے

(١)الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات:١/٢٧٤

اور فرج کو دیکھنے سے بھی ثابت ہوجاتی ہے اور جب تک شہوت نہ ہو، تمام بدن کو دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی اور نہ ہی تمام بدن کو مس کرنے کی وجہ سے (بغیر شہوت کے) سوائے اس کے کہ شہوت سے چھوئے۔ بلا کسی اختلاف کے۔ اور فرج داخل کی طرف دیکھنا معتبر ہے۔

❁❁❁

ساس سے تنہائی میں ملاقات کرنے سے حرمتِ مصاہرت کا ثبوت

سوال نمبر(145):

ایک شخص نے اپنی ساس کے ساتھ کئی مرتبہ تنہا گھر میں ملاقاتیں کی ہیں، لیکن کبھی بھی ایک دوسرے کو چھوا تک نہیں اور نہ ہی شہوت کا وہم وخیال رہا۔ کیا ساس کے ساتھ خلوت میں اس طرح ملنے سے بھی بیوی حرام ہوجاتی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لیے ضروری ہے کہ مرد عورت کو یا عورت مرد کو شہوت کے ساتھ کم از کم چھولے۔ شہوت سے چھونے، چومنے وغیرہ کے بغیر محض تنہائی میں ملنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، ہاں اگر خلوت میں فتنہ کا خطرہ محسوس ہوتا ہو تو پھر ایسی خلوت سے جان بچانے کی کوشش کرے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

کماتثبت هذه الحرمة بالوطئ تثبت بالمس، والتقبیل، والنظر إلی الفرج بشهوة.(۱)

ترجمہ:

جس طرح یہ حرمت جماع سے ثابت ہوتی ہے، اسی طرح شہوت کے ساتھ چھونے، بوس وکنار کرنے اور شرمگاہ کو دیکھنے سے بھی ثابت ہوتی ہے۔



(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم الثاني: ۱/۲۷٤

بیوی سے ہم بستری سے قبل ساس کو شہوت سے چھونا

سوال نمبر(146):

میں نے اپنی ساس کے ساتھ کئی مرتبہ شہوت کے ہوتے ہوئے ہاتھ ملایا ہے۔واضح رہے کہ میرا نکاح اگرچہ اس کی بیٹی سے منگنی کے دوران ہو چکا ہے،لیکن ابھی تک رخصتی نہ ہونے کی وجہ سے میں نے اس سے ہمبستری نہیں کی، کیا اس صورت میں بھی میری بیوی مجھ پر حرام ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

کسی عورت کے ساتھ صرف ہاتھ ملانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، جب تک یقینی طور پر بلا حائل ہاتھ ملاتے وقت شہوت نہ پائی گئی ہو۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی مذکورہ شخص نے شہوت سے اپنی ساس کے ساتھ ہاتھ ملایا ہو اور تلذذ حاصل کیا ہو تو اس پر اس عورت کی تمام بیٹیاں حرام متصور ہوں گی ہو چاہے اس کی ایک بیٹی کے ساتھ مذکورہ شخص کا نکاح ہو چکا ہو اور رخصتی ہوئی ہو یا نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وتثبت حرمة المصاهرة بالزنا والمس والنظربدون النكاح والملك وشبهته.(۱)

ترجمہ: اور حرمت مصاہرت اس زنا، چھونے اور (فرج داخل) کے دیکھنے سے ثابت ہوتی ہے، جو نکاح، ملک اور شبہ ملک کے بغیر ہوں۔



مسئلہ سے لاعلمی کی بنا پر ساس کے ساتھ زنا سے حرمتِ مصاہرت

سوال نمبر(147):

زید نے اپنی ساس کے ساتھ زنا کر لیا، لیکن اس کو یہ علم نہیں تھا کہ ساس کے ساتھ زنا کرنے سے اس کی بیوی

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل وأما فرقة الرابع:

اس پر حرام ہوجائے گی۔کیاایسی صورت میں زید پراس کی بیوی (اس ساس کی بیٹی) حرام ہوتی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

ساس کے ساتھ زنا کرنے کی وجہ سے زید پراس کی بیوی (اس ساس کی بیٹی) حرام ہوچکی ہے، چاہے زید کو مسئلے کا علم تھایانہیں، دارالاسلام میں جہالت عذر نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

حرم أيضا بالصهرية (أصل مزنيته ......وفروعهن).(۱)

ترجمہ:

مصاہرت کی وجہ سے اپنی مزنیہ (جس عورت سے زنا کیا گیا) کے اصول اورفروع حرام ہوتے ہیں۔

فإن الجهل بالأحكام في دارالإسلام ليس بمعتبر.(۲)

ترجمہ:

دارالاسلام میں احکامِ شرعیہ سے لاعلمی کا کوئی اعتبار نہیں۔

❁❁❁

ساس کو بیوی سمجھ کر شہوت سے چھونا

سوال نمبر(148):

میری ساس میرے ہاں آئی ہوئی تھی، اس رات مجھے بیوی سے ہمبستری کی حاجت پیش آئی تو میں کمرے میں بیوی کو جگانے کے لیے داخل ہوا، غلطی سے میں نے اپنی ساس کی چارپائی پر پہنچ کراس کو بیوی سمجھ کر ہاتھ سے پکڑا اور باہر آنے کے لیے کہا، اس نے (شاید شرم کے مارے) کوئی جواب نہیں دیا اور کروٹ بدل دی، میں نے دوبارہ جگانے کا ارادہ کیا تو اندازہ ہوا کہ یہ تو میری ساس ہے، میرے پاؤں تلے زمین نکل گئی اور دوسری مرتبہ ہاتھ لگائے بغیر واپس اپنے کمرے کی طرف لوٹ آیا۔کیااس واقعہ کی وجہ سے میرا نکاح ٹوٹ گیا ہے؟

(۱) الدر المختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، ۴/۱۰۷، ۱۰۸

(۲) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصوم :۳/۳۴۶

الجواب وباللہ التوفیق:

حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لیے بلا حائل چھوتے وقت شہوت کا پایا جانا ضروری ہے اگر پہلے موجود نہ تھی اور چھونے سے پیدا ہوئی یا پہلے سے شہوت موجود تھی اور چھونے سے اس میں زیادتی آئی ہو تو اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے، ورنہ محض ہاتھ لگانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئولہ صورت میں اگر واقعی مذکورہ شخص نے شہوت کے ہوتے ہوئے ساس کو ہاتھ لگائے ہوں اور اس وقت اس نے لذت بھی محسوس کی ہو تو اس کی بیوی اس پر حرام ہوگی اور اگر ہاتھ لگاتے وقت سرے سے شہوت ہی نہ ہو اور نہ ہی لذت محسوس کی ہو اور صرف جگانے کی نیت سے ہاتھ لگایا ہو تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اور بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلقات پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ ایسے مواقع میں احتیاط کرنی چاہیے کہ معمولی بے احتیاطی سے بڑے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

حرم أيضا بالصهرية......أصل (ممسوسته بشهوة......وفروعهن) مطلقا، والعبرة للشهوة عند المس، والنظر لابعدهما، وحدّها فيهما تحرك آلته أوزيادته، به يفتي، وفي امرأة، أونحو شيخ كبير تحرك قلبه، أوزيادته(١)

ترجمہ:

مصاہرت کی وجہ سے شہوت کے ساتھ چھوئی ہوئی عورت کے اصول وفروع (چھونے والے پر) حرام ہوتے ہیں۔۔۔اور چھونے اور دیکھنے کے وقت شہوت کا ہونا معتبر ہے، نہ کہ اس کے بعد شہوت کا پایا جانا، دیکھنے اور چھونے میں شہوت کی حد آلہ تناسل کا متحرک ہونا یا (اگر وہ پہلے سے متحرک ہو تو) اس میں اضافہ ہونا ہے، اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے، جب کہ عورت اور بوڑھے آدمی میں شہوت کی حد دل کی حرکت یا اس میں اضافہ ہونا ہے۔

❁❁❁

(١) الدر المختار على صدر ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٤/١٠٧-١٠٩

حرمتِ مصاہرت کا اولاد کے باہمی نکاح پر اثر

سوال نمبر(149):

عورت اور مرد کے آپس میں جنسی تعلق (زنا) سے ان کے بچوں کے آپس میں نکاح پر کیا اثر پڑتا ہے۔کیا وہ ایک دوسرے کے بیٹے بیٹیوں کی آپس میں شادی کرا سکتے ہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے مصاہرت کے ثبوت پر اس کی حرمت کا اثر ایک دوسرے کی اولاد پر نہیں پڑتا، چنانچہ ایک کے اصول وفروع کا نکاح دوسرے کے اصول وفروع کے ساتھ جائز ہوتا ہے۔

صورتِ مسؤلہ میں اگر کوئی مرد وعورت آپس میں زنا کرلیں تو زانی اور مزنیہ کے اصول وفروع آپس میں نکاح کر سکتے ہیں۔

والدّلیل علیٰ ذالک:

ويحلّ لأصول الزاني و فروعه أصول المزني بها و فروعها.(۱)

ترجمہ:

زانی کے اصول وفروغ کے لیے مزنیہ عورت کے اصول وفروع (کے ساتھ نکاح) جائز ہے۔

❁❁❁

باپ کا کسی عورت کو شہوت سے چھونا اور پھر اس سے بیٹے کا نکاح کرنا

سوال نمبر(150):

مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوا ہے کہ میں نے اپنی سالی کی بیٹی کو کئی بار شہوت سے ہاتھ لگایا ہے، اس وقت اس کی عمر تیرہ سال تھی، اب جب کہ وہ اٹھارہ سال کی ہو چکی ہے، میں اپنے بیٹے کا نکاح اس سے کروانا چاہتا ہوں۔کیا یہ نکاح جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

---

(۱)ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات:۴/ ۱۰۷

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

صورتِ مسئولہ میں سالی کی بیٹی کو شہوت سے چھوتے وقت اگر کوئی ایسی چیز حائل تھی کہ آپ کو اس کے بدن کی حرارت محسوس نہ ہوئی ہو تو آپ اپنے بیٹے کا نکاح اس سے کرواسکتے ہیں۔ اور اگر حائل نہ ہونے یا باریک ہونے کی وجہ سے اس کے بدن کی حرارت محسوس ہوئی تھی تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہونے کی وجہ سے آپ کے بیٹے کا نکاح اس سے جائز نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

المس، والنظر سبب داع إلی الوطئ، فیقام مقامه في موضع الاحتیاط.(۱)

ترجمہ:

چھونا اور دیکھنا جماع کو دعوت دینے والے اسباب ہیں، پس موضع احتیاط میں ان کو وطی کے قائم مقام قرار دیا جاتا ہے۔

أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع:حرمة المرأة علی أصول الزاني، وفروعه نسبا ورضاعا، وحرمة أصولها وفروعها علی الزاني نسبا ورضاعا.(۲)

ترجمہ:

حرمتِ مصاہرت سے مراد چار قسم کی حرمتیں ہیں: عورت کا زانی کے نسبی ورضاعی اصول وفروع پر حرام ہونا اور عورت کے نسبی ورضاعی اصول وفروع کا زانی پر حرام ہونا۔



باپ بیٹے کا ایک عورت سے زنا کرنا اور ان دونوں میں سے کسی ایک کا اس سے نکاح کرنا

سوال نمبر(151):

کسی عورت سے ایک مرد نے زنا کیا، کچھ عرصہ بعد اس کے بیٹے نے بھی اس سے زنا کیا، کیا اس فعل سے باپ بیٹے کے رشتے پر کوئی اثر پڑتا ہے؟ اگر باپ بیٹے میں سے کوئی ایک اس عورت سے نکاح کرنا چاہے تو یہ نکاح جائز

(۱) رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۰۷/۴

(۲) رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۰۷/۴

ہے یا نہیں؟ اس جرم کا کفارہ کیا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

باپ کی مزنیہ بیٹے اور بیٹے کی مزنیہ باپ پر حرام ہے۔ اگر کسی عورت سے باپ اور بیٹے دونوں نے زنا کیا ہو تو ان دونوں کے لیے اس عورت سے نکاح جائز نہیں، البتہ اس فعل سے باپ بیٹے کے رشتے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ زنا کرنا گناہ کبیرہ ہے، دونوں کو چاہیے کہ فوراً اپنے اس قبیح فعل پر اللہ کے حضور معافی مانگیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة على أصول الزاني، وفروعه نسبا ورضاعا، وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسبا ورضاعا.(۱)

ترجمہ:

حرمتِ مصاہرت سے مراد چار حرمتیں ہیں: عورت (مزنیہ) کا زانی کے نسبی ورضاعی اصول وفروع پر حرام ہونا، اور عورت (مزنیہ) کے نسبی ورضاعی اصول وفروع کا زانی پر حرام ہونا۔

❁❁❁

زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ اسی زانی کا نکاح کرنا

سوال نمبر (152):

گل خان نے ایک لڑکی سے زنا کیا۔ زنا کے بعد جب حمل ظاہر ہوا تو بڑوں نے مل بیٹھ کر یہ فیصلہ کیا کہ اب گل خان ہی اس لڑکی سے شادی کرے گا۔ کیا زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

زنا سے حاملہ عورت سے نکاح کرنا جائز ہے، البتہ نکاح کرنے والا اگر عام شخص ہو تو اس کے لیے نکاح کرنے کے بعد ایسی عورت سے وضع حمل تک ہمبستری کرنا جائز نہیں اور اگر زنا سے حاملہ عورت سے وہی زانی نکاح

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۰۷/۴

کرے جس سے (یقینی طور پر) یہ حمل ٹھہرا ہو تو اس کے لیے اس عورت سے نکاح کرنے کے بعد ہمبستری کرنا بھی جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

(و)صح نكاح (حبلى من زنى......وان حرم وطؤها حتى تضع)...... لو نكحها الزاني حل له وطؤها اتفاقا.(۱)

ترجمہ:

زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا صحیح ہے۔۔۔۔اگرچہ اس سے ہمبستری کرنا وضع حمل ہونے تک حرام ہے۔۔۔۔اگر ایسی عورت کے ساتھ اس کا زانی ہی نکاح کرے، تو اس کے لیے اس سے ہمبستری کرنا بالاتفاق حلال ہے۔

❁❁❁

مزنیہ کی بیٹی کو بہو بنانا

سوال نمبر(153):

اگر ایک شخص کسی شادی شدہ عورت کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرے، جس کا وہ اقرار بھی کرے۔ بعدازاں اس عورت کی ایسی بیٹی کو بہو بنانا چاہے جو اس کے تعلق سے قبل عورت کے اپنے شوہر سے پیدا ہوئی ہو تو کیا شرعی لحاظ سے اس شخص کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اس عورت کی بیٹی کو بہو بنا لے۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی لحاظ سے کسی بھی شادی شدہ عورت کی اولاد کا نسب اس کے اپنے شوہر سے ثابت رہتا ہے۔ اگر اس دوران کوئی شخص واقعی طور پر اس کے ساتھ زنا کرلے تو اس زنا کی وجہ سے عورت کی اولاد کا متعلقہ (زانی) شخص کے ساتھ کوئی ایسا رشتہ ثابت نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ان کا نکاح متاثر ہو۔ لہٰذا صورتِ مسئولہ میں نکاح جائز و صحیح رہے گا۔

(۱)الدر المختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النكاح، فصل في المحرمات:٤/١٤١،١٤٢

والدّليل علىٰ ذلك :

ويحل لأصول الزاني، وفروعه أصول المزني بها وفروعها.(١)

ترجمہ:

زانی کے اصول وفروع کے لیے مزنیہ کے اصول وفروع کے ساتھ نکاح حلال ہے۔

۞۞۞

مزنیہ کی بیٹی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(154):

ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کا ارتکاب کیا۔اب وہ مزنیہ کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔شرعی لحاظ سے یہ جائز ہے یا نہیں؟

بيّنوا توجروا

الجواب وباللّٰه التوفيق

جو شخص کسی عورت کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو تو مزنیہ کے اصول وفروع کے ساتھ زانی کا نکاح حرام ہو جاتا ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں یہ شخص اس عورت کی بیٹی کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا جس سے زنا کیا ہو۔

والدّليل علىٰ ذلك :

فمن زنی بامرأة حرمت عليه أمها، وإن علت، وابنتها، وإن سفلت.(٢)

ترجمہ:

جس شخص نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا تو اس شخص پر اس عورت کی ماں اگرچہ (پشت میں) اوپر درجے کی ہو اور اس کی بیٹی اگرچہ نیچے درجے کی ہو، حرام ہو جاتے ہیں۔

۞۞۞

(١)ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ١٠٧/٤

(٢)الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات: ٢٧٤/١

زانی کے باپ کا مزنیہ سے نکاح

سوال نمبر(155):

ایک آدمی کسی عورت سے زنا کرلے اور پھر اس آدمی کا والد اسی مزنیہ عورت سے نکاح کرنا چاہے تو کیا اس کا نکاح جائز رہے گا؟

بيّنوا تؤجروا

الجواب وبالله التوفيق:

فقہی نقطہ نظر سے زنا کرنے سے مرد وعورت کے درمیان حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے جس کے تحت زانی اور مزنیہ کے اصول وفروع ان دونوں پر حرام ہوجاتے ہیں، لہٰذا اس ضابطہ کے تحت صورتِ مسئولہ میں زانی کے باپ کا اس مزنیہ عورت کے ساتھ نکاح حرام و ناجائز ہے۔

والدّليل علىٰ ذلك:

فمن زنى بامرأة حرمت عليه أمهاوإن علت، وابنتهاوإن سفلت، و كذا تحرم المزني بها على آباء الزاني وأجداده وإن علوا، و ابنا له وإن سفلوا، كذافي فتح القدير.(١)

ترجمہ: اور جس نے کسی عورت کے ساتھ زنا کیا تو اس پر اس عورت کی ماں حرام ہوگئی، اگرچہ (پشت میں) اُوپر ہو اور اس عورت کی بیٹی حرام ہوگئی، اگرچہ (پشت میں) نیچے ہو اور اسی طرح مزنیہ بھی زانی کے آباواجداد پر حرام ہوگی، اگرچہ وہ (پشت میں) اوپر کیوں نہ ہو اور اس (زانی کے بیٹوں پر حرام ہوگی) اگرچہ (پشت میں) نیچے کیوں نہ ہوں۔

❁❁❁

بہو کو شہوت سے دیکھنا

سوال نمبر(156):

ایک شخص اپنی بہو کو شہوت سے دیکھے۔ تو کیا یہ عورت اپنے خاوند (اس شخص کے بیٹے) پر حرام ہوجاتی ہے؟

بيّنوا تؤجروا

(١)الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات:١/٢٧٤

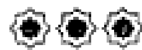
الجواب وباللّٰہ التوفیق:

کسی عورت کو دیکھنے سے حرمتِ مصاہرت تب ثابت ہوتی ہے جب اس کے فرجِ داخل (شرم گاہ کے داخلی حصہ) کو دیکھا جائے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ عورت برہنہ حالت میں تکیہ لگا کر بیٹھی ہو۔اس کے علاوہ بدن کے کسی حصے کو شہوت سے دیکھنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

اتفقوا علی أن النظر بشهوة إلی سائر أعضائها لاعبرة به ماعدا الفرج......ولا یتحقق ذلك إلا إذا كانت متكئة.(۱)

ترجمہ: علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شرمگاہ کے علاوہ عورت کے دیگر اعضا کو شہوت سے دیکھنے کا (حرمت مصاہرت میں) کوئی اعتبار نہیں۔۔۔۔اور فرجِ داخل کا دیکھنا اسی صورت میں متحقق ہوسکتا ہے، جب وہ تکیہ لگائے ہوئی ہو۔



سُسر کا بہو کے ساتھ زنا کر لینے سے عورت کے نکاح پر اثر

سوال نمبر(157):

اگر کوئی شخص اپنی بہو کے ساتھ زنا کرلے تو کیا اس سے اس عورت کے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں؟ شریعت کی رو سے واضح کردیں۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے زنا کر لینے سے زانی اور مزنیہ پر ایک دوسرے کے اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں۔
صورتِ مسئولہ کے مطابق اگر واقعی ایک سُسر نے اپنی بہو کے ساتھ زنا کیا ہو تو یہ عورت زانی کے اصول و فروع پر حرام ہوچکی ہے۔لہٰذا اس کی بہو اپنے شوہر پر حرام ہوگئی، ان کا نکاح فاسد ہوچکا ہے۔اب وہ شوہر (زانی کا بیٹا) اپنی بیوی کو طلاق دے کر اپنے سے الگ کردے۔

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات: ٤/١٠٨

والدّلیل علیٰ ذلك :

(وحرم أيضاًبالصهرية أصل مزنيته)قال في البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع:حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه نسباورضاعاً، و حرمة أصولهاوفروعهاعلى الزاني نسباًو رضاعاً.(۱)

ترجمہ: (اسی طرح صہریت کے ساتھ مزنیہ عورت کے اصول بھی حرام ہو جاتے ہیں) بحر میں ہے کہ حرمتِ مصاہرت سے چار حرمات مراد ہیں: عورت کا زانی کے اصول وفروع پر حرام ہونا، چاہے نسباً ہوں یا رضاعاً اور عورت کے اصول و فروع کا زانی پر حرام ہونا، چاہے نسباً ہوں یا رضاعاً۔

❁❁❁

حرمتِ مصاہرت میں نکاح ختم کرنے کا طریقہ

سوال نمبر(158):

اگر حرمتِ مصاہرت کی کوئی ایسی صورت پیش آئے جس میں بیوی حرام ہو جائے تو بیوی کو زبانی طور پر کیسے نکاح سے الگ کیا جائے گا، یعنی نکاح کیسے ختم کیا جائے گا؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب و باللہ التوفیق :

حرمتِ مصاہرت کی ایسی صورت میں (جس میں بیوی حرام ہو جائے) بیوی کو قضاے قاضی یا زبانی طور پر نکاح ختم کرکے الگ کیا جائے گا جس سے وہ نکاح سے نکل جائے گی۔ زبانی طور پر نکاح ختم کرنے کا معنی یہ ہے کہ ایسے الفاظ اور جملے کہے جائیں جو بیوی کے نکاح کو ختم کرنے اور اس کو نکاح سے بے دخل کرنے پر دلالت کرتے ہوں، مثلاً: تو آزاد ہے، میں نے تجھے چھوڑ دیا، تیرا راستہ الگ ہے، وغیرہ ان الفاظ "متارکت بالقول" کے ذریعے بیوی نکاح سے نکل جائے گی۔

اگر عورت مدخول بہا ہو تو بالاتفاق زبانی طور پر نکاح ختم کرنا ضروری ہے اور اگر غیر مدخول بہا ہو تو بعض ائمہ عملی طور پر چھوڑنے کو بھی نکاح کے ختم ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہیں، جب کہ بعض کے نزدیک عملی طور پر چھوڑنے کا اعتبار نہیں، اس میں بھی زبانی طور پر نکاح ختم کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔

(۱)ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۱٤/٤

والدّليل علىٰ ذلك :

قوله:(إلا بعد المتاركة)أي وإن مضى عليهاسنون، كما في البزازية، وعبارة الحاوي: إلابعد تفريق القاضي أو بعد المتاركة .و قدعلمت أن النكاح لا يرتفع بل يفسد، و قد صرحوافي النكاح الفاسد بأن المتاركة لا تتحقق إلا بالقول إن كانت مدخولا بها كتركتك، أو خليت سبيلك، وأمافي غيرالمدخول بها، فقيل تكون بالقول و بالترك على قصد عدم العود إليها، و قيل لا تكون إلا بالقول فيهما.(۱)

ترجمہ: (متارکت کے بعد) اگر چہ اس پر سالہا سال گزر جائیں، جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔حاوی کی عبارت یہ ہے کہ قاضی کی تفریق یا متارکت کے بعد نکاح ختم ہوگا اور آپ جانتے ہیں کہ مصاہرت سے نکاح ختم نہیں ہوتا، بلکہ فاسد ہو جاتا ہے اور فقہا نے اس بات پر تصریح ہے کہ متارکت صرف قولی طور پر ثابت ہوتی ہے، اگر بیوی مدخول بھا ہو تو (ان الفاظ سے) میں نے تجھے چھوڑ دیا یا میں نے تیرا راستہ خالی کر دیا اور غیر مدخول بہا کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قول سے یا اس طور پر چھوڑ دینے سے کہ دوبارہ واپسی کا ارادہ نہ ہو، جب کہ دوسرے قول میں کہا گیا ہے کہ متارکت دونوں صورتوں میں صرف قول سے ہوتی ہے۔ ❁❁❁

حرمتِ مصاہرت کے باوجود کیے گئے نکاح اور اولاد کا حکم

سوال نمبر(159):

کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھو لے تو اس پر اس عورت کے اصول وفروع حرام ہو جاتے ہیں۔مشکل یہ درپیش ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا، لیکن مسئلہ سے لاعلمی کی وجہ سے پھر اس کی بیٹی سے نکاح بھی کر لیا جس سے اس کی اولاد بھی ہے تو اس نکاح اور اولاد کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

لاعلمی کی بنا پر شہوت سے چھوئی ہوئی عورت کی بیٹی سے کیا گیا نکاح، نکاحِ فاسد ہے، لہٰذا امرد پر لازم ہے کہ وہ عورت کو جدائی کے الفاظ (مثلاً طلاق وغیرہ) ذکر کر کے آزاد کر دے، عورت پر عدت بھی واجب ہوگی، جب کہ اس نکاح

(۱)ردالمحتارعلى الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات:٤/١١٤

کے نتیجے میں پیدا شدہ اولاد کا نسب اسی شخص سے ثابت ہوگا۔

والدّليل على ذلك:

(ويجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطئ)......(ولم يزد مهر المثل على المسمى)لرضاها بالحط، ولو كان دون المسمى لزم مهر المثل......(وتجب العدة بعد الوطئ)لاالخلوة......(ويثبت النسب) احتياطا.(١)

ترجمہ: نکاح فاسد میں ہم بستری کرنے سے مہرِ مثل لازم ہوتا ہے۔۔۔۔اور یہ مہرِ مثل مہر مقرر سے زیادہ نہیں ہوگا، کیوں کہ عورت خود ہی کمی پر راضی ہو چکی ہے اور اگر مہرِ مثل مہر مقرر سے کم ہو تو مہرِ مثل لازم ہوگا۔۔۔۔اور ہم بستری کرنے کے بعد عدت بھی ثابت ہوتی ہے، نہ کہ صرف خلوتِ صحیحہ کرنے سے۔۔۔۔اور احتیاطاً بچہ ثابت النسب ہوگا۔

❁❁❁

فتح القدیر کی عبارت پر اشکال

سوال نمبر(160):

اگر کوئی شخص بیوی کی بیٹی (جو کہ دوسرے شوہر سے ہو) کے ساتھ زنا کرے تو کیا حرمتِ مصاہرت ثابت ہو کر میاں بیوی کی علیحدگی ضروری ہے، جب کہ فتح القدیر کی درج ذیل عبارت سے اس میں گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

و عن أبي يوسف قال: أكره له الأم والبنت، و قال محمد :التنزه أحب إلى، و لكن لا أفرق بينه و بين أمها.

ترجمہ: ابو یوسف سے نقل کیا گیا ہے کہ "میں (اس صورت میں) زانی کے لیے ماں اور بیٹی کو پسند نہیں کرتا" اور محمدؒ فرماتے ہیں کہ: "مجھے اجتناب بہت پسند ہے، لیکن مزنیہ کی ماں اور اس شخص (میاں بیوی) کے درمیان جدائی نہیں کرتا۔"

عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی لازمی نہیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب و باللہ التوفیق :

کسی عورت کے ساتھ زنا کی صورت میں حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، اس کی وجہ سے مذکورہ عورت

(١) الدرالمختار على ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر:٤/ ٢٧٤_٢٧٧

کے اصول وفروع زانی پر حرام ہو جاتے ہیں۔اگر مزنیہ پہلے سے نکاح میں موجود ہو تو نکاح فاسد ہو جاتا ہے۔جب کہ صورتِ مسئولہ میں فتح القدیر کی دی ہوئی عبارت کا تعلق عام صورت سے ہٹ کر ایک خاص صورت سے ہے،جس میں کسی عورت کے ساتھ زنا کرتے وقت وہ مفضاۃ ہو جائے اور یہ بات یقینی نہ ہو کہ زنا موضع حرث (آگے والے شرم گاہ) ہی میں ہوئی ہے،تاہم اگر اس کے نتیجے میں بچہ پیدا ہو جائے تو چوں کہ اس صورت میں زنا کا موضع حرث (آگے والے شرم گاہ) میں ہونا یقینی ہو جاتا ہے،اس لیے نکاح بھی فاسد ہو جائے گا۔جب کہ سوال میں درج عبارت سیاق وسباق سے ہٹ کر بجھی گئی ہے،پوری عبارت سے مسئلہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔چنانچہ فتح القدیر کی پوری عبارت یوں ہے۔

هذا إذا لم يفضها الزاني فإن أفضاها لا تثبت هذه الحرمات لعدم تيقن كو نه في الفرج، إلا إذا حبلت وعلم كونه منه. و عن أبي يوسف قال :أكره له الأم و البنت. و قال محمد :التنزه أحب إلي و لكن لا أفرق بينه و بين أمها.(۱)

ترجمہ: یہ حکم تب ہے جب زانی مزنیہ کو مفضاۃ نہ کردے،اگر زانی نے مزنیہ کو مفضاۃ کر دیا تو فرج میں زنا کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے حرمت ثابت نہیں ہوگی،ہاں اگر مزنیہ حاملہ ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ یہ حمل زانی سے ہے۔امام ابو یوسف سے نقل کیا گیا ہے کہ:"میں (اس صورت میں) زانی کے لیے ماں اور بیٹی کو پسند نہیں کرتا" اور محمدؒ فرماتے ہیں کہ:"مجھے اجتناب بہت پسند ہے،لیکن مزنیہ کی ماں اور اس شخص (میاں بیوی) کے درمیان جدائی نہیں کرتا۔"

❁❁❁

عورت سے بدفعلی کرنے سے حرمتِ مصاہرت

سوال نمبر(161):

بکر نے ایک بیوہ عورت سے قرارِ حمل کے ڈر سے زنا کی بجائے پچھلے راستے سے بدفعلی کی ہے۔کیا اب وہ اس عورت کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

کسی عورت کے ساتھ پچھلے راستے سے بدفعلی کرنے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔مسئولہ صورت

(۱)فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات، تحت قوله(ومن زنیٰ بامرأة):۱۲۶/۳

میں بکر کے لیے اس بیوہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وإنماقیدبالزنیٰ..........لیفید أنهالاتثبت بالوطئ بالدّبر کمایأتي.(۱)

ترجمہ: اور زنا کی قید اس فائدہ کے بیان کرنے کے لیے ذکر کی گئی ہے کہ حرمتِ مصاہرت اغلام بازی سے ثابت نہیں ہوتی، جیسا کہ یہ مسئلہ آرہا ہے۔

❁❁❁

اغلام بازی سے حرمتِ مصاہرت

سوال نمبر(162):

ایک شخص نے ایک بچے سے بدفعلی کی ہے۔اب وہ اس کی ماں سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔کیا اس شخص کے لیے اس بچے کی ماں سے نکاح جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفیق:

اغلام بازی کرنا گناہ کبیرہ وحرام ہے۔احادیث میں ایسے شخص کو ملعون قرار دیا گیا ہے، لیکن اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا اس شخص کے لیے اس بچے کی ماں سے نکاح جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وفي الولوالجیة :أتی رجل رجلا له أن یتزوج ابنته ؛ لأن هذا الفعل لو کان في الإناث لایوجب حرمة المصاهرة، ففي الذکر أولیٰ.(۲)

ترجمہ: ولوالجیہ میں ہے کہ اگر ایک مرد کسی دوسرے مرد سے اغلام بازی کرلے تو وہ اس کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے، کیوں کہ یہ فعل اگر عورتوں کے ساتھ ہو تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں کرتا، پس مردوں میں بطریق اولیٰ (اس سے) حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

---

(۱) ردالمحتارعلی الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات:۱۰۷/٤

(۲) ردالمحتارعلی الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات:۱۱۱/٤

حرمتِ مصاہرت سے خلاصی کی غرض سے مسلک تبدیل کرنا

سوال نمبر(163):

زید نے ایسی لڑکی سے شادی کی جس کی ماں سے اس نے زنا کیا تھا۔اب اس لڑکی سے اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، دراصل پہلے سے اس کو یہ علم نہیں تھا کہ فقہ حنفی کی رو سے زنا کے سبب مزنیہ کی اولاد زانی پر حرام ہو جاتی ہے۔سوال یہ ہے کہ کیا زید کے لیے ذلت ورسوائی سے بچنے، بچوں کی صحیح تربیت اور ان کے نسب کو ثابت کرنے کی خاطر شافعی مسلک اختیار کرنے کی گنجائش ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جس عورت سے زنا کیا ہو، اس کی بیٹی سے لاعلمی میں کیا گیا نکاح، نکاحِ فاسد ہے جس کا حکم یہ ہے کہ مرد بیوی کو طلاق وغیرہ کے الفاظ کہہ کر جدا کر دے، اس سے پیدا شدہ اولاد اسی شخص سے ثابت النسب ہے اور عورت پر جدائی کے بعد عدت بھی لازم ہوگی، اس نکاح میں مہرِ مقرر اور مہرِ مثل میں سے اقل مہر کی ادائیگی مرد پر لازم رہے گی۔

جہاں تک مسلک کی تبدیلی کا سوال ہے تو واضح رہے کہ ایک دفعہ جس امام کو اپنا مقتدیٰ تسلیم کر کے اس کے بیان کردہ قرآن وحدیث کی تشریحات پر انسان عمل پیرا ہو جائے تو پھر اس کے لیے کسی دوسرے امام کی تقلید جائز نہیں، ورنہ ہر شخص دین کو اپنی خواہشات ومرضیات کا تابع کر کے اس کو بازیچۂ اطفال بنا دے گا۔کیا بعید ہے کہ آج ایک مسئلہ میں سہولت کی بنا پر دوسرے مسلک کو اختیار کرنے والا یہ شخص کل اسی مسلک میں کوئی ایسی غلطی کر بیٹھے کہ پھر کسی اور مسلک کی راہیں تلاش کرتا پھرے اور دراصل اتباعِ ہوئی کے اس دلدل میں یوں ہی دھنستا چلا جائے، حتیٰ کہ کسی دن خدانخواستہ الحاد کی راہ اختیار کر کے ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے اور یہ کوئی موہوم اندیشہ ہی نہیں، بلکہ ایسے واقعات سامنے بھی آچکے ہیں۔

اس لیے ہمارا ہمدردانہ مشورہ یہ ہے کہ مسلک کی تبدیلی کا ناجائز قدم اٹھانے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کو مدِنظر رکھ کر شریعت کی تعلیمات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرے، ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانی کی راہیں کھول دے گا۔

والدّليل علىٰ ذلك:

ولاريب أن التزام المذاهب، والخروج عنها إن كان لغير أمر ديني مثل:أن يلتزم مذهبنا لحصول غرض دنيوى من مال، أو جاه، ونحو ذلك، فهذاممالايحمد عليه، بل يذم عليه في نفس الأمر.(۱)

ترجمہ: اوراس میں کوئی شک نہیں کہ مذاہب کا التزام اوراس سے نکلنا اگر بغیر کسی دینی غرض کے ہو، مثلاً کوئی شخص ہمارے مذہب کاالتزام مال یا جاہ یااس جیسے کسی اور دنیوی غرض کے حصول کی وجہ سے کرے تو یہ کوئی قابل ستائش فعل نہیں، بلکہ حقیقت میں یہ ایک مذموم حرکت ہے۔

❁❁❁

بیوی کواس کی ماں کے ساتھ زنا کرنے کی خبر دینا

سوال نمبر(164):

ایک آدمی نے شادی سے دوتین ماہ بعداپنی بیوی سے کہا کہ میں نے شادی سے ایک سال پہلے تمہاری ماں سے زنا کیا تھاتواس کا کیاحکم ہے؟اوراس پرمہرلازم ہوگایانہیں؟

بیّنواتوٴجروا

الجواب وباللّٰه التوفيق:

اگرشوہراپنی ساس کے ساتھ زنا کرنے کااقرار کرلےتواس اقرار کی بناپراس کا مواخذہ ہوگا،لہٰذااب اس کے اوراس کی بیوی کے درمیان جدائی واقع ہوناضروری ہے،اگر وہ خودطلاق وغیرہ دے کر بیوی کوجدانہیں کرتا تو قاضی ان کے درمیان جدائی واقع کردے گااوراس پرمقررکردہ مہر کی ادائیگی بھی لازم ہے۔

والدّليل علىٰ ذلك:

لوأقر بحرمة المصاهرة يؤاخذبه، ويفرق بينهما............بأن قال لامرأته كنت جامعت أمك قبل نكاحك يؤاخذ به، ويفرق بينهما، ولكن لا يصدق في حق المهر، حتى يجب المسمىٰ.(۲)

(۱)ابن تيميه، احمدبن تيميه، مجموع فتاوى ابن تيميه، سئل هل لازم المذهب مذهب:۲۲۲/۲۰، طبع تحت اشراف الرئاسة العامة لشئون الحرمين الشريفين .

(۲)الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني:۲۷۵/۱

ترجمہ:

اگر مرد حرمتِ مصاہرت کا اقرار کرے تو اس پر اس کا مواخذہ کیا جائے گا اور میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع کردی جائے گی ـــــــ بایں طور کہ شوہر اپنی بیوی کو کہے کہ: ”تجھ سے نکاح کرنے سے پہلے میں نے تیری ماں سے زنا کیا تھا“ تو اس اقرار پر اس کا مواخذہ کیا جائے گا اور ان دونوں کے درمیان جدائی کردی جائے گی، لیکن مہر کے سلسلے میں شوہر کی تصدیق نہیں کی جائے گی، بلکہ مقررہ مہر لازم ہوگا۔

❁❁❁

حرمتِ مصاہرت کے بعد میاں بیوی کا بضرورت اکھٹے رہنا

سوال نمبر (165):

ایک شخص نے اپنی بیوی کی بیٹی سے شہوت کے ساتھ بوس وکنار کیا۔ مختلف مدارس کو صورتِ حال واضح کرنے پر جواب ملا کہ حرمتِ مصاہرت ثابت ہونے کی وجہ سے میاں بیوی ایک دوسرے پر حرام ہوچکے ہیں، اس دن سے وہ عورت شوہر سے مکمل الگ رہ رہی ہے۔ مسئلہ یہ درپیش ہے کہ اس بیٹی کی شادی کے بھی کئی سال ہوچکے ہیں اور اب بڑھاپے کی وجہ سے اس عورت اور اس کے خاوند کو ایک دوسرے کے تعاون کی ضرورت ہے، عورت کو مختلف گھریلو حاجات اور بچوں کی کفالت کے سلسلے میں اس شوہر کی مدد کی ضرورت ہے، شوہر بھی مختلف بیماریوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے تعاون کا محتاج ہے۔ براہ کرام ان کی زندگی بچانے کے لیے کوئی راہ نکال کر ممنون فرمائیں۔

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰه التوفیق:

شوہر کی مذکورہ ناشائستہ حرکت کی وجہ سے اس پر اس کی بیوی حرام ہوچکی ہے، لہٰذا اس کے لیے اپنی اس بیوی سے استمتاع (جنسی تعلقات) حرام ہے، لیکن ان کا نکاح اس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک وہ باقاعدہ طلاق وغیرہ کے الفاظ کہہ کر بیوی کو نہ چھوڑے، جب تک شوہر جدائی کے الفاظ استعمال نہیں کرتا، اس وقت تک اس عورت کے لیے دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں۔

اگر ہم بستری یا اس طرح کسی اور ناجائز کام میں مبتلا ہونے کا تھوڑا سا بھی اندیشہ ہو تو ان کے لیے یکجا ایک ہی مکان میں رہنا جائز نہیں، لیکن اگر اس قسم کے کسی خطرے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر بڑھاپے، بیماری یا بچوں کے ضائع ہونے

جیسے اعذار کے پیشِ نظر صرف ایک دوسرے کی خدمت کے لیے اکٹھے رہنے کی گنجائش ہے، تاہم میاں بیوی کی طرح معاملہ رکھنا قطعاً جائز نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وفي المجتبى ...... لهما أن يسكنا بعدالثلاث في بيت واحد إذالم يلتقيا التقاء الأزواج، ولم يكن فيه خوف فتنة، وسئل شيخ الإسلام عن زوجين افترقا، ولكل منهما ستون سنة، وبينهماأولاد تتعذر عليهما مفارقتهم، فيسكنان في بيتهم، ولايجتمعان في فراش، ولايلتقيان التقاء الأزواج، هل لهما ذلك؟قال نعم. ......قال العلامة ابن عابدينؒ :قوله:(وسئل شيخ الإسلام) ...... وكأنه أراد بنقل هذاتخصيص مانقله عن المجتبى بماإذاكانت السكنى معها لحاجة؛ كوجود أولاد يخشى ضياعهم لو سكنوامعه، أومعها، أوكونهما كبيرين لايجد هو من يعوله، ولاهي من يشتري لها، أونحوذلك.(١)

ترجمہ:

مجتبیٰ میں ہے کہ میاں بیوی طلاقِ ثلاثہ کے بعد ایک ہی گھر میں رہ سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ میاں بیوی کی طرح نہ ملتے رہیں اور نہ ہی اکٹھے رہنے میں کسی گناہ میں واقع ہونے کا خوف ہو۔اور شیخ الاسلام سے ایسے میاں بیوی کے بارے میں سوال کیا گیا جو جدائی اختیار کر چکے ہوں اور ان میں سے ہر ایک کی عمر ساٹھ سال ہو اور ان کی ایسی اولاد ہو کہ ان دونوں کے لیے ان سے جدا ہونا مشکل ہو، پس یہ دونوں اولاد کے گھر میں رہتے ہوں، لیکن ایک بستر پر اکٹھے نہ سوتے ہوں اور میاں بیوی جیسا معاملہ اور ملاپ نہ کرتے ہوں، کیا ان کے لیے اکٹھے رہنے کی گنجائش ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ''ہاں''۔علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں: ''گویا کہ مصنف شیخ الاسلام سے ہونے والے سوال وجواب کو ذکر کرکے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مجتبیٰ سے نقل کیا گیا مذکورہ بالا جزئیہ طلاق ثلاثہ کے بعد میاں بیوی کا ایک گھر میں رہنا اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ مرد کا اس عورت کے ساتھ رہنا کسی حاجت کی بنا پر ہو، مثلاً ان کی ایسی اولاد ہو، جن کے صرف والد یا والدہ کے ساتھ رہنے میں ان کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو یا یہ میاں بیوی بوڑھے ہوں اور مرد اپنی تیمارداری اور عورت (اشیائے ضروریہ کی) خریداری کے لیے کسی کو نہ پاتی ہو یا اسی طرح کوئی اور حاجت ہو۔''

❁❁❁

(١)رد المحتار على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد: ٥/٢٢٧، ٢٢٨

چھوتے وقت عورت کو شہوت کا علم نہ ہونے کی صورت میں حرمتِ مصاہرت کا حکم

سوال نمبر(166):

میں اپنی ایک غیر محرم رشتہ دار کے ساتھ ہاتھ ملاتا رہا ہوں، جب کہ ایک موقع پر ہم دونوں نے قریبی سیٹوں پر اکٹھے سفر بھی کیا ہے، ان مواقع پر میری طرف سے تو شہوت موجود نہیں تھی، لیکن عورت کی جانب سے شہوت کا مجھے علم نہیں ہے، کیا میرے لیے اس عورت کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے؟ کیا اس سے اس بارے میں دریافت کرنے کی ضرورت ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر عورت کو بلا حائل یا صرف کسی باریک حائل کے ہوتے ہوئے چھوتے وقت کسی بھی جانب سے شہوت موجود نہ ہو تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، اگر آپ کو اپنے بارے میں تو یقین ہے کہ آپ کی جانب سے شہوت موجود نہیں تھی، لیکن عورت کے بارے میں علم نہیں تو ایسی صورت میں اگر آپ کو قرائن سے یہ غالب گمان ہو کہ عورت کو بھی اس وقت شہوت نہیں تھی تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہوگی اور اس صورت میں عورت سے دریافت کرنے کی بھی ضرورت نہیں، ہاں اگر عورت میں اس وقت شہوت ہونے کا گمان ہو تو پھر اس سے تحقیق کر لی جائے، اگر وہ شہوت کے موجود ہونے کا اقرار کرے اور آپ کو اس کے سچے ہونے کا غالب گمان ہو جائے تو حرمت ثابت ہوگی، لیکن اگر وہ شہوت کی موجودگی کا انکار کرے یا اقرار کرے، لیکن آپ کو اس کی صداقت کا غالب گمان نہ ہو تو پھر آپ کے لیے اس کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

قال في الفتح: وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها، ويقع في أكبر رأيه صدقها.(۱)

ترجمہ: فتح القدیر میں مصنفؒ نے فرمایا ہے کہ: ''عورت کے چھونے سے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کی شرط یہ ہے کہ مرد اس کی تصدیق کرے اور عورت کی صداقت کا اس کو غالب گمان ہو۔''

❁❁❁❁❁

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات : ۱۰۸/۴

باب الأولياء

(مباحث ابتدائیه)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

نکاح جیسے نازک اور دائمی فیصلے کے استحکام کے لیے شریعت مطہرہ نے ہر وہ امر مشروع قرار دیا ہے جس سے وقتی فوائد حاصل ہونے کی بجائے دائمی اور دیرپا مصالح کے لیے راستہ ہموار ہو سکے اور زوجین کے مابین قائم ہونے والے اس نازک رشتے کو مزید تقویت مل سکے، تاکہ اس کے نتیجے میں ایک مہذب اور شائستہ خاندان بن سکے اور معاشرے کو ایک سدھری ہوئی نسل میسر ہو جائے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے شریعتِ مطہرہ نے نکاح کے انعقاد میں اولیا (قریبی رشتہ داروں) کو بھی بعض حالات میں فیصلے کا حق دیا ہے۔ چونکہ نابالغ لڑکا یا لڑکی معاشرہ میں خاندانی سرخ روئی کے احساس اور نکاح پر اثر انداز ہونے والے اثرات سے آگاہ نہیں ہوتے، اس لیے اولیا ان حالات میں اپنے صواب دیدی اختیار کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کی اجازت کے بغیر مناسب جگہ نکاح کرا سکتے ہیں جو لڑکے اور لڑکی کے لیے روشن مستقبل کا سبب ہونے کے ساتھ ساتھ خاندانی وقار کا ذریعہ بھی ہو۔ ان اصول کی روشنی میں ان کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ عاقلہ بالغہ لڑکی کے کرائے گئے اس نکاح پر اعتراض کر سکیں جو مختلف اعتبارات سے خاندانی کفو اور برابری کے خلاف منعقد کرایا گیا ہو۔

ولایت کی لغوی تعریف:

ولایت کے اصل معنی محبت، نصرت اور مدد کے آتے ہیں۔ اسی سے ولی ہے جو محبت کرنے والے، دوست اور مددگار کو کہتے ہیں۔ عرف میں ولی کسی عارف باللہ اور بزرگ کو بھی کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف:

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"هو البالغ العاقل الوارث ولو فاسقا على المذهب مالم يكن متهتكا".(۱)

عاقل، بالغ وارث کو ولی کہتے ہیں، چاہے وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو، بشرطیکہ فسق و فجور میں مبتلا ہونے

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۱۵۳/٤، ۱٥٤

کی وجہ سے) اپنی ہتکِ عزت سے بے پرواہ نہ ہو۔ (جس کو سیئ الاختیار کہا جاتا ہے جو اپنے اختیارات کا بے جا اور غلط استعمال کرتا ہے)۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں کہ: ''ولایت سے مراد اس باب میں ولایت بالنفس والمال دونوں ہیں۔ صرف ولایت بالمال یہاں مراد نہیں۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ: مذکورہ تعریف میں وارث کے لفظ کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعریف صرف اس ولایت کی ہے جو قرابت کی وجہ سے ہو اور اس ولایت سے بھی صرف ولایتِ اجبار مراد ہے، نہ کہ ولایتِ ندب واستحباب''۔(۱)

ثبوتِ ولایت کے اسباب:

ولایت بنیادی طور پر چار وجوہ سے حاصل ہوتی ہے: قرابت، ملکیت، وِلا اور امامت۔(۲)

ولایتِ قرابت پر آگے مستقل بحث ہوگی۔ ملکیت سے مراد یہ ہے کہ آقا کو اپنے غلام اور باندی پر ولایت حاصل ہوتی ہے۔ ولا سے مراد ولاے عتاقہ اور ولاے موالات ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی غلام یا باندی کو آزاد کرے یا کسی سے بذریعہ عقدِ موالاۃ ولایت کا رشتہ جوڑے تو بعض تفصیلات کے ساتھ بعض اوقات یہ بھی ولایت کا سبب بن جاتا ہے۔

امامت سے مراد مسلمانوں کی امامتِ عامۃ ہے، یعنی امیر کو تمام مسلمانوں پر ولایتِ عامہ حاصل ہوتی ہے، تاہم فقہاے کرام کے ہاں ولایتِ خاصہ ولایتِ عامہ سے زیادہ قوی ہوتی ہے:

''الولاية الخاصة أقوىٰ من الولاية العامة''.(۳)

بابِ نکاح میں ولایت کی قسمیں:

حنفیہ کے ہاں نکاح میں ولایت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ولایتِ ندب واستحباب۔

(۲) ولایتِ اجبار۔

---

(۱) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ٤/١٥٣، ١٥٤

(۲) ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ٤/١٥٣، ١٥٤

(۳) شرح المجلة لسليم رستم باز، مادة (٥٩): ص ٤٣، منتخب أز قاموس الفقه، مادة ولايت: ٥/٣١٧

ولایت ندب واستحباب:

ولایتِ ندب واستحباب سے مراد ایسی ولایت ہے جو اولیا کو عاقلہ، بالغہ لڑکی پر حاصل ہوتی ہے، چاہے وہ باکرہ ہو یا ثیبہ، یعنی اولیا کے لیے عاقلہ، بالغہ لڑکی سے اجازت لیے بغیر اس کا نکاح کرانے کا حق نہیں، البتہ اگر لڑکی استحباب پر عمل کرتے ہوئے خود اجازت دے تو اولیا اس کا نکاح کرا سکتے ہیں۔ (اجازت لینے میں باکرہ اور ثیبہ کا فرق جاننے کے لیے ملاحظہ ہو کتاب النکاح)

عاقلہ، بالغہ لڑکی حنفیہ کے ہاں ولی کی اجازت کے بغیر بھی اپنا نکاح کر سکتی ہے، تاہم حنفیہ کے ہاں اس نکاح کے انعقاد میں مفتی بہ قول یہ ہے کہ اگر عاقلہ، بالغہ اپنا نکاح کفؤ میں کرلے تو یہ نکاح منعقد ہوگا اور اولیا کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ اگرچہ ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی کا یہ فعل استحباب کے خلاف شمار ہوگا، اس لیے کہ ایسی صورت میں بھی مستحب یہ ہے کہ وہ ولی کو اپنے نکاح کا حق سپرد کردے۔

اور اگر لڑکی نے اپنا نکاح غیر کفؤ میں کرلیا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا، تاہم یہ تب ہوگا، جب غیر کفو میں نکاح کرتے وقت اس کے اولیا زندہ ہوں اور وہ اعتراض کرلیں۔ اگر کوئی ولی ہی نہ ہو یا ہو، لیکن اعتراض نہ کرے اور لڑکی خود غیر کفو میں نکاح پر راضی ہو تو نکاح درست ہوگا۔ علامہ ابن ہمامؒ نے عدالتوں کی بگڑی ہوئی صورتِ حال، قاضیوں کی غیر یقینی حالات، فسادِ زمان اور اولیا کو لاحق ہونے والے ضرر کو دیکھ کر اس قول کو پسند فرمایا ہے۔ یہی رائے علامہ حصکفیؒ اور علامہ شامیؒ کی بھی ہے۔ اگرچہ ان حضرات سے یہ قول بھی مروی ہے کہ نکاح منعقد ہوگا، لیکن اولیا کو اعتراض کا حق ہوگا، تاہم ان سب نے ترجیح نکاح کے عدمِ انعقاد کو دی ہے۔ (۱)

اس کے برعکس علامہ کاسانیؒ نے عاقلہ، بالغہ کے نکاح میں کفو اور عدمِ کفو کو برابر قرار دیا ہے، البتہ اولیا کو اعتراض کا حق ان کے ہاں بھی موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفائت علامہ کاسانیؒ کے ہاں نکاح کے انعقاد کے لیے شرط نہیں، لزوم کے لیے شرط ہے۔ (۲)

"باب الولی" کے برعکس باب الکفاءۃ میں علامہ حصکفیؒ سے بھی لزوم کا شرط ہونا دو جگہوں میں ثابت ہے،

---

(۱) الهداية مع فتح القدير، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۱۵۷-۱۶۰، الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۴/۱۵۴-۱۵۷

(۲) بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرائط اللزوم في النكاح، ومنها الكفاءة: ۳/۵۷۳، وفصل في ولاية الندب: ۳/۳۶۹

تاہم دونوں عبارتوں کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامیؒ نے وہی اختلاف ذکر کیا ہے اور آخر میں ترجیح اس کو دی ہے کہ کفائت نکاح کی صحت کے لیے شرط ہے، نہ کہ لزوم کے لیے اور اسی کو احوط، یعنی زیادہ احتیاط پر مبنی قرار دیا ہے۔(۱)

موجودہ دور میں عدالتوں اور حکومت کی طرف سے اس قسم کے نکاحوں کو''Court Marrige'' کے نام سے جو تحفظ حاصل ہے اور غیر ملکی ادارے اور NGO's حقوقِ نسواں کی آڑ میں جس جنسی بغاوت کی طرف پیش قدمی کررہے ہیں، اس کو دیکھتے ہوئے اس قول پر عمل کرنا کہ'' نکاح منعقد ہے، البتہ اولیا کو اعتراض کا حق حاصل ہے'' موجودہ حالات کے تقاضوں کے موافق نہیں، کیوں کہ بعض حالات میں عدالتیں اس سے غلط فائدہ اٹھاتی ہیں۔ چنانچہ جو عدالتیں اور حکومتیں غیر شرعی اقدامات کو''Court Marrige'' کا لباس چڑھا کر اس کو تحفظ فراہم کررہی ہیں، وہی عدالتیں مظلوم اولیا کے خاندانی وقار کو بچانے کے لیے اسی کورٹ میریج کو محض ''حقِ اعتراض'' سے کس طرح فسخ کرسکتی ہیں، لہٰذا علامہ ابن ہمامؒ، علامہ حصکفیؒ اور علامہ ابن عابدین شامیؒ نے جس طرح اپنے دور میں فسادِ زمانہ اور عدالتوں کی بگڑی ہوئی صورتِ حال کی وجہ سے غیرِ کفو میں عاقلہ، بالغہ کے کرائے گئے نکاح کی عدم صحت پر فتویٰ دیا ہے۔ وہی قول موجودہ وقت میں فتویٰ دینے کے لیے زیادہ موزوں اور مناسب ہے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی اس پر فتویٰ دیا ہے کہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں۔(۲)

ولایتِ اجبار:

نابالغ لڑکے اور لڑکی پر حاصل ہونے والی ولایت کو ولایتِ اجبار کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اولیا ان سے اجازت لیے بغیر ان کا نکاح کراسکتے ہیں، چاہے نابالغ لڑکا اور لڑکی باکرہ (کنواری) ہو یا ثیبہ (شوہر دیدہ) اسی حکم میں فاتر العقل (معتوہ) اور غلام بھی شامل ہیں، اگرچہ وہ بالغ ہوں۔(۳)

ولایتِ اجبار کے حصول میں بنیادی اختلاف:

حنفیہ کے نزدیک بالغ ہونے سے پہلے لڑکی پر ان تمام اولیا کو ولایتِ اجبار حاصل ہے جو اس وقت اس کے

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ: ۴/۲۰۶-۲۰۹

(۲) الحیلۃ الناجزۃ، خیار کفاءت، پہلی صورت: ص ۹۸

(۳) الهداية مع فتح القدير، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۱۵۷، الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۴/۱۵۴، ۱۵۵

عصبہ ہوں۔ اس اصول کے مطابق یہ اولیا بیٹے بھی ہو سکتے ہیں، باپ دادا بھی اور ان کے علاوہ رشتہ دار بھی، جب کہ امام مالکؒ کے ہاں یہ حق صرف باپ کو ہے۔ امام شافعیؒ کے ہاں باپ اور دادا دونوں اس حق میں شریک ہیں۔ ان حضرات کا موقف یہ ہے کہ جو شفقت باپ دادا میں ہو سکتی ہے، دوسرے رشتہ داروں میں اس کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس کے برعکس حنفیہ کا خیال ہے کہ حسبِ مراتب و درجات تمام ہی رشتہ داروں میں یہ شفقت پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک بنیادی ضرورت یہ بھی ہے کہ بعض دفعہ نابالغی میں ایسا موزوں اور مناسب رشتہ ہاتھ آ جاتا ہے کہ ان کو کھو دینا بچوں کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ کفو کے مطابق مناسب رشتوں کا ملنا ہر وقت ممکن نہیں ہوتا، اس لیے دوسرے اولیا کے لیے بھی ایسے نابالغ بچوں کے نکاح کرانے کی گنجائش رہنی چاہیے۔(۱)

ولایتِ اجبار کی قسمیں: ولایت ملزمہ اور غیر ملزمہ:

ولایت کو تمام عصبہ رشتہ داروں میں عام کرنے سے جن نقصانات کا خطرہ تھا، حنفیہ نے ان کی تلافی کے لیے ولایتِ اجبار کو دو قسموں میں تقسیم کر دیا:

(۱) ولایتِ ملزمہ۔

(۲) ولایتِ غیر ملزمہ۔

(۱) ولایتِ ملزمہ:

باپ اور دادا کا کرایا ہوا نکاح بالغ ہونے کے بعد لازم ہوتا ہے، اگرچہ مہر کی کمی یا عدمِ کفائت کا نقصان بھی اس میں پایا جائے، اس لیے کہ باپ اور دادا کے کرائے ہوئے نکاح میں شفقت اور مصالح کی رعایت یقینی ہوتی ہے۔

(۲) ولایت غیر ملزمہ:

باپ اور دادا کے علاوہ دوسرے اقربا کے کرائے ہوئے نکاح میں شریعت نے ان بچے بچیوں کو بالغ ہونے کے بعد اختیار دیا ہے، وہ چاہیں تو اس نکاح کو رد کر سکتے ہیں۔ اسی کو اصطلاحِ فقہ میں خیارِ بلوغ کہتے ہیں۔(۲)

باپ دادا کے علاوہ اولیا کا غیر کفو میں یا غبنِ فاحش کے ساتھ نکاح کرانا:

خیارِ بلوغ کا یہ حکم تو تب ہے جب باپ دادا کے علاوہ اولیا نابالغ بچی کا نکاح غبنِ فاحش کے بغیر کفو میں

(۱) الهداية مع فتح القدير، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/ ۱۷۲، ۱۷۳

(۲) الهداية مع فتح القدير، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/ ۱۷۳، ۱۷٤

کرلیں اگر نکاح غبن فاحش (عدمِ مہر یا تنقیصِ مہر) کے ساتھ ہوا ہو یا غیر کفو میں ہو تو یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔(۱)

ولایتِ ملزمہ کی شرائط:

باپ دادا کو بابِ نکاح میں جو ولایتِ ملزمہ حاصل ہوتی ہے، اس کے لیے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ اگر ان شرائط میں سے کوئی بھی نہ ہو تو یہ ولایت دیگر اولیا کی ولایت کی طرح غیر ملزمہ ہوگی اور بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

۱-باپ، دادا اپنی ہتکِ عزت سے بے پرواہ نہ ہوں، یعنی فسق و فجور کی وجہ سے اس درجے تک نہ پہنچے ہوں کہ اب ان کو اپنی عزت کا بھی خیال نہ ہو۔(۲)

۲-باپ یا دادا معاشرے میں سوءِ اختیار کے ساتھ معروف و مشہور نہ ہو۔ معروف بسوء الاختیار کا مطلب یہ نہیں کہ اس نے پہلے ایک لڑکی کا نکاح قصداً اس کی مصالح کے خلاف غلط جگہ میں کرایا ہو، بلکہ اگر اس کی بے ہودگی، بے پرواہی، بے وقوفی، حرص، طمع، لالچ اور خودغرضی معاشرے میں معروف و مشہور ہو اور بیٹی کے حق میں اس کا ترکِ شفقت اور مسامحت یقینی ہو تو اس کا کیا ہوا نکاح بھی لازم نہ ہوگا، بلکہ دوسرے اولیا کی ولایت کی طرح یہاں بھی لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد عدالت کے ذریعے فسخِ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔(۳)

۳-باپ یا دادا نشے کی حالت میں نہ ہو، اگر نشے کی حالت میں کسی فاسق، شریر، فقیر اور حقیر پیشہ شخص کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا تو اس صورت میں بھی لڑکی کو خیارِ بلوغ کا حق حاصل ہوگا۔(۴)

ولایت میں کون مقدم ہے؟

اس بارے میں اصولی طور پر دو باتوں کی رعایت ضروری ہے:

(۱) عصبہ رشتہ دار ذوی الارحام پر مقدم ہوں گے۔

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ١٧٣/٤، ١٧٤

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ١٥٣/٤، ١٥٤

(۳) فتاوىٰ خيرية علىٰ هامش تنقيح الحامدية، كتاب النكاح ومطالبه، باب الأولياء والأكفاء ومطالبه: ٤٠/١، ٤١، جواهر الفقه، بعنوان: نابالغه كے نكاح ميں سوء اختيار: ٣٠٩/٤ـ٣١٦

(٤) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ١٧٢/٤، ١٧٣

(۲) اگر کئی عصبہ یا ذوی الارحام موجود ہوں تو جس کو قرابت کے اعتبار سے زیادہ قرب حاصل ہوگا، وہی مقدم ہوگا۔(۱)

مذکورہ اصول کی روشنی میں ولایت کی ترتیب اس طرح ہوگی:

(۱) بیٹا (۲) پوتا اور اس کی اولاد کا سلسلہ (۳) باپ (۴) دادا (۵) سگا بھائی (۶) باپ شریک بھائی (۷) سگے بھائی کا بیٹا (۸) باپ شریک بھائی کا بیٹا (۹) سگا چچا (۱۰) علاتی چچا (۱۱) سگے چچا کا بیٹا (۱۲) علاتی چچا کا بیٹا (۱۳) باپ کا حقیقی چچا (۱۴) باپ کے حقیقی چچا کا بیٹا (۱۵) باپ کا علاتی چچا (۱۶) باپ کے علاتی چچا کا بیٹا (۱۷) دادا کا حقیقی چچا (۱۸) دادا کا علاتی چچا (۱۹) مولی العتاقہ، چاہے مذکر ہو یا مؤنث (۲۰) مولی العتاقہ کے مذکورہ عصبات۔

اس کے بعد ذوی الارحام کا سلسلہ شروع ہوگا جس کی تفصیل درج ذیل یہ ہے:

(۱) ماں (۲) بیٹی (۳) پوتی (۴) نواسی (۵) پوتے کی بیٹی (۶) نواسے کی بیٹی (۷) نانا، پھر سگی بہن، پھر علاتی بہن، پھر ماں شریک بہن، پھر بہنوں کی اولاد مذکورہ ترتیب سے، پھر پھوپھیاں، پھر ماموں، پھر خالائیں، پھر چچازاد بہنیں، پھر پھوپھی زاد بہن، اس کے بعد مولی الموالاۃ، پھر سلطان، پھر قاضی اور اس کے بعد قاضی کا مقرر کردہ وصی ولی ہوگا۔

البتہ باپ نے جس کو وصی مقرر کیا ہو، اُسے ولایتِ نکاح حاصل نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر نابالغ بچہ یا بچی کسی تیسرے شخص کے زیرِ پرورش ہو تو پرورش کی وجہ سے اسے ولایتِ نکاح حاصل نہیں ہوگی۔(۲)

اگر قریبی ولی موجود نہ ہو؟

قریب ترین ولی کی موجودگی میں نسبتاً دور کا ولی نکاح نہیں کرا سکتا۔ اگر وہ کرادے تو قریبی ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر دو ہم جنس ولی ہوں، جیسے دو بھائی یا دو چچا تو ان میں سے کوئی بھی نکاح کردے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، دوسرا ولی اس نکاح کو قبول کرے یا نہ کرے۔ اگر دونوں ہی دو الگ اشخاص سے نکاح کر دیں تو جو نکاح پہلے کیا گیا ہو، وہی نکاح منعقد ہوگا اور اگر دونوں بیک وقت ہوں یا پہلے اور دوسرے کی تعیین نہ ہو سکے تو دونوں نکاح باطل ہوں گے۔(۳)

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في شرط التقدم: ۳/۳۷۶، ۳۷۸

(۲) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولیاء: ۱/۲۸۳-۲۸۵

(۳) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولیاء: ۱/۲۸۳، ۲۸٤

البتہ اگر قریب تر ولی موجود نہ ہو اور اس سے مشورہ کا انتظار کیا جائے تو مناسب رشتہ ہاتھ سے نکلنے کا خطرہ ہو تو اس کے بعد جو قریبی ولی ہو، اس کو ولایت حاصل ہو جائے گی، لہٰذا اگر وہ نکاح کر دے تو قریبی ولی کے آنے کے بعد اس کو نکاح رد کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ یہی قول صحیح ہے۔(۱)

ولایت ختم ہونے کی صورتیں:

درج ذیل اسباب کی وجہ سے ولایت ختم ہو جاتی ہے:

(۱) ولی دیوانہ ہو جائے اور اس کی دیوانگی دائمی ہو۔

(۲) ولی مرتد ہو جائے۔

(۳) بچہ یا بچی بالغ ہو جائیں اور وہ دیوانے یا فاتر العقل نہ ہوں تو ولایتِ اجبار ختم ہو جائے گی۔

(۴) ولی لاپتہ ہو جائے تو بعد کے درجے والے ولی کو نکاح کرانے کی ولایت حاصل ہوگی۔

(۵) ابن سماعہؒ کے قول کے مطابق خیار بلوغ کا اعتبار اس وقت ہوگا جب یہ عورت شوہر کو بالغ ہونے کے بعد اپنے پر قدرت نہ دے، اگر اس کو قدرت دے دی تو اس سے خیارِ بلوغ ختم ہو جائے گا۔

(۶) اگر خیار بلوغ کے بعد بیوی اور شوہر کے مابین اختلاف پیدا ہو جائے، شوہر بیوی سے کہے کہ: ''تم نے بلوغ کے بعد خاموشی اختیار کی تھی'' (یعنی تم اس وقت راضی تھی) اور بیوی انکار کرے تو شوہر کی بات کا اعتبار ہوگا۔

(۷) خیار بلوغ کے بعد جو جدائی واقع ہو جائے، اگر یہ بیوی کی طرف سے ہوئی ہو تو یہ فسخِ نکاح کے حکم میں ہوگی اور شوہر کی طرف سے واقع ہوئی ہو تو یہ طلاق کے حکم میں ہوگی۔

(۸) خیار بلوغ کے بعد جو جدائی واقع ہو جائے اگر یہ دخول سے پہلے ہو تو مہر لازم نہ ہوگا اور اگر دخول کے بعد جدائی واقع ہوئی ہو تو اس صورت میں پورا مہر لازم ہوگا۔(۲)

❁❁❁❁❁

(۱) الھدایۃ مع فتح القدیر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱۸۳/۳، ۱۸۵، الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولیاء: ۲۸۵/۱

(۲) الفتاوی الھندیۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولیاء: ۲۸۴/۱۔۲۸۶

باب الأولیاء

(نکاح میں اولیا کی حیثیت اور اختیار کے متعلق مسائل)

والد کے کرائے ہوئے نکاح سے بالغ بیٹی کا انکار

سوال نمبر (167):

اگر کوئی شخص اپنی عاقلہ بالغہ بیٹی کا نکاح اپنے بھانجے سے کرادے اور جوں ہی اپنی بیٹی کو بتلادے، وہ غصہ ہو کر اس نکاح سے انکار کردے تو ایسے نکاح کی صحت وانعقاد کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے عاقلہ بالغہ لڑکی کے نکاح میں اس کی رضامندی ضروری ہے۔ اولیا کو زبردستی اس کے نکاح کرانے کا حق حاصل نہیں، اگر اولیا نے اس کی رضامندی معلوم کیے بغیر نکاح کرالیا تو یہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، چنانچہ اسے معلوم ہونے پر اگر وہ رضامندی ظاہر کرلے تو نکاح منعقد ہوگا اور اگر اس نے اس نکاح کو رد کرلیا تو یہ نکاح باطل سمجھا جائے گا۔

صورتِ مسئولہ میں اگر بالغہ لڑکی کا نکاح اس کے والد نے اس کی رضامندی کے بغیر کرایا ہو اور لڑکی کو معلوم ہونے پر اس نے نکاح رد کردیا ہو تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا، چنانچہ یہ لڑکی اب بھی بغیر نکاح کے ہے، وہ کہیں اور نکاح کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

لا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب، أو سلطان بغیر إذنها بکرا کانت أو ثیبة، فإن فعل ذلک، فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردّته بطل.(۱)

ترجمہ: بالغہ صحیح العقل عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر والد اور حاکم میں سے کسی کے لیے جائز نہیں، چاہے عورت باکرہ ہو یا ثیبہ۔ اگر کسی نے کرایا تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر اجازت دے دی تو ٹھیک ہے، ورنہ نکاح باطل رہے گا۔

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولیاء: ۱/۲۸۷

بیٹے کی موجودگی میں باپ کا حقِ ولایت

سوال نمبر(168):

کوئی عورت طلاق یافتہ ہواور اس کا بیٹا بھی ہوتو اس عورت کا قریب ترین ولی کون ہوگا، جب کہ والد اور بیٹا اس عورت کے نکاح کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں،عورت بیٹے کی مرضی پر راضی ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

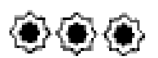
اس میں کوئی شک نہیں کہ شرعی لحاظ سے جب عورت غیر شادی شدہ ہو یا باوجود شادی کے اس کی نرینہ اولاد نہ ہوتو باپ سے زیادہ قریب اس کا کوئی ولی نہیں،لیکن بیٹے کی موجودگی میں باپ کی ولایت البعد شمار ہوتی ہے، بیٹا ہی قریب ترین ولی ہےاوراس کی رائے کا اعتبار ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

وأقرب الأولياء إلى المرأة الابن ثم ابن الابن وإن سفل، ثم الأب ثم الجد أبو الأب، وإن علا.(١)

ترجمہ:

عورت کا قریب ترین ولی اس کا بیٹا ہے،اس کے بعد پوتا،اگرچہ نچلے درجے کا ہو،اس کے بعد باپ، پھر دادا اگرچہ اوپر کے درجے کا ہو۔



بھائی کی ولایت پر والد کا اعتراض کرنا

سوال نمبر(169):

زید نے اپنی بیٹی کی منگنی کی بات رشتہ داروں کے ساتھ طے کردی،لیکن عین موقع پر وہ بذاتِ خود موجود نہیں

(١)الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ٢٨٣/١

تھا۔رشتہ داروں نے ان کی عدم موجودگی پر ناگواری کا اظہار کیا تو زید کے بڑے بیٹے اور لڑکی کی والدہ نے اپنے آپ کو زید کا وکیل ظاہر کرکے نکاح پڑھادیا، تاکہ رشتہ نہ بگڑے، کچھ عرصہ بعد جب وہ لوگ رخصتی کی بات طے کرنے آئے تو زید نے اس نکاح سے عدمِ تعلق کا اظہار کیا کہ میں اس پر رضامند نہیں ہوں اور یہ سب کچھ میری مرضی کے بغیر ہوا ہے، چنانچہ ایسے نکاح کے انعقاد کے صحیح ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں شرعی مسئلہ واضح فرمادیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

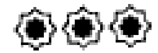
شرعی نقطہ نظر سے والد کو ولایتِ تامہ حاصل ہے۔نکاح پر اس کی رضامندی وناراضگی موثر رہتی ہے،اس کی موجودگی میں دوسرے دور کے ولی کا کرایا ہوا نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، تاہم رضامندی اور اجازت کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ زبانی طور پر کہہ دے، بلکہ اگر دور کے ولی (مثلاً بھائی) نے نکاح کرایا اور اس کے بعد ولی اقرب (مثلاً باپ) اس نکاح کے بارے میں دیگر امور سرانجام دے اور عملی طور پر کسی طرح اس پر رضامندی کا اظہار کرے تو نکاح نافذ رہے گا، لیکن اس کے بغیر غیر کفو میں یا مہرِ مثل سے کم پر پڑھایا گیا نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا اور اسے نکاح کی تنسیخ کا مکمل اختیار حاصل رہے گا جس کے لیے اُسے قاضی یا حاکمِ وقت کا سہارا لینا پڑے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته.

ترجمہ:

اگر قریب ولی کی موجودگی میں دور کے ولی نے (کسی کا) نکاح کروادیا تو وہ اس (ولی اقرب) کی اجازت پر موقوف رہے گا۔(۱)



(۱) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولي:٤/١٩٩

والد کے طے کیے ہوئے رشتے سے انکار

سوال نمبر(170):

زیداور عمر بھائی ہیں۔ ہرایک نے اپنے بیٹیوں کا رشتہ دوسرے کے بیٹوں کے ساتھ طے کیا۔اس وقت بیٹیاں نابالغ تھیں،عمر کی بیٹی جب بالغ ہوئی تو اس نے اس رشتہ کا انکار کیا،لیکن زیدا سے چھوڑنے کو تیار نہیں، بالفرض اگر عمر کی بیٹی بیاہ نہ ہوئی تو زید کی بیٹی کے نکاح کا بھی مسئلہ پیدا ہوسکتا ہے۔شرعی لحاظ سے مسئلہ واضح کردیجیے۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطہ نگاہ سے اگر والد نابالغ بیٹی کا نکاح کرائے تو بیٹی بالغ ہوکر بھی اس نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں رکھتی، جب کہ یہ بات یقینی ہو کہ گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرلیا گیا ہے،البتہ اگر صرف وعدۂ نکاح کیا گیا ہو اور باقاعدہ نکاح کا اہتمام نہیں کیا گیا ہوتو اس صورت میں چونکہ نکاح منعقد نہیں ہوا،اس لیے عمر کی بیٹی کا انکار نکاح سے وعدہ خلافی کہلائے گا۔

صورتِ مسئولہ میں اگر نکاح منعقد کیا گیا ہو تو لڑکی کو فسخ کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں اور اگر وعدہ کیا گیا ہو تو پھر وعدہ نبھانے کی رو سے نکاح کرلیا جائے اور فتنہ وفساد کا باعث بننے کی بجائے والد کے فیصلے کی لاج رکھی جائے۔ تاہم اگر لڑکی نکاح پر بالکل راضی نہ ہوتو پھر اگر چہ وعدہ خلافی کا مؤاخذہ ہوگا،لیکن لڑکی پر زبردستی نہیں کرنی چاہیے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

فإن زوجهما الأب والجد، فلا خيار لهما بعد بلوغهما.(۱)

ترجمہ: اگران (نابالغ بیٹا، بیٹی) کا نکاح باپ یادادا کرادے تو انہیں بلوغ کے بعد فسخ نکاح کا کوئی اختیار نہیں۔

وأما ركن النكاح فهو:الإيجاب والقبول، وذلك بألفاظ مخصوصة، أومايقوم مقام اللفظ.(۲)

ترجمہ: نکاح کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور یہ مخصوص الفاظ کے ساتھ (ادا ہوتے ہیں) یا (ان الفاظ سے) جوان کے قائم مقام ہوں۔

(۱)الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء:۱/۲۸۵

(۲)بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في ركن النكاح:۳/۳۱۷

والدین کی موجودگی میں ماموں کا نکاح کروانا

سوال نمبر(171):

والد اور بھائیوں کی موجودگی میں ماموں ایک لڑکی کی شادی کروانے میں دلچسپی لے رہا ہے، وہ ایسی جگہ رشتہ طے کروانا چاہتا ہے، جہاں والد اور بھائیوں کی رضامندی نہیں۔ اگر ماموں لڑکی کے والدین کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرادے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شریعت نے نابالغ لڑکی کے نکاح کا حق اس کے والد اور دادا کو اس طور پر سونپا ہے کہ لڑکی بلوغ کے بعد بھی اس میں تصرف کا حق نہیں رکھ سکتی، جب کہ ان کے علاوہ دیگر اولیا کا کرایا ہوا نکاح بلوغ کے بعد لڑکی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، تاہم اگر لڑکی بالغ ہو اور اس کا نکاح کرایا جائے تو باپ کو سب اولیا سے بڑھ کر نکاح کا حق حاصل رہے گا، لیکن اس میں بھی لڑکی کی اجازت ضروری ہے، والد کی موجودگی میں کسی بھی ولی کا کرایا ہوا نکاح والد کی اجازت پر موقوف رہے گا، بالخصوص جب نکاح غیر کفو یا مہر مثل سے کم مہر پر کرایا گیا ہو، اگر بالفرض ایسی کوئی صورت ہو تو والد کو بجا طور پر فسخِ نکاح کا دعویٰ قاضی یا مروجہ سرکاری عدالت میں دائر کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

وإن زوج الصغیرأو الصغیرة أبعد الأولیاء، فإن کان الأقرب حاضراً، وهو من أهل الولایة توقف نکاح الأبعد علی اجازته.(۱)

ترجمہ:

اور اگر چھوٹے بچے یا بچی کا نکاح اولیا میں بعید ولی نے کرایا تو اگر قریبی (ولی) موجود ہو اور وہ اہلِ ولایت میں سے ہو تو بعید کا نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔



---

(۱)الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولیاء:۱/۲۸۵

بالغ بیٹی کو نکاح پر مجبور کرنا

سوال نمبر(172):

ایک شخص کی بیٹی جو کہ بالغ اور باشعور ہے، اس کا والد اور خاندان والے اپنی مرضی سے ایک اچھے خاندان میں بیاہنا چاہتے ہیں، لیکن لڑکی بضد ہے اور اپنی مرضی سے رشتے کی تعیین کر رہی ہے، جو کہ نامناسب رشتہ ہے۔ ایسی صورت میں والدین اپنی مرضی سے اس کی شادی کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ بصورتِ دیگر لڑکی کی شادی نہ کرنے کا وبال والدین پر تو نہیں آئے گا۔

بینوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے لڑکی کے بلوغ کے بعد ضروری ہے کہ رشتہ طے کرتے وقت اس سے اجازت لی جائے، اگر وہ اجازت دے دے تو بہتر ہے، ورنہ بالغہ لڑکی کا اعتماد لیے بغیر والد، بھائی یا کسی بھی ولی کو جبر کرنے کا حق حاصل نہیں۔ جبر واکراہ کی بجائے ترغیب وحکمت سے لڑکی کو خاندان کی پسند کے موافق شادی پر آمادہ کرنا زیادہ مناسب ہے، اس لیے کہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہے، البتہ اگر لڑکی ایسی جگہ نکاح کر رہی ہو، جو کہ ان کے کفو میں نہیں تو اولیا کو مداخلت کرنے کا حق حاصل ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

لا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب، أو سلطان بغیر إذنها بکرا کانت أو ثیبا، فإن فعل ذلك، فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل.(۱)

ترجمہ: بالغہ، صحیح العقل عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر والد اور حاکم میں سے کسی کے لیے جائز نہیں، چاہے عورت باکرہ ہو یا ثیبہ۔ اگر کسی نے کرایا تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر اجازت دے دی تو ٹھیک ہے، ورنہ باطل ہے۔

(وإذا زوجت المرأة نفسها من غیر کفو، فللأولیاء أن یفرقوا بینهما)دفعاً للضرر العارعن أنفسهم. (۲)

---

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولیاء: ۱/۲۸۷

(۲) الهدایة، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولیاء: ۲/۳٤۱

ترجمہ:

اور جب عورت غیر کفو کے ساتھ نکاح کرلے تو اولیا کو یہ حق حاصل ہے کہ خود کو عار کے نقصان سے بچانے کے لیے دونوں کو جدا کرلیں۔

❁❁❁

مجنون ولی کی ولایت

سوال نمبر (173):

اگر والد دماغی حالت کے اعتبار سے بااعتماد نہ ہو، اکثر اوقات جنون طاری ہونے کی وجہ سے معاشرے میں اس کو پاگل سمجھا جاتا ہو۔ ایسے حالات میں بیٹی کی شادی کی ولایتِ اجبار والد کے حق میں برقرار سمجھی جائے گی یا یہ ولایت کسی اور رشتہ دار کو منتقل ہوگی؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے والد کو ولایت حاصل ہے، اس کے ہوتے ہوئے کسی کی ولایت معتبر نہیں ہوتی، البتہ جنون ایک شرعی عذر ہے جس کے ثبوت وتحقق کی صورت میں احکامات بھی ساقط ہوجاتے ہیں، لیکن اس امر کا یقینی ہونا ضروری ہے کہ کسی شخص کو واقعی جنون لاحق ہے، تاکہ احکامات میں فرق آسکے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر لڑکی کے باپ کی کیفیت وحالتِ جنون مسلسل ودائم ہو تو حقِ ولایت بالترتیب دادا اور بھائی کو پہنچے گا، ورنہ والد کی صحت کی حالت میں امور سرانجام دینا اس کی ذمہ داری ہے، جنونی کیفیت کا تسلسل ودوام ایک مہینہ تک ہو تو عذر سمجھا جائے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وإذاجن الولي جنوناً مطبقاً تزول ولايته، وإن كان يجن ويفيق لاتزول ولايته، وتنفذ تصرفاته في حالة الإفاقة كذا في الذخيرة .وقدرالإمام الإطباق في رواية بشهر، وبه يفتى .(١)

ترجمہ: اور جب ولی مطبق جنون کے ساتھ مجنون بن جائے تو اس کی ولایت زائل ہوجاتی ہے اور اگر مجنون بھی ہوتا

(١)الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء:١/ ٢٨٤

ہواور کبھی اسے افاقہ بھی ہوتا ہوتو اس کی ولایت زائل نہیں ہوگی اور اس کے تصرفات حالتِ افاقہ میں نافذ ہوں گے، ذخیرہ میں بھی اسی طرح ہے، اور ایک روایت میں امام اعظمؒ نے اطباق کی حد ایک مہینہ مقرر کی ہے۔ اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

۞۞۞

لڑکی کا والد کے کرائے ہوئے نکاح پر دوسرا نکاح کرنا

سوال نمبر(174):

ایک لڑکی کا نکاح اس کے والدین نے کرادیا۔ نکاح ہو جانے کے دو سال بعد لڑکی نے اس رشتے پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے اسے ٹھکرادیا اور اپنی مرضی سے کسی دوسرے لڑکے سے نکاح کیا۔ شرعی نقطہ نظر سے اس کا یہ فعل درست ہے؟

بینوا توجروا

الجواب و باللہ التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے جب تک کوئی لڑکی بالغ نہ ہو اور والد یا دادا اس کا نکاح کروادیں تو اس کی رضامندی و ناراضگی سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لڑکی کے بالغ ہو جانے کے بعد نکاح میں اس کی رضامندی ضروری ہے۔ بنابریں اگر لڑکی بالغہ ہو اور والد اس کا نکاح کرادے جس پر وہ سکوت اختیار کرلے تو اس کا سکوت دلالۃً رضامندی شمار ہوگی اور یہ نکاح اپنے حال پر برقرار اور نافذ رہے گا۔

صورتِ مسؤلہ میں لڑکی بالغہ ہو یا نہ ہو، چوں کہ اس کا نکاح والد نے کروایا ہے اور اس نکاح پر سکوت بھی اختیار کیا ہے، اس لیے اس کا سابقہ نکاح برقرار رہے گا، دوسرا نکاح کالعدم تصور ہوگا۔ لڑکی کو چاہیے کہ دوسرے شوہر سے فوراً قطع تعلق کرلے، کیوں کہ وہ شخص اس کے لیے اجنبی ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ولو زوجها فبلغها الخبر، فسكتت، فهو على ما ذكرنا. (١)

ترجمہ:

اور اگر اس کا نکاح والد نے کروایا اور اسے خبر پہنچ گئی جس پر وہ چپ ہوگئی تو یہ مذکورہ مسئلے کی طرح ہے۔

(١) الهداية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ٢/٣٣٧

بغیر پوچھے بالغ اولاد کا نکاح کرانا

سوال نمبر(175):

بعض پختون علاقوں میں نکاح پڑھاتے ہوئے دولہا کی اجازت نہیں لی جاتی، بلکہ والد بلا اجازت واطلاع حاضر ہوکر نکاح پڑھا دیتا ہے۔دُولہا کو اپنے نکاح کا بخوبی علم ہوتا ہے،شادی کی تقریبات سمیت سارے امور کی انجام دہی دیکھ رہا ہوتا ہے۔اسی طرح دولہن سے اجازت لینے میں بھی کوئی باقاعدگی نہیں ہوتی اور نہ ہی لزوم ہوتا ہے، جب کہ بسا اوقات دُولہن سسرال کے گھر لاکر اس کا نکاح پڑھا دیا جاتا ہے۔شرعی لحاظ سے اِس طور پر پڑھائے جانے والے نکاح کا حکم کیا ہے؟

بيّنوا توجروا

الجواب و بالله التوفيق :

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے ولی کے ہوتے ہوئے دولہا کو بعض اوقات اجازت دینے یا رضامندی کے اظہار کے لیے صریح الفاظ اور واضح اندازِ بیان کی ضرورت نہیں رہتی۔ان کا مثبت طرزِ عمل بھی دلالۃً اجازت ورضامندی کا کام دے کر نکاح صحیح ہو جاتا ہے، بالخصوص جن علاقوں میں منگنی (بغیر نکاح پڑھائے) ہو جائے اور رخصتی کی تاریخ اس کے کچھ عرصہ بعد مقرر کر کے تیاریاں کی جائیں، دولہن کو سُسرال کے گھر لایا جائے،اس سارے عمل کو دیکھ کر منفی ردِعمل کا اظہار نہ کرنا رضامندی ہوتی ہے،لہٰذا والد کا پڑھایا ہوا نکاح درست رہے گا،صرف ان کے منفی ردِعمل سے ہی رضا یا نکاح متاثر ہوسکتا ہے۔

والدّليل على ذلك :

(فإن استاذنها هو)أي الولي، وهو السنة (أو وكيله، أو رسوله، أو زوّجها) وليها، وأخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارة......(فهو إذن).(١)

ترجمہ:

پس اگر اس (باکرہ عورت) سے اس کا ولی پوچھے یا اس کا وکیل یا بھیجا ہوا شخص یا اس کا ولی اس کی شادی کرائے اور بھیجا گیا آدمی یا فضولی عادل شخص اس کو خبر دے اور وہ (باکرہ عورت) اس (نکاح) کو اپنے اختیار سے رد کرنے سے خاموش ہو جائے تو یہ اجازت کہلائے گی۔

(١)الدرالمختار على صدر ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة:٤/١٥٩-١٦١

قریب البلوغ لڑکے کا نکاح

سوال نمبر(176):

جس لڑکے کا بالغ ہونا یقینی نہ ہو، بلکہ وہ مراہق سمجھا جائے، ایسے لڑکے کے ایجاب وقبول کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب و باللّٰہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے بذاتِ خود ایجاب وقبول کر کے نکاح منعقد کرنے کے لیے جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، ان میں سے ایک شرط بلوغ بھی ہے، چنانچہ بلوغ کے یقینی نہ ہونے کی صورت میں اس شرط کا فقدان ہے جو کہ ایجاب و قبول کی صحت کو متاثر کرتا ہے۔

لہٰذا اگر کسی لڑکے کا بالغ ہونا یقینی نہ ہو تو اس سے براہِ راست ایجاب وقبول کروانے کی بجائے اس کے اولیا کے ذریعے نکاح کرایا جائے، کیوں کہ ایسا لڑکا نابالغ کے حکم میں شمار ہوگا اور نابالغ کے لیے اولیا کا کرایا ہوا نکاح صحیح رہتا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

و شرطه نوعان : عام في تنفيذ كل تصرف دائر بين النفع والضرر، و خاص، فالأول: الأهلية بالعقل والبلوغ......والثاني، أعني الشرط الخاص للإنعقاد : سماع اثنين بوصف خاص للإيجاب والقبول.(١)

ترجمہ: اس کے شرائط دو قسم کے ہیں: ایک عام شرط ہے جو کہ ہر ایسے تصرف کے نافذ کرنے کو شامل ہے جس میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہو اور دوسری خاص شرط ہے۔ پس پہلی شرط کی اہلیت عقل و بلوغ کے ساتھ ہے۔۔۔۔۔ اور دوسری، یعنی شرطِ خاص برائے انعقاد ہے کہ دو آدمی خاص طریقے سے ایجاب وقبول کو سن لیں۔

❁❁❁

باپ کا نابالغ بیٹی کا نکاح گونگے لڑکے سے کرانا

سوال نمبر(177):

چھ سال کی عمر میں والد نے بیٹی کا نکاح گونگے بھتیجے سے کروادیا جو کہ بول نہیں سکتا تھا۔ لڑکی بالغ ہوئی تو اس

(١) البحرالرائق، کتاب النکاح: ٣/ ١٣٨، ١٣٩

نے نکاح سے انکار کر دیا کہ مجھے لڑکا پسند نہیں، کیوں کہ گونگا ہے تو کیا گونگے لڑکے سے کرائے ہوئے نکاح کو لڑکی فسخ کر سکتی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ نے والد کو نابالغ بیٹی کے نکاح کا حق دیا ہے جسے لڑکی بلوغ کے بعد فسخ نہیں کر سکتی، والد کو یہ حق اس کی بے پناہ شفقتِ پدری اور اولاد کے لیے بہتر مستقبل کے خواب وتمنا رکھنے کی وجہ سے دیا گیا ہے، اگر کہیں والد ذاتی مفاد یا اولاد کے نقصان کی بنیاد پر بیٹی کا نکاح کرواتا ہے اور یہ نکاح غیر کفو میں مہر مثل سے کم پر ہو تو وہاں شریعت اُس کے حق کو معطل کر دیتی ہے، لیکن جب تک یہ یقین نہ ہو، والد کو بدستور ولایتِ اجبار کا حق حاصل رہتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں چونکہ والد سے منفی ذہن اور مفاد پرستی وغیرہ جیسے اسبابِ نکاح کا یقینی ہونا معلوم نہیں، لہٰذا لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(فإن زوجهما الأب أو الجد) يعني الصغير والصغيرة (فلاخيارلهما بعد بلوغهما)؛لأنهما كاملاالرأي وافراالشفقة، فيلزم العقد بمباشرتهما، كماإذاباشراه برضائهمابعد البلوغ.(۱)

ترجمہ: اگر ان کا، یعنی نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح والد یا دادا نے کرا دیا تو انہیں بالغ ہونے پر (نکاح کے فسخ کا) اختیار حاصل نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ دونوں کامل رائے رکھنے والے اور زیادہ شفقت کرنے والے ہوتے ہیں۔اس لیے ان کے کرانے سے یہ عقد لازم ہو چکا ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ وہ (باپ، دادا) ان کے بلوغ کے بعد ان کی رضامندی سے نکاح کروائیں۔



نابالغہ کے نکاح میں ولی کے لیے شرائط

سوال نمبر(178):

فاطمہ تین سال کی عمر میں والدہ کی آغوش سے محروم ہوگئی، والدہ کی وفات کے بعد وہ بذریعہ عدالت

(۱)الھدایة، کتاب النکاح، باب في الأولیاء والأکفاء:۲/۳۳۸

نانی کی پرورش میں چلی گئی، لیکن اس کا والد اس عمل پر راضی نہ تھا۔عدالتی چارہ جوئی سے مایوس ہوکر اس نے ننھیال سے انتقام لینے اور انہیں دُکھ پہنچانے کے لیے اس کا نکاح بھتیجے سے کرادیا،لڑکی بالغ ہوئی تو نکاح مذکور سے انکار کردیا تو کیا انتقام لینے کے لیے کرائے گئے نکاح میں بیٹی کو فسخ کا اختیار حاصل ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نابالغ لڑکی اور لڑکے کے نکاح کا اختیار شریعت نے والد کو دیا ہے، یہ اختیار والد کی فطری ہمدردی، شفقت اور اولاد کے حق میں بہتر سے بہتر فیصلے کرنے کی وجہ سے دیا گیا ہے کہ والد میں یہ ساری صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں، چنانچہ والد کے کرائے ہوئے نکاح میں بچوں کو بلوغ کے بعد بھی فسخ کا اختیار حاصل نہیں ہوتا، البتہ والد کی اولاد کے بارے میں مفاد پرستی، مطلب اور شقاوت ثابت ہونے پر وہ اس اختیار کا حق دار نہیں ٹھہرتا، ایسی صورت میں بچوں کو بلوغ کے بعد فسخِ نکاح کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی والد نے انتقامی جذبے سے بیٹی کا نکاح کرایا ہو اور یہ نکاح غیر کفو میں مہرِ مثل سے کم پر ہوا ہو تو بلوغ کے بعد بیٹی نکاح کے فسخ کا اختیار رکھتی ہے جس کا طریقہ عدالت سے تنسیخِ نکاح کی ڈگری کا حصول ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

لأن الولاية مقيدة بشرط النظر، فعند فواته يبطل العقد.(١)

ترجمہ:

اس لیے کہ ولایت شفقت کے ساتھ مقید ہے، پس شفقت فوت ہونے پر عقد باطل ہوجائے گا۔

❁❁❁

نابالغ لڑکی کا نکاح بذریعہ اغوا

سوال نمبر(179):

ایک شخص کو کچھ لوگوں نے اغوا کرلیا اور اس کی بحفاظت رہائی کے لیے یہ مطالبہ کیا کہ اس کی بیٹی کا نکاح ہم

(١)الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء:٢/٣٤٣

میں سے ایک شخص کے ساتھ کرلیا جائے، اس وقت لڑکی کی عمر تین سال تھی، مطالبہ کوٹالنے کی بہت کوشش کی گئی، لیکن معلوم یہ ہورہا تھا کہ معاملہ کے طول پکڑ جانے پر قتل جیسا انتہائی اقدام بھی کیا جاسکتا ہے۔ ناچار والد نے مطالبہ مان لیا اور ان لوگوں کے ساتھ نابالغ بیٹی کا نکاح کرادیا۔ اب جب کہ لڑکی بالغ ہوچکی ہے، نہ تو لڑکی اس رشتے کے لیے تیار ہے اور نہ ہی والدین اور رشتہ دار، چنانچہ جبر واکراہ سے کرائے ہوئے اس نکاح کا شرعی حکم واضح فرمادیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ شریعتِ مطہرہ نے والد پر کمالِ اعتماد کرتے ہوئے اسے نابالغ بچوں کے نکاح کا پورا حق سونپ دیا ہے، جس کی بنیادی وجہ والد کی اولاد سے طبعی محبت اور خاص شفقتِ پدری ہے، چنانچہ یہی وہ سبب ہے، جس کے فقدان پر والد کا حقِ ولایت متاثر ہوجاتا ہے، چنانچہ جہاں بھی والد کے منعقد کیے ہوئے عقود میں کسی مفاد، لالچ یا کوئی بھی ایسا عنصر شامل ہوجائے جس سے شفقت ومحبت متاثر ہوجائے تو وہ عقد باطل ہوجاتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر چہ والد پر جبر واکراہ کی گئی ہے اور اسی حالت میں اس نے عقد باندھا ہے، لیکن ایجاب وقبول کا تعلق چونکہ والد کے لالچ اور مفاد یا اس کی ناسمجھی سے نہیں، بلکہ جبر واکراہ کی وجہ سے ہے اور نکاح جبر واکراہ سے بھی منعقد ہوجاتا ہے، لہٰذا نکاح بوجہ جبر منعقد ہوچکا ہے۔ تاہم چونکہ یہ نکاح مجبوری کے تحت منعقد ہوچکا ہے اور لڑکی کے ساتھ شفقت کا مظاہرہ نہیں ہوا، اس لیے بلوغ کے بعد لڑکی کو نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

لیصدر منهما ما من شأنه أن یدل علی الرضا، إذ حقیقة الرضا غیر مشروطة في النکاح لصحته مع الإکراه والهزل.(١)

ترجمہ: تاکہ ان سے کوئی ایسی بات ہوجائے جو رضا پر دلالت کرے، کیوں کہ نکاح میں حقیقی رضا شرط نہیں، یہی وجہ ہے کہ نکاح اکراہ اور غیر سنجیدگی میں بھی صحیح ہوجاتا ہے۔

❁❁❁

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، مطلب هل ینعقد النکاح بالألفاظ المصحفة: ٤/٨٦

وکیل کی موجودگی میں بھائی کا ایجاب وقبول کرنا

سوال نمبر(180):

ایک عورت نے کسی اجنبی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا تھا،لیکن نکاح کرتے وقت اس عورت کے بھائی نے ایجاب وقبول کر دیا۔عورت کا وکیل اس مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔عورت نے اس شخص (وکیل) کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنے نکاح کا اختیار یا وکالت نہیں دی تھی۔شرعی نقطہ نظر سے ایسے نکاح کے انعقاد کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق جو لڑکی بالغ ہو جائے،اس کے نکاح میں اس کی ذاتی رضامندی ضروری ہے،اولیا اس کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں کرواسکتے،اگر وہ بذاتِ خود یا کسی وکیل کے ذریعے نکاح کرادے یا اولیا کو اپنے نکاح کی اجازت دے دے(چاہے نکاح کرانے سے قبل ہو یا بعد میں) تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر مذکورہ لڑکی نے دوسرے شخص کو اپنے نکاح کا وکیل مقرر کیا ہو،لیکن ایجاب وقبول اس کے بھائی نے کی ہو تو اگر بعد میں لڑکی اپنی رضا ورغبت کا اظہار کیا ہو تو نکاح نافذ ہوگا،ورنہ نکاح تجدید کا محتاج ہے،کیوں کہ اجازت بہر حال ضروری ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(سئل) في بكر بالغة، عاقلة، رشيدة زوجها أبوها رجلاً بلا إذنها، ولا وكالة عنها، فردت النكاح حين بلغها فوراً، فهل يرتد بردها، والحالة هذه ؟(الجواب)نعم.(۱)

ترجمہ:

(سوال کیا گیا کہ) کسی بالغہ،عاقلہ،باکرہ سمجھدار لڑکی کا نکاح اس کے والد نے اس کی اجازت کے بغیر کسی شخص سے کرایا ہو،جب کہ اس نے اسے وکیل بھی نہیں بنایا اور پھر جب اسے خبر پہنچی تو نکاح کو فوراً رد کیا،کیا اس کے رد کرنے سے نکاح رد ہو جائے گا،جب کہ صورت حال یہ ہو،(الجواب) جی ہاں۔

❁❁❁

---

(۱)تنقیح الحامدیة، کتاب النکاح:۱/۳۰

بچپن میں کرائی ہوئی منگنی کو بلوغ کے بعد توڑنے کا اختیار

سوال نمبر(181):

ہمارے ہاں والدین نے اپنی نابالغ بیٹی کی منگنی کرادی۔لڑکی علوم دینیہ کی تحصیل کے دوران جب بالغ ہوئی تو اس نے اس رشتے سے انکار کردیا، حالانکہ لڑکی کے والدین وعدہ کر چکے ہیں۔کیا اس صورت میں لڑکی کو انکار کرنے کا اختیار حاصل ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح والد یا دادا کروادے تو بالغ ہونے کے بعد ان کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل نہیں،لیکن اگر بچپن میں صرف منگنی ہوئی ہو،باقاعدہ ایجاب وقبول کے ذریعے گواہوں کی موجودگی میں نکاح منعقد نہیں ہوا تو ایسی صورت میں یہ لڑکا،لڑکی بالغ ہونے کے بعد اس رشتہ سے انکار کر سکتے ہیں۔

لہٰذا مسئولہ صورت میں اگر والد نے اپنی نابالغہ بیٹی کی صرف منگنی کروائی ہو تو بالغ ہونے کے بعد اس کو اس رشتہ سے انکار کا حق حاصل ہے اور انعقادِ نکاح کے لیے اب اس لڑکی کی رضامندی ضروری ہے جس کے بغیر نکاح کروانا درست نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(فإن زوّجهما الأب أوالجد)يعني الصغيروالصغيرة (فلاخيارلهما بعد بلوغهما).(۱)

ترجمہ:

اگر نابالغ لڑکے،لڑکی کی شادی باپ یا دادا نے کروائی تو ان کو بالغ ہونے کے بعد (نکاح کے فسخ کرنے کا) اختیار حاصل نہیں۔

ولايجوز للولي إجبار البكر البالغة على النكاح.(۲)

ترجمہ: ولی کے لیے باکرہ بالغہ پر نکاح کے لیے جبر کرنا جائز نہیں۔

(۱)الهداية، باب فی الاولياء والأكفاء:۳۳۸/۲

(۲)الهداية، باب في الأولياء والأكفاء:۳۳۵/۲

مخصوص غیر محرم کو وکیلِ نکاح بنانے پر محرم کی ناراضگی

سوال نمبر (182):

ایک عورت غیر محرم کو اپنے نکاح کا وکیل بنا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر بنا سکتی ہے تو کیا اس میں قریبی محرم رشتہ دار، یعنی والد، بھائی وغیرہ کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟ اگر والد یا بھائی نکاح پر تو راضی ہو، لیکن جس شخص کو عورت وکیل بنائے اس پر راضی نہ ہو تو نکاح کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

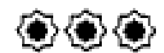
عاقلہ، بالغہ عورت جس طرح خود اپنا نکاح کر سکتی ہے، اسی طرح کسی دوسرے شخص کو اپنے نکاح کے سلسلہ میں وکیل بھی بنا سکتی ہے، خواہ وہ شخص محرم رشتہ دار ہو یا نہ ہو اور جب ایک دفعہ ولی عقدِ نکاح پر راضی ہے تو انتخابِ وکیل میں ولی کی رضا صحتِ نکاح کے لیے شرط بھی نہیں، لہٰذا کسی مخصوص وکیل کے انتخاب کے معاملہ میں ولی کی رضامندی کے بغیر بھی نکاح منعقد ہو جائے گا، تاہم نکاح کے انعقاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ عورت یا اس کا وکیل عورت کی خاندانی ساکھ اور عزت کی رعایت کرتے ہوئے کفو میں نکاح کرے، اگر وکیل نے غیرِ کفو میں نکاح کر لیا تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

الوكيل بالنكاح من قبل المرأة إذا زوجها ممن ليس بكفؤلها، قال بعضهم لا يصح على قول الكل وهو الصحيح وإن كان كفوًا……فهو جائز.(۱)

ترجمہ:

عورت کی طرف سے نکاح کا وکیل جب اس کا نکاح غیر کفو میں کرلے تو بعض حضرات کا کہنا ہے کہ سب کے ہاں نکاح درست نہیں اور یہی قول صحیح ہے اور اگر کفو میں کروادے۔۔۔۔تو وہ جائز ہے۔



---

(۱) الفتاوی الهندیه، کتاب النکاح، الباب السادس فی الوکالة: ۲۹۵/۱

بالغہ لڑکی کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح کرنا

سوال نمبر (183):

زید اپنی بالغہ بیٹی کا نکاح کسی کے ساتھ کرانا چاہتا ہے، حالانکہ لڑکی اس آدمی کے ساتھ نکاح کرنا نہیں چاہتی، شریعت کی روشنی میں اس نکاح کا کیا حکم ہے جو لڑکی کی رضامندی کے بغیر کیا جا رہا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

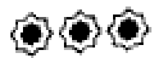
عاقلہ، بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر منعقد نہیں ہوتا، اگر اس کو مطلع کیے بغیر اور اس سے اجازت لیے بغیر اس کا نکاح کروادیا گیا تو یہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر اس نے رضامندی کا اظہار کردیا تو نکاح درست ہے، ورنہ نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

لایجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب، أو سلطان بغیر إذنها بکراً کانت، أوثیبا فإن فعل ذلك فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل .(۱)

ترجمہ:

باپ یا حاکم میں سے کسی کو بھی عاقلہ، بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کروانا جائز نہیں، چاہے وہ لڑکی باکرہ ہو یا ثیبہ۔ اگر ایسا کیا گیا تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر اس نے اجازت دے دی تو یہ نکاح جائز ہے اور اگر اس نے رد کردیا تو یہ نکاح باطل ہے۔



بیوہ کو کسی شخص سے نکاح پر مجبور کرنا

سوال نمبر (184):

محترم مفتی صاحب! کیا شریعت میں مقتول کی بیوی کو اس کے دیور یا کسی اور خاص شخص سے نکاح کرنے پر

(۱) الفتاوی الهندیه، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۷/۱

مجبور کیا جاسکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شوہر فوت ہو جانے پر عدت گزرنے کے بعد بیوہ اپنے نکاح کے بارے میں مکمل آزاد اور خود مختار ہے۔ وہ جہاں چاہے، جس سے چاہے، نکاح کر سکتی ہے۔ کسی خاص شخص کے ساتھ نکاح کرنے پر اس کو مجبور کرنا جائز نہیں اور اس کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح منعقد بھی نہ ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

لایجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب، أو سلطان بغیر إذنها بکرا کانت، أو ثیبا فإن فعل ذلك فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل.(۱)

ترجمہ:

باپ یا حاکم میں سے کسی کو بھی عاقلہ، بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کروانا جائز نہیں، چاہے وہ لڑکی باکرہ ہو یا ثیبہ۔ اگر ایسا کیا گیا تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر اس نے اجازت دے دی تو یہ نکاح جائز ہے اور اگر اس نے رد کر دیا تو یہ نکاح باطل ہے۔

❁❁❁

''سورہ'' میں دی گئی لڑکی کا نکاح

سوال نمبر (185):

بعض علاقوں میں یہ رسم چل پڑی ہے کہ جب کوئی زنا یا قتل کر ڈالے تو قاتل یا زانی کا خاندان مقتول کے قتل یا مزنیہ کی تقطیع عفت کی بنا پر اہل مزنیہ اور اہل مقتول کو صلح میں کچھ رقم اور ایک یا دو لڑکیاں نکاح میں بطور جرمانہ دیتے ہیں، جسے ہماری پشتو زبان میں ''سورہ'' کہتے ہیں۔ چنانچہ اس کے ساتھ وہ لوگ باندیوں جیسا سلوک کرتے ہیں۔ اگر یہ لڑکیاں بالغ ہوں تو پھر تو واضح ہے کہ ان کی رضامندی کے بغیر ایسے نکاح منعقد ہی نہیں ہوتے، لیکن اگر یہ لڑکیاں اس وقت نابالغ ہوں اور والد یا دادا سورہ میں ان کو دے دیں تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ والد یا دادا کو یہ

(۱) الفتاوی الهندیه، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء: ۲۸۷/۱

ولایت حاصل ہے۔ براہِ کرام وضاحت فرمائیں۔

بیّنوا توٴجروا

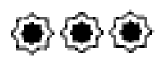
الجواب وباللّٰہ التوفیق:

''سورہ'' کے نام سے جاری رسم ایک ناجائز اور جاہلانہ رسم ہے، کیوں کہ غلطی کسی کی ہوتی ہے اور سزا کسی اور کو مل جاتی ہے، اس وجہ سے اس رسم سے مکمل اجتناب کیا جائے اور اگر اتفاقاً ایسا کبھی ہوا تو واضح رہے کہ شریعت نے باپ یا دادا کو نابالغ بیٹے یا بیٹی پر ولایتِ اجبار کا حق دیا ہے جس کی رُو سے یہ حضرات نابالغ اولاد کا نکاح جہاں مناسب سمجھیں ان کی رضامندی کے بغیر کرواسکتے ہیں اور پھر اولاد کو بالغ ہونے پر باپ یا دادا کے کروائے ہوئے اس نکاح کو خیارِ بلوغ کی بنا پر فسخ کرنے کا حق بھی نہیں ہوتا، کیوں کہ عموماً باپ یا دادا کمال شفقت اور فہم ودانش کی وجہ سے اپنی اولاد کا نکاح غلط جگہ نہیں کرواسکتے، لیکن اگر والد یا دادا نے خیر خواہی اور شفقت کا پہلو ترک کرتے ہوئے خودغرضی یا طمع اور مفاد پرستی کی بنا پر نابالغ اولاد کا کہیں نکاح کروایا یا اس سے قبل ان کی خودغرضی اور طمع کا ایک آدھ واقعہ پیش آچکا ہو تو ایسی صورت میں ان کا کروایا ہوا نکاح درست نہیں رہے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

لوعرف من الأب سوء الاختیار لسفهه، أولطمعه، لایجوز عقده إجماعا.(۱)

ترجمہ: اگر باپ اس بارے میں مشہور ہو کہ وہ اپنی بے وقوفی یا طمع ولالچ کی وجہ سے بری پسند رکھتا ہے تو اس کا کیا گیا عقد بالاتفاق جائز نہیں۔



غیر متعلقہ شخص کا کرایا ہوا نکاح

سوال نمبر(186):

زید نے ازخود فاطمہ کا نکاح کروادیا جس سے فاطمہ قطعی طور پر لاعلم تھی۔ بعد میں پتہ چلا تو خاوند کے ساتھ خلوت میں رہنے لگی۔ ایسے طور پر اس نکاح کا حکم واضح کردیجیے۔

بیّنوا توٴجروا

(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۱۷۲/٤

الجواب وباللہ التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے بالغہ عورت کا نکاح اصالۃ (بذاتِ خود) یا وکالۃ (کسی کو وکیل بنالینے سے) منعقد ہوجاتا ہے، لیکن اگر وہ نہ تو خود نکاح کروائے اور نہ ہی کسی کو وکیل بنائے، بلکہ کوئی شخص ازخود اس کا نکاح کسی سے کرادے تو یہ نکاح نکاحِ فضولی کہلاتا ہے،جس کا حکم یہ ہے کہ ایسا نکاح عورت کی زبانی یا عملی اجازت پر موقوف رہتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں کرایا گیا نکاح،فضولی کا نکاح ہےاور عورت کا خاوند کے ساتھ خلوت اختیار کرلینا اکثر علمائے کرام کے نزدیک عملی طور پر اجازت ورضا پر دلالت کرتا ہے،لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ نکاح کی تجدید کرالی جائے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

وتثبت الإجازة لنكاح الفضولي بالقول والفعل .(١)

ترجمہ:

اور فضولی کے کرائے ہوئے نکاح کی اجازت قول وفعل سے ثابت ہوجاتی ہے۔

❁❁❁

جبری نکاح کا حکم

سوال نمبر(187):

عاقلہ، بالغہ عورت نے دباؤ اور جبر کی وجہ سے نکاح پر آمادگی ظاہر کی اور ہاں کردی ہو تو ایسے نکاح کا کیا حکم ہے؟ ایجاب وقبول ہوچکا ہے،لیکن وہ حقیقت میں راضی نہیں،صرف زبانی طور پر ہاں کردی ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب و باللہ التوفیق :

اس میں کوئی شک نہیں کہ عاقلہ، بالغہ عورت کے نکاح میں اس کی رضامندی ضروری ہے، چنانچہ اس کی رضامندی معلوم کیے بغیر کرایا جانے والا نکاح اس کی رضامندی پر موقوف رہتا ہے،لیکن اگر کوئی عورت ایسے الفاظ کہہ دے جن کا معنی رضامندی ہو اور اس کی بنا پر ایجاب وقبول ہوجائے تو یہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے، کیوں کہ اس کے الفاظ اور

(١)الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح:١/٢٩٩

اس کا کہنا رضامندی پر دلالت کرتا ہے، رضا کی اصل حقیقت کا وجود ضروری نہیں، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مذکورہ عورت کا نکاح نافذ رہے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

لیصدر منهما ما من شأنه أن يدل على الرضا، إذحقيقة الرضا غير مشروطة في النكاح لصحته مع الإكراه والهزل.(۱)

ترجمہ:

تاکہ ان سے کوئی ایسی بات ہو جائے جو رضا پر دلالت کرے، کیوں کہ نکاح میں حقیقی رضا شرط نہیں، یہی وجہ ہے کہ نکاح اکراہ اور غیر سنجیدگی میں بھی صحیح ہو جاتا ہے۔

❁❁❁

مناسب رشتہ ملنے کے باوجود اولاد کا بیاہ نہ کرنا

سوال نمبر(188):

ایک لڑکی کا رشتہ آجائے اور والدین دینے سے انکار کردیں، بعد میں وہ لڑکی نکاح سے بالکل محروم رہ جائے، کہ پھر کوئی رشتہ ہی نہ آئے تو ایسے والدین کے لیے شریعت میں کیا حکم ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰه التوفیق:

تربیتِ اولاد کے پیشِ نظر بچے کا اچھا نام رکھنا، اس کی اچھی تعلیم وتربیت کرنا اور جب اولاد بالغ ہو جائیں تو ان کے لیے مناسب رشتے کا بندوبست کرنا والدین کی ذمہ داری ہے، چنانچہ اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت اور بروقت مناسب رشتے کی فکر نہ کرنے کی وجہ سے اگر وہ کسی بداخلاقی اور بے راہ روی کا شکار ہو جائیں تو اس گناہ میں والدین برابر کے شریک ہوں گے، لہٰذا اولاد کے لیے جب بھی کوئی مناسب رشتہ مل جائے تو ان کے بیاہ میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

ہمارے ہاں عام طور پر اچھے سے اچھے رشتے کی لالچ میں اولاد کو ازدواجی زندگی سے محروم رکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے اولاد فسق وفجور کی راہوں کو اختیار کر بیٹھتی ہے اور یوں وہ معاشرے کا ناسور بن کر اپنے خاندان کی رسوائی کا

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، مطلب هل ینعقد النکاح بألفاظ المصحفة: ۸۶/۴

اریعہ بن جاتی ہے، لہٰذا ایسے بھیانک نتائج سے بچنے کے لیے والدین کو اولاد کے نکاح میں زیادہ تاخیر سے احتراز کرنا چاہیے، خصوصاً بیٹیوں کے معاملہ میں ایسی غیر ذمہ دارانہ حرکت قطعاً جائز نہیں، ورنہ خدانخواستہ کسی غلطی کے ارتکاب کی صورت میں والدین اس گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

عن أبي سعيد، وابن عباس رضي الله عنهما، قالا: قال رسول الله ﷺ: من ولد له ولد فليحسن اسمه، وأدبه، فإذا بلغ فليزوجه، فإن بلغ ولم يزوجه، فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه. (۱)

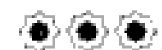
ترجمہ:

حضرت ابوسعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا بچہ پیدا ہو تو اسے چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو اچھے آداب سکھائے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کروادے، اگر بچہ بالغ ہو جائے اور باپ نے (باوجود قدرت کے) اس کی شادی نہ کی اور اس سے کوئی گناہ (زنا وغیرہ) سرزد ہو گیا تو اس کا گناہ باپ پر (بھی) ہوگا۔''

عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: إذا خطب إليكم من ترضون دينه، وخلقه، فزوجوه إلاتفعلوه تكن فتنة في الأرض، وفساد عريض. (۲)

ترجمہ:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ: ''حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تمہیں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو ان سے (اپنی بیٹیوں) کی شادی کروادو، اگر ایسا نہ کروگے تو زمین میں ایک فتنہ اور وسیع فساد برپا ہو جائے گا۔



(۱) شعب الإيمان للبيهقي، باب في حقوق الأولاد والأهلين: ٦/٤٠١، دارالكتب العلمية بيروت

(۲) الترمذي، أبوعيسى محمد بن عيسى، الجامع للترمذي، أبواب النكاح، باب ماجاء في من ترضون دينه فزوجوه: ۲۰۷/۱، ایج ایم سعید کراچی پاکستان

بعد از بلوغ بچپن میں کیے گئے نکاح کی تجدید

سوال نمبر(189):

اپنی نابالغ بچی کے نکاح کا بالغ ہونے کے بعد تجدید نکاح کرانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر اولاد کا نکاح حالتِ صغر میں کرایا جائے تو یہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کی تجدید کی ضرورت نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

فإن زوجهما الأب فلاخيار لهما بعد بلوغهما، وإن زوجهما غير الأب، والجد، فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ.(١)

ترجمہ:

اگر ان دونوں (نابالغ لڑکا لڑکی) کا باپ اور دادا نے نکاح کرایا تو بالغ ہونے کے بعد ان دونوں کو (فسخ نکاح کا) اختیار نہیں اور اگر باپ اور دادا کے علاوہ کسی نے ان کا نکاح کرایا تو ان میں سے ہر ایک کو بلوغت کے بعد اختیار حاصل ہے۔



(١) الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء [illegible]

باب الکفاءۃ

(مباحث ابتدائیہ)

تعارف اور حکمت مشروعیت:

نکاح بنی نوع انسان کے لیے فطری ضرورت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک معاشرتی وسماجی ضرورت بھی ہے۔ معاشرتی لحاظ سے دیکھا جائے تو مختلف خاندان اور پیشوں سے تعلق رکھنے والوں کی طبائع، طرز معاشرت اور رہن سہن کے طریقے جدا جدا ہوتے ہیں۔ چونکہ نکاح میاں بیوی کے مابین طے پانے والا عمر بھر کا معاملہ ہے، اس لیے اس میں پائیداری اور استحکام بھی انتہائی ضروری ہے۔ اگر میاں بیوی میں طبائع اور تمدن کا اختلاف ہو تو ان کا نباہ دشوار اور نکاح کے مصالح کا حصول ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں جنگ وفساد اور طلاق کی شرح بڑھنے لگ جاتی ہے۔ اس مصلحت کے تحت نکاح میں کفائت کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ نکاح کے نتیجے میں بننے والا خاندان مختلف اعتبارات سے ہم پلہ اور برابر ہو۔ مسئلہ کفائت کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ غیر مذاہب کی طرح رنگ ونسل یا پیشے کی بنا پر بعض کو بعض پر فوقیت حاصل ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ کفائت کی بنیاد محض رنگ ونسل یا پیشے پر نہیں رکھی گئی، بلکہ خاندانی برابری میں ان امور کو ملحوظ رکھا جو جانبین کے لیے حسن معاشرت کا سبب بنتے ہوں۔(۱)

کفائت کا لغوی معنیٰ:

کفائت کا لغوی معنیٰ ہے: برابری، مماثلت اور مساوات۔ کفو، کفیٔ، کفوء تینوں کا معنیٰ ہے: برابر، ہم سر، نظیر، مماثل اور مساوی۔(۲)

کفائت کا اصطلاحی معنیٰ:

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

"والمراد هنا مساواة محضوصة أو كون المرء ة أدنى".(۳)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في شرائط اللزوم في النكاح، ومنها كفاءة الزوج:۳/۵۷۳، حاشیۃ علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب الكفاءة:۴/۲۰۵

(۲) لسان العرب، مادة كفاءة: ۱۲/۱۱۲

(۳) الدر المختار، کتاب النکاح، باب الکفاءة:۴/۲۰۶

میاں بیوی کا مخصوص چیزوں میں برابر اور مساوی ہونے کو کفائت کہتے ہیں یا کفائت سے مراد یہ ہے کہ عورت مخصوص چیزوں میں مرد سے کم درجے کی ہو۔

کفائت کی مشروعیت:

جمہور علما کے ہاں نکاح میں میاں بیوی کے مابین کفائت معتبر ہے۔ جمہور نے کفائت کے ثبوت پر درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

"لا ینکح النساء إلا کفوا، ولا یزوجھن إلا الأولیاء". (۱)

عورتیں نکاح نہ کریں مگر اپنی کفو، یعنی برابری میں اور ان کا نکاح نہ کرائیں، مگر (ان کے) اولیا۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا:

"ثلاث یاعلي لاتؤخرھن: الصلوۃ إذا أتت والجنازۃ إذا حضرت والأیم إذا وجدت کفوا". (۲)

اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کر، جب نماز (کا وقت) قریب آجائے، جب جنازہ حاضر ہو جائے اور جب لڑکی کو کفو (میں رشتہ) مل جائے۔

اسی طرح جمہور علمائے کرام نے کفائت کے ثبوت پر کافی سارے عقلی دلائل پیش کیے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ سکون، استقرار، توالد و تناسل، حفظِ انساب، صالح خاندان کی تشکیل وغیرہ نکاح کے اہم مقاصد ہیں جن کا حصول تب ممکن ہوگا جب میاں بیوی کے مابین محبت اور مکمل ہم آہنگی ہو اور مکمل ہم آہنگی کے لیے ضروری ہے کہ مرد عورت سے مال، نسب، دین وغیرہ میں کم نہ ہو، ورنہ احساسِ برتری و کم تری کے اس تلخ امتزاج سے ان مقاصد کا حصول ناممکن ہو جائے گا، لہٰذا کفائت کا اعتبار نکاح میں ضروری ہے۔ (۳)

کفائت کیا ہے اور کس کا حق ہے؟

دراصل کفائت صرف مرد کی طرف سے عورت کے لیے معتبر ہے، یعنی مخصوص امور میں مرد کے لیے عورت کا

(۱) السنن الکبری للبیھقي، کتاب الصداق، باب ما یجوز أن یکون مھراء رقم (۱٤۷۳۳): ۱۱/۲۰، دارالفکر بیروت

(۲) المستدرك علی الصحیحین للحاکم، کتاب النکاح، ثلاث لاتؤخرھن، رقم (۱۵/۲٦۸٦): ۲/۱۷٦، دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان

(۳) حاشیة علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ: ٤/۲۰٤، ۲۰۵

ہم پلہ ہونا ضروری ہے۔ عورت کا مرد کے ہم پلہ ہونے کا اعتبار نہیں، اس لیے کہ کفائت عورت اور اس کے اولیا دونوں کا حق ہے، لہٰذا اگر مرد عورت کے برابر یا اس سے اچھا ہو تو عورت کے اولیا خاندانی وقار کی بحالی پر خوش ہوں گے، لیکن اگر مرد ان مخصوص چیزوں میں عورت سے کم ہو تو عورت کے اولیا اس کو اپنے لیے عار اور خاندانی توہین سمجھ کر اعتراض کریں گے، لہٰذا کفائت صرف مرد کے لیے ضروری ہے، یعنی مرد عورت سے مخصوص اشیا میں کم نہ ہو۔

چونکہ کفائت عورت اور اس کے اولیا کا حق ہے، اس لیے اگر وہ اپنے اس حق سے دستبردار ہو کر غیر کفو میں نکاح کی اجازت دے دیں تو یہ نکاح جائز ہوگا۔(۱)

اسی طرح اگر اولیا میں سے بعض حقِ کفائت کے سقوط پر راضی ہوں اور بعض راضی نہ ہوں تو اس صورت میں بھی نکاح منعقد ہوگا اور کسی کو بھی اعتراض کا حق نہیں ہوگا۔(۲)

کفائت کن اشیا میں معتبر ہوگی؟

درج ذیل اشیا میں میاں بیوی کا آپس میں برابر ہونا ضروری ہے:

(۱) نسب:

دراصل نسب ایسی چیز ہے جو فخر اور عار دونوں کا بنیادی ذریعہ ہے، لہٰذا جس معاشرے میں جو انساب باہم معزز سمجھے جاتے ہوں، وہ ایک دوسرے کے کفو ہوں گے۔ مثال کے طور پر عرب قریش کے کفو ہیں اور دوسرے عرب بھی آپس میں کفو ہیں، تاہم عجم عرب کے کفو نہیں۔

(۲) آبا و اجداد کا اسلام:

جو شخص خود مسلمان ہو، لیکن اس کا والد مسلمان نہ ہو، وہ اس لڑکی کا کفو نہیں بن سکتا جس کا والد بھی مسلمان ہو اور جس شخص کا والد مسلمان ہو، وہ اس عورت کا کفو نہیں جس کا باپ دادا دونوں مسلمان ہوں، تاہم باپ دادا سے اوپر کے سلسلے میں کثرتِ اسلام کا اعتبار نہیں۔(۳)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل في الکفاءۃ:۴/۲۰۶،۲۰۷

(۲) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في النکاح الذي الکفاءۃ فیه شرط:۳/۵۷۴،۲۷۵

(۳) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب الخامس في الکفاءۃ:۱/۲۹۰، بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في ما تعتبر فیه الکفاءۃ:۳/۵۷۶۔۵۸۰

(۳) آزادی:

غلام مرد جس قسم کا بھی ہو، وہ آزاد عورت کا کفو نہیں بن سکتا۔ اسلام کی طرح آزادی میں بھی باپ دادا تک کے سلسلے کا اعتبار ہوگا۔(۱)

(۴) مال:

فقیر آدمی امیر عورت کا کفو نہیں بن سکتا، اس لیے کہ مال کے ساتھ تفاخر بنسبت دوسری اشیا کے زیادہ ہے، خصوصاً موجودہ دور میں یہ کفائت کا بنیادی سبب بن گیا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ مال داری میں برابری اور کفاءت ضروری نہیں۔ اگر شوہر بیوی سے مال کم ہونے کے باوجود آسودہ حال ہو اور مہر معجّل اور نان نفقہ پر قادر ہو تو وہ اس عورت کا کفو شمار ہوگا۔

بعض فقہا کا کہنا ہے کہ اگر عورت امیر ہو، لیکن شوہر صاحب جاہ اور عزت والا ہو، یعنی سلطان، قاضی، عالم یا مفتی وغیرہ ہو تو بقدر نان نفقہ کی موجودگی میں وہ اس امیر عورت کا کفو شمار ہوگا۔(۲)

(۵) دین داری (دیانت):

چونکہ دین دار لوگوں کے لیے بے دین اور فساق وفجار سے رشتہ جوڑنا عار کا ذریعہ ہے، اس لیے دیانت بھی اسباب کفو میں سے شمار ہوگا۔(۳)

موجودہ دور میں مسلمان ہونے کے باوجود یہ بات دیکھنی چاہیے کہ کہیں مرد کا تعلق تو کسی گمراہ فرقے یا بدعتی جماعت کے ساتھ نہیں۔ اگر کسی ایسے فرقے سے تعلق رکھنے والا مرد کسی صحیح العقیدہ خاندان کی لڑکی سے رشتہ کرنا چاہے تو حتی الوسع اس سے گریز کرنا ضروری ہے، اس لیے کہ آگے جا کر یہ عورت بہت سے مذہبی اور معاشرتی مسائل کا شکار ہو سکتی ہے۔

---

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الكفاءة: ۲۹۰/۱، بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الحرية في الكفالة: ۵۸۰/۳

(۲) الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الكفاءة: ۲۹۱/۱، بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط المال في الكفاءة: ۵۸۱/۳

(۳) الفتاوی الهندية حواله بالا: ۲۹۱/۱، بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الدين في الكفاءة: ۵۸۱/۳

(۲) حرفت، یعنی پیشہ:

حجام، دھوبی، رنگساز، جولاہا وغیرہ کسی بڑے پیشے والے خاندان کی عورت کے لیے کفونہیں بن سکتے، البتہ یہ لوگ اپنے مابین ایک دوسرے کے کفو بن سکتے ہیں۔(۱)

فقہاے کرام نے ان اشیا کے علاوہ چیزوں میں کفائت کا اعتبار نہیں کیا ہے۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

''شہری اور دیہاتی لوگ اگر مذکورہ اشیا میں برابر ہوں تو وہ ایک دوسرے کے کفو ہوں گے، اسی طرح کفائت میں حسن وجمال کا بھی کوئی اعتبار نہیں، تاہم اولیا کے لیے مناسب ہے کہ وہ حسن وجمال میں بھی برابری کی رعایت رکھیں''۔(۲)

کفائت اور برابری کس وقت معتبر ہوگی؟

میاں بیوی کے مابین مذکورہ اشیا میں برابری عقدِ نکاح کے وقت معتبر ہوگی۔ اگر نکاح کے بعد کفو میں خلل واقع ہوجائے تو اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔(۳)

کفائت کے متعلق بعض احکام جاننے کے لیے ملاحظہ ہو''باب الأولیاء''۔

شریعت ایسے خاندانی نظام کی تشکیلِ نو کا خواہاں ہے جس میں اطمینان اور سکون ہو۔ خاندانی نظام میں استحکام بہت ضروری ہے، ورنہ آئے روز عائلی مسائل کی وجہ سے میاں بیوی کے علاوہ بچوں کی زندگی کا تحفظ بھی مشکل ہے۔

نکاح کے انتخاب میں یہ بھی ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے رسم ورواج اور طرزِ زندگی سے آگاہ ہوں، تاکہ آئندہ جاکر گھریلو ماحول میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

❁❁❁❁❁

(۱) الفتاوی الهندیة، حواله بالا:۱/۲۹۱، ۲۹۲، بدائع الصنائع، فصل في شرط الحرفة في الکفاءة:۳/۵۸۲

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءة:۴/۲۱۹

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءة:۴/۲۱۷

باب الکفاءۃ

(مسائل)

کفائت کیا ہے؟

سوال نمبر(190):

محترم مفتی صاحب! نکاح میں کفو کا جو مسئلہ ذکر کیا جاتا ہے، اس کے مفہوم ومراد سے آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی اعتبار سے نکاح کے وقت مندرجہ ذیل چھ چیزوں میں مرد کا عورت کے ہم پلہ ہونے کو کفائت کہا جاتا ہے:

(۱)......اسلام: یعنی ایک ایسا شخص جس کا صرف والد مسلمان ہو ایسی عورت کا کفو نہیں، جس کے باپ، دادا دونوں مسلمان ہوں۔

(۲)......نسب: اس میں باپ کے نسب کا اعتبار ہے۔

(۳)......دین داری: فاسق شخص صالح باپ کی دین دار لڑکی کا کفو نہیں۔

(۴)......پیشہ: مرد کا پیشہ لڑکی کے خاندان والوں کے پیشے کے برابر یا اس سے اعلیٰ ہو۔

(۵)......مال داری: شوہر بیوی کے مہر معجّل اور نفقہ کی ادائیگی پر قادر ہو۔

(۶)......حریت: غلام آزاد لڑکی کا کفو نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

قال القهستاني :الكفاءة لغة :المساواة، وشرعا :مساواة الرجل للمرأة في الأمور الآتية .قال في تنوير الأبصار:وتعتبر نسبا ......وحرية، وإسلاما......وديانة، ومالا، وحرفة.(۱)

ترجمہ: حضرت قہستانیؒ فرماتے ہیں کہ: ''کفائت لغت میں مطلق مساوات اور شریعت میں مرد کا پیش آمدہ امور میں عورت کے مساوی ہونے کو کہتے ہیں۔تنویر الابصار میں ذکر کیا گیا ہے کہ کفائت میں نسب۔۔۔۔حریت، اسلام۔۔۔۔دیانت، مال داری اور حرفت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

(۱) ردالمحتار علی تنویر الأبصار، کتاب النکاح، باب الکفاءة:۴/۲۰۷۔۲۱۵

غیر سید کا سیدہ سے نکاح

سوال نمبر(191):

میں ایک سیدہ لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، جب کہ میں آفریدی ہوں۔کیا میرا نکاح اس سے جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر چہ آفریدی قوم سید خاندان کا کفو نہیں، لیکن اگر سیدہ لڑکی اور اس کے اولیا اپنا حق ساقط کر کے رشتہ کرنے پر رضامند ہوں تو یہ نکاح جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

العجمي لایکون کفوا للعربیة .(۱)

ترجمہ:

عجمی شخص عربی (خاندان کی) عورت کا کفو نہیں۔

وإنما تحل في الصورة الرابعة، وهي رضا الولي بغير الكف ء مع علمه بأنه كذلك.(۲)

ترجمہ:

اور چوتھی صورت میں نکاح جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ ولی کی رضامندی سے غیر کفو میں نکاح جائز ہے، باوجود اس کے کہ وہ جانتا ہو کہ وہ (شوہر) ایسا ہے۔

❁❁❁

عالمہ کا نکاح غیر عالم سے

سوال نمبر(192):

آج کل یہ وبا عام ہوتی جارہی ہے کہ دین دار گھرانے کے لوگ اپنی عالمہ لڑکی کسی داڑھی منڈوانے والے کو

(۱) تنویر الأبصار علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ: ۲۱۷/۴

(۲) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولي: ۱۵۷/۴

دے دیتے ہیں۔کیاایسالڑکاایک عالمہ لڑکی کا کفو ہے؟اگرلڑکی اوراس کے والدین ایسے لڑکے سے نکاح پر راضی ہوں تو کیا یہ جائز ہے؟　　بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

علم وجہل بذاتِ خود ان امور میں سے نہیں جن میں شریعت نے کفائت کا اعتبار کیا ہے، البتہ اگر لڑکا دینی احکام کی بجاآوری سے غافل اور فسق وفجور میں مبتلا ہو تو وہ ایک دین دار باپ کی صالحہ بیٹی کا کفو نہیں، تاہم کفائت لڑکی اوراس کے اولیا کا حق ہے، اگر لڑکی اور اس کے والدین ایسے لڑکے سے رشتہ کرنے پر رضامند ہوں تو یہ نکاح جائز ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ علم وفضل کے زیور سے آراستہ ہونے کے بعد کسی فاسق فاجر کو بیاہ میں دینا دانش مندی کے خلاف ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

(و) الكفاءة (هي حق الولي لا حقها). قال العلامة الشامي: بل هي حق لها أيضا.(١)

ترجمہ: کفائت ولی کا حق ہے، لڑکی کا حق نہیں۔علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ''کفائت (ولی کا حق ہونے کے ساتھ) لڑکی کا بھی حق ہے''۔

فالفاسق لايكون كفوا لصالحة بنت صالح، بل يكون كفو الفاسقة بنت فاسق، وكذا لفاسقة بنت صالح.(٢)

ترجمہ: فاسق مرد صالح آدمی کی دین دار بیٹی کا کفو نہیں، بلکہ وہ فاسق آدمی کی فاسقہ بیٹی اوراسی طرح دین دار آدمی کی فاسقہ بیٹی کا کفو ہے۔



نکاح ہونے کے بعد کفائت کا زائل ہوجانا

سوال نمبر(193):

زید تبلیغی جماعت سے منسلک ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی اسفار ہوچکے ہیں۔اس نے اپنی بیٹی ایک ایسے

(١) ردالمحتارعلى الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الكفاءة:٤/٢٠٧

(٢) ردالمحتارعلى الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الكفاءة:٤/٢١٤

شخص کو بیاہ دی جو اس وقت نیک، صالح اور اسی جماعت سے منسلک تھا، لیکن شادی کے دوتین سال بعد وہ برے دستوں کی صحبت کی وجہ سے جماعت سے کٹ جانے کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کے فسق وفجور میں مبتلا ہوگیا، اب زید چاہتا ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو اس سے چھڑالے، کیوں کہ زید کو اس شخص کے داماد ہونے میں عار محسوس ہوتا ہے۔ زید نے بارہا اس کو سمجھایا، لیکن وہ صحیح ہونے کا نام نہیں لیتا، کیا کفو کا سہارا لے کر زید اس سے اپنی بیٹی کا رشتہ ختم کرسکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

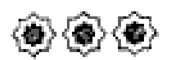
کفائت کا اعتبار نکاح کی ابتدا میں ہوتا ہے، اگر نکاح ہوتے وقت میاں بیوی کے درمیان کفائت موجود ہو تو بعد میں اس کے زائل ہونے سے نہ نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ ہی پھر اولیا کو کفائت کے زائل ہونے کی بنیاد پر فسخِ نکاح کا حق رہتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں جب کہ عقدِ نکاح کے وقت زید کی بیٹی اور اس کے داماد باہم کفو تھے تو اب تین سال کے بعد داماد کے فسق وفجور میں مبتلا ہونے سے کفو کے زائل ہوجانے کی بنیاد پر زید کو فسخ نکاح کا حق حاصل نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(و)الکفاءۃ (اعتبارھا عند)ابتداء (العقد، فلایضر زوالھا بعدہ)فلو کان وقتہ کفوا، ثم فجر لم یفسخ.(۱)

ترجمہ: کفائت کا اعتبار عقد کی ابتدا میں ہوتا ہے، عقدِ نکاح کے بعد اس کا زائل ہونا مضر نہیں، پس اگر نکاح کے وقت مرد کفو ہو، پھر فاسق ہوجائے تو نکاح فسخ نہیں کیا جاسکتا۔



عورت کا کفو میں خفیہ نکاح کرنا

سوال نمبر(194):

ایک مطلقہ عورت کچھ خاندانی ومعاشرتی مشکلات کے پیشِ نظر ایک شخص کے ساتھ خفیہ طریقے سے نکاح کرنا چاہتی ہے جس میں خطبۂ نکاح دولہا خود ہی پڑھے گا، جب کہ بطورِ گواہ دو عورتیں اور ایک مرد موجود ہوں گے۔ لڑکا کفو ہے، لیکن دولہن کے ولی کو اس سے آگاہ نہیں رکھا گیا۔ شرعی لحاظ سے اس نکاح کی حیثیت واضح کردیں۔ بینوا توجروا

(۱)الدر المختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ: ۲۱۷/۴

الجواب وباللہ التوفیق :

نکاح کے وقت اگر عورت نابالغہ ہو تو ولی کی اجازت ضروری ہے۔ اگر کہیں خاتون بالغ اور سمجھ دار ہو تو پھر بھی ولی کو کفو کے معاملے میں دخل اندازی کا حق حاصل ہے، کیوں کہ ایسے امور کا خیال رکھنا معاشرتی ضرورت ہے، البتہ نکاح کے انعقاد کا اصل دار و مدار ایجاب و قبول (رکن) اور شرعی گواہوں کی موجودگی پر ہے، لہٰذا کوئی بھی ایسا نکاح جو دو عورتوں اور ایک مرد کی موجودگی میں کفو کے ساتھ کرایا جائے، نافذ رہے گا، البتہ اس کی تشہیر ایک مستحب عمل ہے، آئندہ کے مختلف خاندانی و معاشرتی مسائل ایسے ہی طرزِ عمل سے پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

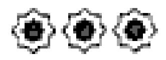
والدّلیل علیٰ ذلک :

النکاح ینعقد بالإیجاب والقبول بلفظین یعبر بهما عن الماضي......ولا ینعقد نکاح المسلمین إلا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین أو رجل وامرأتین عدولًا کانوا أو غیر عدول، أو محدودین في القذف.(۱)

ترجمہ: نکاح ایجاب و قبول سے منعقد ہو جاتا ہے۔ دو ایسے لفظوں سے جن کی تعبیر ماضی (کے صیغوں) سے ہو۔۔۔اور مسلمانوں کا نکاح منعقد نہیں ہوتا، مگر دو آزاد، عاقل، بالغ مسلمان مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے گواہوں کی موجودگی میں، چاہے عادل ہوں یا نہ ہوں یا پھر حد قذف لگائے گئے ہوں۔

(وینعقد نکاح الحرة العاقله البالغة برضائها، وإن لم یعقد علیها ولی بکرا کانت أوثیبا) .(۲)

ترجمہ: آزاد، بالغہ، عاقلہ عورت کا نکاح اس کی رضا سے منعقد ہو جاتا ہے اگر چہ اس کا ولی یہ عقد نہ باندھے، چاہے یہ عورت باکرہ ہو یا شوہر دیدہ۔



کسی عورت کا ادنیٰ خاندان میں شادی کرنا

سوال نمبر(195):

اگر کوئی عورت ایسے خاندان میں شادی کرلے جسے اس کے اپنے خاندان والے باعثِ عار سمجھیں اور اُس

(۱) الهدایة، کتاب النکاح:۲/۳۲۵، ۳۲۶

(۲) الهدایة، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولیاء:۲/۳۳۵

باب المہر

(مباحث ابتدائیہ)

تعارف اور حکمتِ مشروعیت:

اسلام میاں بیوی کے مابین رشتہ نکاح کو ایک مقدس اور قابل احترام رشتہ تصور کرتا ہے جس میں بنی نوع انسان کی بقا، معاشرے کی اصلاح، خاندانوں کا وجود وشناخت اور نسب کی حفاظت جیسے مصالح پیش نظر ہیں۔ان مصالح کے حصول کے لیے شریعت نے چند شرائط کی رعایت بھی لازم قرار دی ہے۔ان شرائط میں سے ایک مہر بھی ہے جس سے اس رشتہ کی اہمیت اور نسوانی احترام کی عکاسی ہوتی ہے۔مہر کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے ذریعے بیوی شوہر کے ہاتھوں بک کر اس کی باندی بن گئی، بلکہ یہ شوہر کی طرف سے اپنی رفیقۂ حیات کے لیے تحفۂ احترام ہے۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ:''نکاح کے وقت شوہر پر مہر واجب کرنے میں ایک بڑی مصلحت یہ ہے کہ اس سے شوہر کے دل میں نکاح اور عورت کی عظمت واہمیت بیٹھ جاتی ہے،اس لیے کہ جس چیز پر قیمتی مال خرچ ہو جائے،اس کی قدر و قیمت انسان کے دل میں بیٹھ جاتی ہے اور وہ کسی بھی صورت میں اس چیز کو کھونا نہیں چاہتا۔گویا کہ مہر کا لزوم نکاح کے استحکام اور میاں بیوی کے مابین موافقت کا بنیادی ذریعہ ہے''۔(۱)

مہر کی لغوی تعریف:

مہر کا لغوی معنی ہے: عوض اور بدلہ۔چونکہ مہر عورت سے مخصوص شرائط کے ساتھ فائدہ اُٹھانے کے عوض دیا جاتا ہے،اس لیے مہر منافع بضعہ کا بدل کہلاتا ہے۔(۲)

مہر کی اصطلاحی تعریف:

شریعت کی اصطلاح میں مہر وہ مال ہے جو عقدِ نکاح کے وقت شوہر پر بیوی سے نفع اٹھانے کے عوض لازم ہو جائے، چاہے زوجین کی باہمی رضامندی سے (مہر مسمیٰ) ہو یا نفسِ عقد کی وجہ سے ہو (مہر مثل)۔(۳)

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المهر:۳/۴۸۵، وحاشیة بدائع الصنائع:۳/۴۸۱، قاموس الفقه، مادۃ مهر: ۵/۱۴۶

(۲) المنجد فی اللغة والأعلام، مادۃ مهر:۷۷۷، الموسوعة الفقهية، مادۃ مهر:۳۹/۱۵۱

(۳) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المهر:۴/۲۳۰

قرآن وحدیث اور لغتِ عربی میں مہر کے دس نام ذکر کیے گئے ہیں: عطیہ، صدقہ اور بقیہ آٹھ اس شعر میں جمع ہیں۔

صداق ومهر، نحلة، وفريضة حباء، وأجر، ثم عقر، علائق (۱)

باب المہر سے متعلقہ اصطلاحات:

(۱) مہر.......تعریف گزر چکی۔

(۲) مہرِ مسمّی.......یہ وہ مہر ہے جو عقدِ نکاح کے وقت زوجین کی رضامندی سے طے ہوجائے۔

(۳) مہرِ مثل.......مہر کی وہ مقدار جو عورت کے خاندان میں عام طور پر اس جیسی صفات والی عورتوں کے نکاح کے وقت دی جاتی ہے۔(۲)

متعلقہ دیگر فقہی اصطلاحات:

نفقہ.......فقہا کے ہاں نفقہ تین چیزوں کا نام ہے: طعام، پوشاک اور رہائش۔ نفقہ اور مہر دونوں عورت کے لیے شوہر کے ذمے واجب ہوتے ہیں، البتہ مہر عورت کی عزت واحترام کی وجہ سے، جب کہ نفقہ احتباس (شوہر کے گھر میں رہنے) کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔(۳)

مہر کی مشروعیت:

قرآن وسنت کی رُو سے مہر کی مشروعیت پر امت کا اجماع ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً﴾(٤)

ترجمہ: عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔

اسی طرح ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"لا نكاح إلا بولي وشاهدين ومهر.......الخ".(٥)

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر:٤/ ٢٣٠

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ٤/ ٢٣٠، العناية على هامش فتح القدير، باب المهر:٣/ ٢٠٤

(۳) العناية على هامش فتح القدير، باب المهر:٣/ ٢٠٤، الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب النفقة:٥/ ٢٧٥_٢٧٨

(٤) النساء:٤

(٥) مجمع الزوائد، كتاب النكاح، باب ماجاء في الولي والشهود، رقم ٧٥١٩، ٤/ ٣٧٥

مہر کے تذکرے کے بغیر نکاح کا انعقاد:

حنفیہ اگرچہ اس بات کے قائل ہیں کہ مہر نکاح کے واجبات اور شرائط میں سے ہے، تاہم نکاح کرتے وقت مہر متعین نہ کرنے سے نکاح کے انعقاد پر کوئی اثر نہیں پڑتا، بلکہ اگر نکاح جملہ شرائط کے ساتھ صحیح ہو تو محض عقد ہی مہر واجب ہونے کے لیے کافی ہے، اگرچہ میاں بیوی نے نکاح کے وقت مہر سے خاموشی اختیار کی ہو یا مہر نہ ہونے پر دونوں نے فیصلہ کیا ہو۔ دونوں صورتوں میں نفسِ عقد سے ہی سے مہر مثل واجب ہو کر عورت کے لیے مطالبے کا حق ہوگا۔ یہ الگ بات ہے کہ عورت بعد میں اپنا مہر معاف بھی کر سکتی ہے اور شوہر کو ہبہ بھی کر سکتی ہے، لیکن ابتداءً اس کے لیے یہ حق نہیں کہ وہ مہر کی نفی کر کے نکاح کر لے، البتہ حنفیہ کے ہاں نکاح فاسد کی صورت میں نفسِ عقد سے مہر واجب نہیں ہوتا، بلکہ مہر کے وجوب کے لیے دخول (صحبت) بھی ضروری ہے۔(۱)

مہر کی مقدار:

فقہاے احناف کا مؤقف یہ ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

"سمعت رسول الله ﷺ يقول: "ولا مهر أقل من عشرة دراهم".(۲)

دس درہم شرعی کی مقدار مروجہ اوزان کے مطابق دو تولہ ساڑھے سات ماشہ (30.0618 ماشے) چاندی بنتی ہے۔(۳)

مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کی کوئی حد مقرر نہیں، ہر شخص اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی سے زیادہ جتنی مقدار چاہے، بیوی کی رضامندی سے مقرر کر سکتا ہے، البتہ بہت زیادہ مقدار میں مہر مقرر کرنا شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة".(٤)

برکت کے لحاظ سے زیادہ بہتر نکاح وہ ہے جس میں اخراجات کم ہوں۔

---

(۱) بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المهر: ۳/٤٨٤، وفصل في بيان مايجب به المهر: ۳/٥١٤، الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/۳٤٥ مكتبه رحمانيه لاهور

(۲) إعلاء السنن، باب لا مهر أقل من عشرة دراهم: ۱۱/۹٤

(۳) اوزان شرعیہ، رائج الوقت اوزان کے مطابق نقشہ: ص ٦۲

(٤) مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثالث: ۲/۲٦٨ قديمي كتب خانه كراچي

دراصل مہر عورت کے حق میں ایک اعزاز اور اکرام ہے،اس لیے شریعت کا منشایہ ہے کہ اس کی مقدار نہ تو اتنی کم ہو جس میں اعزاز و اکرام کا یہ پہلو بالکل ناپید ہو جائے اور نہ ہی یہ مقدار اتنی زیادہ ہو کہ شوہر کو اس کی ادائیگی کی وسعت اور طاقت ہی نہ ہو اور مہر اس کے حق میں گلے کا طوق بن کر رہ جائے۔

ازواج مطہرات وبنات طاہرات کا مہر:

حضرت ام حبیبہؓ کے سوا حضور ﷺ کی تمام ازواج مطہرات وبناتِ طاہراتؓ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی تھا جس کی مقدار پانچ سو درہم (موجودہ:1530.9 ماشے چاندی) بنتی ہے، البتہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار ہزار درہم مقرر ہوا تھا جو نجاشی بادشاہ نے ادا کیا تھا۔بہر حال اگر وسعت وطاقت ہو تو اتباع سنت کی نیت سے اتنا مہر (1530.9 ماشے چاندی) مقرر کرنا مستحب ہے۔عرف میں اس مقدار کو مہر فاطمی بھی کہتے ہیں۔(۱)

کون سی چیزیں مہر بن سکتی ہیں؟

حنفیہ کے ہاں ہر وہ چیز مہر بن سکتی ہے جو:

(۱)مال ہو، چاہے عین ہو یا کسی چیز کے منافع ہوں۔

(۲)متقوم، یعنی شرعی نقطۂ نظر سے قابلِ قیمت ہو۔

(۳)معلوم ومتعین ہو، خواہ گفتگو کے ذریعے مقدار مہر کی صراحت کر دی جائے یا اشارہ کے ذریعے مہر کی تعیین ہو جائے۔

اگر تعین کرتے وقت ان شرائط میں سے کوئی بھی شرط فوت ہو جائے تو مہر مثل واجب ہوگا۔(۲)

مذکورہ اصول کی روشنی میں تعلیم قرآن، آزاد شوہر کی خدمت وغیرہ کو مہر بنانا جائز نہیں، اس لیے مذکورہ اشیا مال نہیں، لہٰذا مذکورہ اشیا کو مہر مقرر کرنے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور عورت کے لیے مہرِ مثل واجب ہوگا۔(۳)

---

(۱) الصحیح للمسلم مع حاشیة للنووي، کتاب النکاح، باب الصداق:۱/۴۵۸، قدیمی کتب خانه، اوزان شرعیه: ص۶۲

(۲) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في مایصح تسمیته مهراً، فصل في حکم جهالة المهر:۳/۴۹۱۔۵۰۲، الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب السابع في المهر:۱/۳۰۲

(۳) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في مایصح تسمیته مهراً، فصل في حکم جهالة المهر:۳/۴۹۱۔۵۰۲، الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب السابع في المهر:۱/۳۰۲، ۳۰۳

لزومِ مہر کے اسباب:

حنفیہ کے ہاں عورت کے لیے مہر تین وجوہ سے لازم ہوتا ہے۔اگر ان تین وجوہ میں سے کوئی ایک بھی پائی جائے تو عورت کے لیے پورا مہر (چاہے مہر مسمی ہو یا مہر مثل) واجب ہو جاتا ہے۔مہر مسمی یا مہر مثل کے وجوب کے ساتھ ساتھ مذکورہ صورتوں میں عورت کو متعہ دینا، یعنی رخصتی کے وقت کپڑوں کا ایک جوڑا دینا بھی مستحب ہے۔

(۱) نکاح کے بعد شوہر بیوی کے ساتھ ہم بستری (دخول) کرلے۔

(۲) عورت شوہر کے لیے ہم بستری کے مکمل مواقع (خلوتِ صحیحہ) فراہم کردے، جہاں ہم بستری سے کوئی حسی، شرعی اور طبعی مانع نہ ہو۔

(۳) زوجین میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے۔(۱)

مختلف حالتوں میں مہر کے احکام:

(۱) نکاح کے وقت مہر متعین کیا اور پھر دخول اور خلوت کے بغیر طلاق ہوگئی تو اس صورت میں عورت کو مہر مسمی کا نصف ملے گا۔اس صورت میں عورت کے لیے نہ تو متعہ (کرتا، اوڑھنی اور چادر) مستحب ہے اور نہ واجب ہے۔

(۲) نکاح کے وقت مہر متعین نہیں کیا یا ایسی چیز کو مہر متعین کیا جس میں مہر بننے کی صلاحیت نہیں تھی اور خلوت وغیرہ سے پہلے طلاق ہوگئی تو ایسی عورت کے لیے صرف متعہ واجب ہوگا۔حنفیہ کے ہاں متعہ کی یہ قسم واجب ہے، اس لیے کہ یہاں پر مہر کا کوئی حصہ بھی واجب نہیں ہوتا۔

فقہا کے ہاں متعہ کا اصول یہ ہے کہ نکاح کی جس صورت میں مہر مثل واجب ہوتا ہے، وہاں طلاق قبل الدخول (صحبت سے پہلے طلاق) سے متعہ واجب ہوگا۔متعہ واجب ہونے کے لیے ایک اور اصول یہ ہے کہ جہاں کہیں زوجین کے درمیان قبل الدخول جدائی کا سبب مرد ہو (طلاق کے ذریعے ہو، کسی جسمانی عیب یا مصاہرت ورضاعت کی وجہ سے ہو) وہاں پر عورت کے لیے متعہ واجب ہوتا ہے، تاہم اگر جدائی کا سبب عورت ہو تو متعہ واجب نہیں ہوگا۔(۲)

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في بیان ما یتأکد به المهر:۳/ ۵۲۰، الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب السابع، الفصل الثاني:۱/۳۰۳، ۳۰۴

(۲) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب السابع، الفصل الثاني في ما یتأکد به المهر والنفقة:۱/۳۰۳، ۳۰۴، بدائع الصنائع، فصل في بیان ما یسقط به نصف المهر: ۳/۵۴۲_۵۴۷، الهدایة، کتاب النکاح، باب المهر: ۲/۳۴۶، ۳۴۷

متعہ کی مقدار:

متعہ عورت کے تین کپڑوں (کرتا، چادر اور اوڑھنی) کا نام ہے، موجودہ دور میں خاتون کے پورے لباس میں کم از کم یہ تین کپڑے شامل ہیں جس کے معیار اور قیمت کا اعتبار بیوی اور شوہر کے حالات کو دیکھ کر کیا جائے گا، تاہم اگر شوہر اپنی مرضی سے زیادہ دینا چاہے تو کوئی ممانعت نہیں، اس لیے کہ ارشاد خداوندی ہے:(۱)

﴿وَ مَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ﴾(۱)

ترجمہ: اور ان مطلقہ عورتوں کو کچھ خرچ دو، آسودہ حال پر اس کی حالت کے موافق خرچ ہے اور تنگ دست پر اس کے موافق خرچ ہے۔

نکاح کے بعد مہر متعین کرنے کا حکم:

اگر نکاح کے بعد میاں بیوی نے باہمی رضامندی سے مہر کی مقدار متعین کر دی یا قاضی نے مہر مقرر کیا تو دخول، خلوت صحیحہ اور زوجین میں سے کسی ایک کی موت کی صورت میں یہی متعین مہر واجب ہوگا، البتہ اگر ان تین امور سے قبل طلاق ہوگئی تو مہر مسمّی کا نصف واجب نہیں ہوگا، بلکہ متعہ ہی واجب ہوگا۔(۲)

کن امور سے تمام مہر ساقط ہو جاتا ہے؟

چار امور سے تمام مہر ساقط ہو جاتا ہے:

(۱) طلاق کے بغیر کسی اور وجہ سے شوہر اور بیوی کے مابین تفریق اور جدائی آجائے، بشرطیکہ عورت سے دخول اور خلوت نہ کی ہو۔ مذکورہ صورت میں تفریق کا سبب چاہے مرد ہو یا عورت؛ بہر صورت تمام مہر ساقط ہو جائے گا۔

(۲) عورت دخول سے پہلے یا بعد میں تمام مہر سے شوہر کو بری کر دے، بشرطیکہ مہر ابھی تک شوہر کے ذمے دَین، یعنی باقی ہو۔

(۳) عورت دخول سے پہلے یا بعد میں مہر کے بدلے شوہر سے خلع کر لے۔

---

(۱) البقرة: ۲۳۶

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع، الفصل الثاني في مايتأكد به المهر والنفقة: ۱/۳۰۳، ۳۰۴، بدائع الصنائع، فصل في بيان ما يسقط به نصف المهر: ۲/۳، ۵۴۲ـ۵۴۷، الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۲/ ۳۴۷

(۴) عورت تمام مہر شوہر کو ہبہ کردے۔(۱)

مہر مثل کی وضاحت:

مہرِ مثل سے مراد وہ مقدار ہے جو عورت کے دادھیالی خاندان (بہن، پھوپھی، چچازاد بہن وغیرہ) کی عورتوں کا مہر رہا ہو۔ مہرِ مثل کے وجوب کے لیے عقد کے وقت منکوحہ اور اس کے خاندان میں اس کی عمر، حسن و جمال، دولت، کنوارپن، عفت و پاکیزگی، علم و ادب اور کمالِ اخلاق کے اعتبار سے دوسری لڑکیوں کا موازنہ کیا جائے گا۔ ان شرائط میں ان لڑکیوں کا یکساں ہونا ضروری نہیں، بلکہ قریب قریب ہونا کافی ہے۔(۲)

مہر معجّل اور مؤجل:

اس پر تمام فقہا کا اتفاق ہے کہ نکاح کے وقت مہر ادا کرنا ضروری نہیں۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ پورا مہر فوراً ادا کردیا جائے یا نصف ادا کردیا جائے اور نصف کے لیے وقت متعین کیا جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پورے کا پورا مہر ادھار ہو، تاہم ادھار ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ادائیگی کے لیے خاص وقت متعین کیا جائے۔ اگر عقد کے وقت تعجیل و تاجیل کا تذکرہ کیے بغیر مہر مقرر ہوا یا تاجیل کے ساتھ مقرر ہوا، لیکن وقت متعین نہیں ہوا یا وقت متعین تھا، لیکن تعیین کا سبب مجہول تھا تو ان تمام صورتوں میں یہ مہر معجّل کہلائے گا۔(۳)

مہر کی ادائیگی اور عدم ادائیگی کے احکام:

اگر مہر نکاح کے وقت فوراً ادا نہ کیا گیا، تب بھی یہ مرد کے ذمہ ایک دَین اور قرض ہے جس کی ادائیگی اس پر واجب ہوگی۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی نے نکاح کیا، مہر بھی متعین کیا، لیکن مہر ادا کرنے کی نیت نہیں ہے تو وہ زانی اور بدکار ہے۔(۴)

---

(۱) بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان ما يسقط به كل المهر: ۵۲۸/۳، ۵۲۹

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في بيان مهر المثل: ۲۸۱/۴، ۲۸۵، الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۵۴/۲

(۳) بدائع الصنائع، فصل في بيان ما يجب به المهر: ۵۱۴/۳، ۵۱۵

(۴) مجمع الزوائد، كتاب النكاح، باب في من نوى أن لا يؤدي صداق امرأته، رقم ۷۵۰۶، ۳۷۳/۴

مہرِ معجّل کی ادائیگی سے قبل عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شوہر کو خود پر قدرت نہ دے یا اس کے گھر میں نہ رہے یا بلا اجازت سفر پر جائے، البتہ کسی متعین وقت کے ساتھ مہر کو مؤجل کرنے کی صورت میں اس کو یہ حقوق حاصل نہیں ہوں گے۔(۱)

نکاحِ شغار کا حکم:

اگر کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کسی دوسرے شخص سے اس شرط پر کرائے کہ یہ دوسرا شخص اس کے بدلے اپنی بیٹی یا بہن وغیرہ کا نکاح اس سے کرائے گا اور عورتوں کا یہ تبادلہ ہی بطور مہر مقرر ہو جائے تو یہ فعل بذات خود ناجائز ہے، البتہ دونوں نکاح منعقد ہوں گے اور دونوں لڑکیوں کے لیے مہرِ مثل لازم ہوگا۔(۲)

مہر کی مقدار میں میاں بیوی کا اختلاف:

اگر زوجین کے مابین اصل مہر، یعنی مہر کے ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہو جائے تو مہرِ مثل پر فیصلہ ہوگا اور اگر زوجین کے درمیان مہر کی مقدار میں اختلاف ہو جائے تو اول تو گواہوں کے بیان پر فیصلہ ہوگا، لیکن اگر کسی کے پاس بھی گواہ نہ ہوں تو پھر مہرِ مثل سے جس کا دعویٰ قریب ہوگا، اسے قبول کر دیا جائے گا۔(۳)

موجودہ دور میں ''نکاح نامہ'' میں حق مہر لکھا جاتا ہے یا اشامپ پیپر پر خاوند تحریری طور پر لکھ کر دیتا ہے، شریعت کی رُو سے اس میں کوئی حرج نہیں۔ نقد کے علاوہ سونا، چاندی، گھر، پلاٹ یا کوئی بھی جائیداد حقِ مہر میں دی جا سکتی ہے۔ ماہانہ اخراجات کی مد میں جو کچھ نکاح نامہ میں لکھا جاتا ہے، وہ حق مہر کا حصہ شمار نہ ہوگا۔

❁❁❁❁❁

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في بیان مایجب به المهر: ۳/۵۱۵، ۵۱۷، الهدایة، کتاب النکاح، باب المهر: ۲/۳۵۴، ۳۵۵

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب في نکاح الشغار: ٤/۲۳۷، ٤۳۸

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب المهر، مطلب مسائل الاختلاف في المهر: ٤/۲۹٦، ۲۹۷

باب المہر

(مسائل)

مہر کی کم از کم مقدار

سوال نمبر(196):

نکاح کرتے وقت میاں بیوی مال کی جو بھی مقدار بطور مہر مقرر کر لیں تو اس سے حق مہر کی تعیین ہو جائیگی یا پھر مہر کی کم از کم مقدار متعین ہے جس کا لحاظ کرنا ضروری ہے، اگر متعین ہو تو آج کل کے لحاظ سے اس کی مقدار کیا بنتی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

علمائے احناف کے ہاں مہر کی کم از کم مقدار شریعت کی طرف سے مقرر ہے، اس سے کم مقدار کا مہر متعین نہیں کیا جا سکتا، ورنہ مہرِ مثل لازم ہوگا۔ مہر کی اقل مقدار دس درہم ہے، موجودہ مالیت کے لحاظ سے یہ مقدار 30.0618 ماشے چاندی یا اس کی مروجہ قیمت کے برابر بنتی ہے، چوں کہ چاندی کی قیمت میں وقتاً فوقتاً اتار چڑھاؤ آتا رہتا ہے، اس لیے کرنسی کے لحاظ سے مہر کی اقل مقدار حتمی طور پر نہیں بتلائی جا سکتی، بوقتِ ضرورت 30.0618 ماشے چاندی کی قیمت معلوم کر کے مہر مقرر کی جا سکتی ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

أقله عشرة دراهم .(۱)

ترجمہ: مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔

❁❁❁

مہر کی مناسب مقدار

سوال نمبر(197):

مہر کتنا مقرر کرنا چاہیے؟

بیّنوا توجروا

(۱) الدرالمختار علی ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المہر: ۲۳۰/۴

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے مہر ایک اعزازیہ ہے جس سے عورت کا اعزاز و اکرام مقصود ہوتا ہے، پس مہر نہ تو اتنا کم ہو کہ اس سے مقصود ہی فوت ہو جائے اور نہ اتنا زیادہ ہو کہ شوہر کی مالی استطاعت سے باہر ہو کہ پھر شوہر عدم ادائیگی کی وجہ سے رخصتی نہ کرا سکے اور یا جزوی وکلی طور پر معاف کرانے کی نوبت آئے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں مہر کی بڑھوتری سے لوگوں کو منع کر دیا تھا۔

شریعتِ مطہرہ نے مہر کی کم از کم مقدار دس درہم مقرر کی ہے (30.0618 ماشے چاندی کے برابر ہوتا ہے) جس کی قیمت موجودہ وقت کے اعتبار سے معلوم کی جا سکتی ہے، جب کہ اس سے کم مقدار کی شریعت میں اجازت نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

أقل المهر عشرة دراهم مضروبة أوغيرمضروبة حتى يجوز وزن عشرة تبرا وإن كانت قيمته أقل.(۱)

ترجمہ: مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے، چاہے (درہم) ڈھلے ہوئے ہوں یا نہ ہوں، جائز ہے اگر چہ اس کی قیمت کم ہو۔

قال عمر بن الخطاب ألا لا تغالوا صدقة النساء فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا أو تقوى عند الله لكان أولاكم بها نبي الله صلى الله عليه وسلم ما علمت رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئا من نسائه ولا أنكح شيئا من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية.(۲)

ترجمہ:

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورتوں کے مہروں میں زیادہ تجاوز نہ کرو، کیوں کہ اگر یہ دنیا میں عزت و شرافت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں پرہیزگاری کا ذریعہ ہوتا تو آپ ﷺ تم سے اس کے زیادہ لائق تھے، لیکن مجھے نہیں معلوم کہ آپ ﷺ نے ازواجِ مطہراتؓ یا اپنی بیٹیوںؓ کے نکاح میں بارہ اوقیوں سے زیادہ مہر مقرر فرمایا ہو۔

❁❁❁

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الأول: ۳۰۲/۱

(۲) سنن الترمذي، كتاب النكاح، باب ماجاء في مهور النساء: ۲۱۱/۱

مہر کے طور پر سُسر کا زمین متعین کردینا

سوال نمبر(198):

ایک عورت کو اس کے نکاح کے وقت سُسر نے بطورِ مہر سات کنال زمین متعین کردی جو کہ اس شخص کی اپنی ملک میں تھی، اس واقعہ کو ہوئے برسوں بیت گئے۔اب اس شخص کے بیٹے (جو کہ اس عورت کے دیور ہیں) اس زمین پر قابض ہیں اور اس کے حقِ مہر ہونے کی حیثیت سے منکر ہیں، حالانکہ وہ شخص اب زندہ سلامت ہے اور اس بات کا اقرار بھی کررہا ہے۔شرعاً ایسے مہر کی کیا حیثیت ہے اور اس کا حق کس کو پہنچتا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے نکاح کے انعقاد کے دوران اگر شوہر کی بجائے اس کا ولی، یعنی باپ مہر کی ادائیگی کا ضامن بن جائے تو شرعاً یہ جائز ہے۔ایسی صورت میں چاہے میاں بیوی بالغ ہوں یا نابالغ۔بہرصورت باپ مہر کی ادائیگی کا ذمہ دار رہے گا، تاہم یہ بھی ذہن نشین رہے کہ بیوی کو جس طرح ضامن (ولی) سے مطالبہ کا حق ہے، اسی طرح اس کے لیے بالغ شوہر سے بھی مطالبہ کا حق ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی سسر نے مہر کی ذمہ داری قبول کی ہو اور اب وہ زندہ بھی ہو اور اقرار بھی کررہا ہو تو عورت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے سسر سے مہر کا مطالبہ کرے، دیور لوگوں کا اس کے حقِ مہر (متعین زمین) کے بارے میں کوئی حق نہیں پہنچتا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

قوله:(وصح ضمان الولي مهرها)أي سواء كان ولي الزوج أوالزوجة، صغيرين كاناأو كبيرين.(۱)

ترجمہ:

اور ولی مہر کا ضامن بن سکتا ہے، چاہے شوہر کا ولی ہو یا بیوی کا ولی ہو اور چاہے یہ دونوں چھوٹے ہوں یا بڑے (بالغ) ہوں۔

---

(۱)ردالمحتارعلى الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في ضمان الولي المهر:٤/٢٨٦

متعین مہر کا حق دار نکل آنا

سوال نمبر(199):

اگر ایک شخص بیوی کو کوئی کمرہ مہر کے طور پر دے دے، لیکن بعد میں پتہ چلے کہ یہ کمرہ تو اس شخص کی پہلی بیوی کا ہے، جسے وہ اس کو بطورِ مہر دے چکا تھا تو ایسی صورت میں دوسری بیوی کو بطورِ مہر کیا ملے گا؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے مہر عورت کا ازدواجی حق ہے جو کہ نکاح کرنے پر شوہر کے ذمہ واجب ہو جاتا ہے۔ اگر متعین کیا گیا مہر ضائع ہو جائے یا اس کا کوئی دوسرا اصلی مالک نکل آئے تو اگر اس چیز (مہر) کے مثل چیزیں مہیا کی جا سکتی ہیں، یعنی مہر ذوات الامثال میں سے ہو تو اسی طرح کی دوسری چیز لینے کی حق دار ہے، ورنہ اس چیز کی قیمت اسے بطورِ مہر ملے گی، لہٰذا شوہر یا تو اسی طرح کمرہ بنا کر دے یا موجودہ کمرہ کی قیمت بیوی کے حوالہ کرے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ولو تزوجها علی شيء بعینه، وهلك قبل التسلیم، أو استحق، فإن كان ذلك من ذوات الأمثال رجعت علی الزوج بالمثل، وإلا فبالقیمة.(۱)

ترجمہ:

اور اگر کسی نے عورت کے ساتھ کسی معین چیز پر شادی کی اور وہ چیز دینے سے پہلے ضائع ہوگئی یا اس کا کوئی حق دار نکل آیا تو اگر اس کے ہم مثل چیز مل سکتی ہوں تو عورت شوہر سے اسی طرح کی چیز لے گی، ورنہ قیمت لے گی۔

۞۞۞

سسر کی تعیینِ مہر اور ترکے سے اس کا حصول

سوال نمبر(200):

ایک شخص نے اپنی حیات میں بہو کو مہر کے طور پر اپنی جائیداد کی نشان دہی کر دی کہ یہی اس کا مہر ہوگا، لیکن مہر پر

(۱) الفتاوی الهندیة، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل التاسع في هلاك المهر: ۱/۳۱۶

قبضہ ہونے سے پہلے ہی وہ وفات پا گیا، اب جب کہ اس کی جائیداد کی تقسیم کی جا رہی ہے، بہو کا دعوائے مہر سامنے آیا ہے، شریعت کی رُو سے اسے مہر کا حق پہنچتا ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

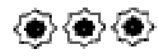
شرعی نقطہ نظر سے نکاح کرنے سے بیوی کا حق مہر شوہر کے ذمے واجب الادا ہو جاتا ہے، لیکن اگر اس کا والد مہر کی نشان دہی وادائیگی کردے تو اس سے شوہر کا ذمہ فارغ ہو جاتا ہے، البتہ اس کے لیے مہر پر قبضہ ضروری ہوتا ہے، ورنہ نزاع کی صورت میں شوہر ہی مہر کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر عورت کے سسر نے اپنی جائیداد سے مہر دینے کا وعدہ کیا ہو، لیکن ادائیگی نہیں کی ہو تو مہر اب بھی واجب الادا سمجھا جائے گا، لہٰذا سب کی رضا و رغبت کی صورت میں اسی جائیداد سے وہی متعین شدہ حصہ دیا جائے گا، ورنہ یہ بھی ممکنہ صورت ہے کہ شوہر چونکہ اب ذمہ دار ہے، اس لیے وہ مذکورہ متروکہ جائیداد میں اپنے حصے سے بیوی کا حق مہر دے دے۔ الغرض متعین شدہ حصہ کے بقدر جائیداد بہر حال بیوی کا حق مہر ہے، یہی ہو تو بہتر، ورنہ اس کی قیمت عورت کا حق ہے۔

ولو كان الابن كبيرا وضمن الأب عنه بغيرأمره في صحته، ثم مات الأب وأخذت المرأة من تركته لم ترجع ورثته.(١)

ترجمہ:

اگر بیٹا بڑا ہو اور والد اس کے کہنے کے بغیر اس کی (مہر کی) ضمانت اپنی صحت ہی میں لے لے اور پھر والد وفات پا جائے اور عورت اس کے ترکہ میں سے (مہر) لے لے تو ورثا اس سے واپس نہیں کر لیں گے۔



بہو کے مہر کی ادائیگی سے انکار کرنا

سوال نمبر (201):

ایک شخص کی شادی کے موقع پر اس کے والد نے مہر کی ادائیگی کی ذمہ داری قبول کر لی۔ اب اس کا بیٹا اس مہر کی

(١) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الرابع عشر في ضمان المهر: ٣٢٦/١

ادائیگی کا مطالبہ کر رہا ہے، جب کہ والدادائیگی نہیں کر رہا تو ایسی صورت میں مہر کی ادائیگی کس کے ذمے عائد ہوتی ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

مہر کی ادائیگی بنیادی طور پر شوہر کی ذمہ داری ہے جس کی ادائیگی نکاح کا عقد ہوتے ہی اس کے ذمے واجب ہوجاتی ہے اوراس لیے مہر کا مطالبہ شوہر سے کیا جائے گا، کسی اور رشتہ دار سے مطالبہ کرنا درست نہیں، البتہ اگر شوہر کا باپ مہر کی ادائیگی کا ذمہ قبول کرلے تو اس پر ادائیگی واجب ہے جس میں زوجین کی عمر کی کوئی قید نہیں، تاہم یہ ذہن نشین ہو کہ کہ اگر شوہر کا باپ مہر سے انکار کرلے تو شوہر پر مہر کی ادائیگی واجب ہوگی، شوہر کا ذمہ تب فارغ ہوگا، جب بیوی کو مہر کی ادائیگی ہوجائے، ورنہ شوہر سے مہر کے مطالبہ کا حق بدستور قائم رہے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

قولہ:(وصح ضمان الولي مهرها)أي سواء كان ولي الزوج أوالزوجة، صغيرين كانا أو كبيرين.(۱)

ترجمہ: اورولی مہر کا ضامن بن سکتا ہے، چاہے شوہر کا ولی ہو یا بیوی کا ولی ہو اور چاہے یہ دونوں چھوٹے ہوں یا بڑے(بالغ) ہوں۔



متنازعہ زمین بطورِ مہر مقرر کرنا

سوال نمبر(202):

ایک شخص نے بیوی کو سولہ کنال نہری زمین بطورِ مہر لکھوادی، لیکن دینے سے قبل اپنی پوری نہری زمین بیٹے کے نام کردی، بعد میں اس سے سولہ کنال زمین بیوی کو دی، اس شخص کے انتقال کے بعد مسئلہ متنازعہ ہے، کیوں کہ بیٹا اس پوری نہری زمین کو والد کی جانب سے ہبہ سمجھتا ہے اور مہر کی ادائیگی والد کے دوسرے جائیداد (رہائشی وغیرہ) سے کروانا چاہتا ہے، شرعی نقطہ نظر واضح فرمائیں۔

بیّنوا توجروا

---

(۱)ردالمحتارعلى الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في ضمان الولي المهر:۲۸٦/٤

الجواب وباللہ التوفیق :

شرعی نقطۂ نظر سے مہر کی ادائیگی شوہر کے ذمے لازم ہے، اگر زندگی میں ادا نہ کر سکے تو اس کے متروکہ مال سے ادائیگی کی جائے گی، اگر مہر کوئی متعین ومعلوم چیز ہو تو وہی چیز دی جائے گی، ورنہ اس کی مثل یا قیمت دی جائے گی۔

صورتِ مسئولہ میں اگر نہری زمین پر بیٹے کا قبضہ ثابت ہو چکا ہو تو چونکہ ہبہ قبضہ سے تام ہو جاتا ہے، لہٰذا بیوی کو مہر کی ادائیگی اسی زمین سے نہیں، بلکہ اس جیسی دوسری زمین سے (اگر موجود ہو) یا اس کی قیمت سے کی جائے گی اور اگر شوہر نے بیٹے کے قبضہ سے پہلے ہی مہر کی ادائیگی اس زمین سے کی ہو تو سولہ کنال زمین اسی نہری زمین میں سے بیوی کی ملکیت ہوگی۔

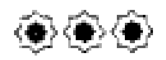
والدّليل علىٰ ذلك :

(وتتم)الهبة (بالقبض)الكامل.(قوله بالقبض)فيشترط القبض قبل الموت.(١)

ترجمہ: ہبہ پورے طور پر قبضہ کر لینے سے پورا ہو جاتا ہے، پس (ہبہ پر) قبضہ (واہب کی) موت سے پہلے شرط ہے۔

ولـو تـزوجـها علی شيء بعينه، وهلك قبل التسليم، أواستحق، فإن كان ذلك من ذوات الأمثال رجعت على الزوج بالمثل، وإلافبالقيمة.(٢)

ترجمہ: اور اگر کسی نے عورت کے ساتھ کسی معین چیز پر شادی کی اور وہ چیز دینے سے پہلے ضائع ہوگئی یا اس کا کوئی حق دار نکل آیا تو اگر اس طرح کی چیز مل سکتی ہو تو وہ عورت شوہر سے اسی طرح کی چیز لے گی، ورنہ قیمت لے گی۔



مہر کے مطالبہ کا استحقاق

سوال نمبر(203):

اگر شوہر بیوی کے حق مہر کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لیتا رہے تو کیا بیوی مہر کی وصولی کا پرزور مطالبہ کر سکتی ہے؟ نیز مہر کی ادائیگی کا یہ مطالبہ کس وقت جائز ہے؟

بینوا توجروا

---

(١)ردالمحتارعلى الدرالمختار، كتاب الهبة:٨/٤٩٣

(٢)الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل التاسع في هلاك المهر:١/٣١٦

الجواب وباللہ التوفیق:

مہر کے وجوب کا تعلق نکاح سے ہے، جب نکاح صحیح طور پر منعقد ہو جائے تو مہر بھی واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ اگر مہر معجل ہو تو فوری طور پر اور اگر مؤجل ہو تو مقررہ وقت تک اس کی ادائیگی لازمی قرار پاتی ہے۔ مہر کی ادائیگی تین امور سے موکد ہو جاتی ہے جس میں جماع، خلوتِ صحیحہ اور زوجین میں سے کسی ایک کی موت شامل ہے، لہٰذا ان تینوں میں سے کسی ایک کے موجود ہونے کی بنا پر بیوی مہر کا پرزور مطالبہ کر سکتی ہے، اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ شوہر کا مہر کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے کی صورت میں ازدواجی حق (ہم بستری) روک دے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

المهريتاكد بأحد معان ثلاثة :الدخول، والخلوة الصحيحة، و موت أحد الزوجين.(۱)

ترجمہ: مہر تین امور میں سے کسی ایک کے ساتھ موکد ہوتا ہے: دخول، خلوتِ صحیحہ اور میاں بیوی میں سے کسی ایک کی موت۔

❁❁❁

نافرمان بیوی کا مہر

سوال نمبر(204):

خاوند اور بیوی کے درمیان گھریلو امور پر ناچاقی ہوئی، بیوی میکے چلی گئی۔ اب خاوند کہتا ہے کہ میں اسے مہر ہرگز نہیں دوں گا، کیوں کہ یہ میری نافرمان ہے، جب کہ ان کا ایک بچہ بھی ہے۔ کیا شوہر اس طرح مہر کی ادائیگی روک سکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

مہر بیوی کا ایسا حق ہے جو اس کی مرضی کے بغیر نہ کم ہوتا ہے اور نہ ہی ساقط ہوتا ہے، البتہ جماع، خلوتِ صحیحہ اور میاں بیوی میں سے کسی ایک کے وفات پا جانے پر مہر مؤکد ہو جاتا ہے، یعنی اس کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر اپنی بات میں سچا ہو، تب بھی عورت کی نافرمانی کی وجہ سے اسے مہر کے حق سے

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني :۱/۳۰۳

محروم نہیں کیا جاسکتا، بلکہ اس کا مہر جماع کی وجہ سے مؤکد ہو چکا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

المهر يتأكد بأحد معان ثلاثة :الدخول، والخلوة الصحيحة، و موت أحد الزوجين.(١)

ترجمہ: مہر تین امور میں سے کسی ایک کے ساتھ موکد ہو جاتا ہے، دخول، خلوتِ صحیحہ اور میاں بیوی میں سے کسی ایک کی موت۔

❁❁❁

رخصتی سے پہلے طلاق یافتہ عورت کا مہر و نفقہ

سوال نمبر(205):

ایک عورت کا نکاح کسی شخص کے ساتھ ہو جائے، لیکن رخصتی سے قبل ہی شوہر اسے طلاق دے دے، ایسی صورت میں یہ عورت مہر اور نان نفقہ میں کتنے حصے کی حق دار بنتی ہے۔ مزید شوہر پر بیوی کے کیا حقوق لازم ہوں گے، جب کہ نکاح کے وقت مہر اور نان و نفقہ کی تعیین ہو چکی تھی۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے اگر کسی عورت کو جماع یا خلوتِ صحیحہ سے پہلے ہی طلاق مل جائے تو وہ آدھے مہر کی حق دار ہوگی، جب کہ نان نفقہ کا انحصار عورت کی رخصتی اور شوہر کے گھر میں اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے پر ہے، جب تک عورت شوہر کی مرضی سے اس کے ہاں رہنا شروع نہ کر دے، تب تک نان نفقہ کی حق دار نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں مذکورہ عورت مقررہ نصفِ مہر کے علاوہ کسی چیز کے مطالبے کا حق نہیں رکھتی، کیوں کہ ابھی خاوند کے گھر رخصتی نہیں ہوئی۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

يجب (نصفه بطلاق قبل وطئ، أو خلوة).(٢)

ترجمہ: وطی یا خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق ملنے پر آدھا مہر واجب ہوتا ہے۔

---

(١)الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني: ٣٠٣/١

(٢)الدرالمختار على صدر ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر: ٢٣٥/٤، ٢٣٦

النفقة واجبة للزوجة على زوجها مسلمة أو كافرة إذا سلمت نفسها إلى منزله.(۱)

ترجمہ: شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے، چاہے وہ بیوی مسلمان ہو یا کافر، جب وہ اپنے آپ کو شوہر کے گھر میں حوالہ کردے۔

❀❀❀

بیوی کی وفات پر واجب الادا مہر

سوال نمبر(206):

خاوند نے نکاح کرتے وقت بیوی کے لیے حق مہر کے طور پر 15 تولہ سونا، پچاس ہزار نقدی اور پانچ مرلہ رقبہ پر مشتمل ایک مکان کی تعیین کردی، لیکن صرف 8 تولہ سونا کی بروقت ادائیگی کردی، باقی مہر ابھی ذمہ پر باقی تھا کہ بیوی انتقال کرگئی، ایسی صورت میں مذکورہ مہر کا کیا حکم ہوگا؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اس میں شک نہیں کہ حقِ مہر عقدِ نکاح کر لینے سے ہی واجب ہو جاتا ہے اور جب اس کی تعیین کردی جائے تو وہی مقدار واجب ہوجاتی ہے، چنانچہ جماع، خلوتِ صحیحہ اور میاں بیوی میں سے کسی ایک کی موت کی صورت میں مہر کی ادائیگی موکد ہوجاتی ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر پہلے خلوتِ صحیحہ یا جماع ہو چکا ہو تو اس سے مہر تام ہو چکا ہے اور اگر ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی تو عورت کی موت سے مہر موکد ہوگئی ہے، اس لیے بہر صورت شوہر کے ذمے جتنا مہر باقی ہے، وہ اس عورت کے ترکہ کا حصہ شمار ہوگا۔

والدّليل علىٰ ذلك:

المهر يتأكد بأحد معان ثلاثة :الدخول، والخلوة الصحيحة، و موت أحد الزوجين.(۲)

ترجمہ: مہر تین امور میں سے کسی ایک کے ساتھ موکد ہوتا ہے: دخول، خلوتِ صحیحہ اور میاں بیوی میں سے کسی ایک کی موت۔

(۱) الهداية، كتاب النكاح، باب النفقة: ۲/ ٤٤١

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني: ۱/ ۳۰۳

طلاق کے بعد بیوی کا شوہر سے مہر کا مطالبہ کرنا

سوال نمبر(207):

شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور دونوں کے درمیان جدائی ہوگئی، اب بیوی شوہر سے مہر کا مطالبہ کر رہی ہے جو شادی کے وقت طے ہوا تھا، لیکن وہ شخص یہ سمجھ کر مہر کی ادائیگی سے انکار کر رہا ہے کہ ہمارا نکاح برقرار نہ رہ سکا، اس لیے اب مہر کی ادائیگی بھی لازم نہیں۔ تو کیا شرعی لحاظ سے عورت کا یہ مطالبہ درست ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

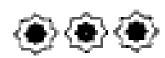
مہر بیوی کا حق ہے جو کہ شوہر پر نکاح کے وقت واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ نکاح ہو جانے کے بعد اگر اس عورت کے ساتھ یہ شوہر مل چکا ہو (ہم بستری کی ہو) یا صرف خلوت (ایسی ملاقات ہوئی) جس میں کوئی شرعی مانع نہ ہو تو اس کی وجہ سے شوہر پر پورے مہر کی ادائیگی لازم ہوگی، اگرچہ اس کے بعد شوہر بیوی کو طلاق دے دے اور جب ایک مرتبہ مہر لازم ہو چکا ہے تو اب وہ ساقط نہیں ہوگا۔

صورتِ مسئولہ میں طلاق کے بعد عورت مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے، شوہر پر واجب ہے کہ وہ پورا مہر ادا کر دے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وإذا خلا الرجل بامرأته، وليس هناك مانع من الوطئ، ثم طلقها فلها كمال المهر.(۱)

ترجمہ: اور جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں مل لے، جہاں کوئی مانعِ جماع بھی موجود نہ ہو، پھر اُسے طلاق دے دے تو اس کا حق پورا مہر ہے۔



تجدیدِ نکاح اور مہر میں اضافے کا مطالبہ

سوال نمبر(208):

اگر ایک مرتبہ میاں بیوی کے مابین شرعی نکاح ہو جائے اور طے شدہ مہر بھی ادا کر دیا جائے، لیکن رخصتی کے

(۱)الهداية، كتاب النكاح، باب المهر:۲/۳٤۷

وقت نکاح دوبارہ پڑھایا جائے تو کیا دوسری مرتبہ نکاح میں مہر کی تجدید یا دوبارہ تعیین وادائیگی ضروری ہے؟ جب کہ دلہن کا گھرانہ مہر میں اضافے کا مطالبہ کرلے۔

بيّنوا توجروا

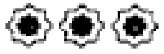
الجواب وباللّٰہ التوفیق:

مجلسِ نکاح میں دوشرعی گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول اور مہر مقرر ہونے پر نکاح منعقد ہوجاتا ہے، کسی شرعی وجہ کے بغیر اس کی تجدید کی کوئی ضرورت نہیں رہتی اور نہ ہی مہر کی دوبارہ تقرری یا بڑھوتری کی ضرورت باقی رہتی ہے، بالخصوص جب کہ مہر ادا بھی کیا جاچکا ہو۔ اگر دوسری مرتبہ نکاح پڑھایا جائے، تب بھی دوسرے مہر یا پہلے کی زیادت کا مطالبہ درست نہیں، البتہ اگر شوہر اپنی مرضی سے مہر بڑھانا چاہے تو بڑھا سکتا ہے۔

والدّليل على ذلك:

الزيادة في المهر صحيحة حال قيام النكاح عند علمائنا الثلاثة، كذا في المحيط. فإذا زادها في المهر بعد العقد لزمته الزيادة. هذا إذا قبلت المرأة الزيادة سواء كانت من جنس المهر أو لا من زوج أو من ولي.(۱)

ترجمہ: مہر میں بڑھوتری نکاح کے قائم ہونے کی صورت میں ہمارے تینوں علما کے نزدیک صحیح ہے۔ محیط میں بھی اسی طرح ہے۔ پس اگر شوہر مہر میں بڑھوتری عقد کے بعد کردے تو اس پر بڑھوتری لازم ہے (شوہر کے ذمے) یہ تب ہے، جب عورت اسے قبول کرلے، چاہے مہر کے جنس سے ہو یا نہ ہو، شوہر کی جانب سے ہو یا (اس کے) ولی کی جانب سے۔



مہر سے جان چھڑانے کی وجہ سے طلاق دینا

سوال نمبر (209):

ایک عورت کے نکاح میں رقم، سونا اور مکان کی ایسی مقدار بطورِ مہر مقرر کی دی گئی جو کہ شوہر کے دسترس سے باہر تھی۔ اس نے یہ کہہ کر شادی کرنے سے معذرت کرلی کہ اگر مہر کم کردیا جائے تو ادا کردوں گا، ورنہ طلاق دے دوں گا۔ ایسی صورت میں اس کا یہ مطالبہ کس حد تک درست ہے اور اس کا حل کیا ہے؟

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل السابع في الزيادة في المهر: ۳۱۲/۱

الجواب وباللہ التوفیق :

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے مہر اتنی مقدار میں طے کرنا چاہیے جو کہ شوہر کی طاقت سے باہر نہ ہو، تاہم نکاح کے منعقد ہوتے ہی شوہر کے ذمے بیوی کا یہ مالی حق واجب ہو جاتا ہے۔ مہر کی تعیین کی صورت میں متعینہ مقدار واجب ہو جاتی ہے، ورنہ مہر مثل واجب ہوتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں مہر کی جو مقدار متعین کر دی گئی ہے، وہی مقدار واجب الادا ہے، تاہم اگر شوہر خلوتِ صحیحہ سے قبل طلاق دے دے تو متعینہ مقدار کا نصف واجب رہے گا۔ مہر سے خلاصی کی صورت طلاق سے ممکن نہیں۔ اگر بیوی اپنی مرضی سے مہر کا کچھ حصہ یا سارا مہر معاف کر دینا چاہے تو کر سکتی ہے، ایسی صورت میں اگر جزوی طور پر مہر معاف کر دے تو متعینہ مقدار کا بقیہ واجب رہے گا، جب کہ کل مہر کی معافی سے شوہر مکمل طور پر مہر کی ادائیگی سے بری الذمہ ہو جائے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

(وصح حطها) لكله أو بعضه.(١)

ترجمہ:

عورت کا پورا مہر یا بعض مہر کم کر دینا صحیح (جائز) ہے۔

وإن طلقها قبل الدخول بها والخلوة، فلها نصف المسمى .(٢)

ترجمہ: اور اگر خاوند نے بیوی کو دخول اور خلوت سے پہلے طلاق دے دی تو وہ آدھے مہر کی حق دار ہوگی۔

❁❁❁

طلاق کے بعد جہیز ومہر کی ادائیگی

سوال نمبر(210):

میاں بیوی کی باہمی ناچاقی کی بنا پر عورت میکے جا کر بیٹھ گئی۔ اس کے والدین نے اپنے داماد سے طلاق کا مطالبہ کر دیا، شوہر صلح پر آمادہ ہے، لیکن سسرال والوں کی ہٹ دھرمی آڑے آ رہی ہے، ایسی صورت میں اگر شوہر ان کے

(١) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المہر: ٢٤٨/٤

(٢) الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ٣٤٦/٢

مطالبہ پر بیوی کو طلاق دے تو کیا پورے مہر کی ادائیگی ضروری ہوگی؟ نیز جہیز کا کیا حکم ہوگا؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے مہر نکاح کر لینے کے بعد خلوتِ صحیحہ سے لازم ہو جاتا ہے۔ بیوی کو طلاق پڑنے کی صورت میں اگر شوہر کو خلوتِ صحیحہ کا موقع میسر آ چکا ہو تو اس پر مکمل مہر واجب ہے، جب کہ جہیز عام طور پر والدین کا اپنی بیٹی کے لیے یا اس کا بعض حصہ کسی اور (مثلاً سسرال، رشتہ دار) نے دولہن کے لیے خریدا ہوا ہوتا ہے، اس بنا پر جہیز بیوی کا حق ہوگا۔

لہٰذا صورتِ مسؤلہ میں اگر شوہر بیوی کے ساتھ تنہائی میں ملا ہو (خلوت صحیحہ کی ہو) جہاں جماع کرنے سے کوئی مانع نہ ہو اور وہ طلاق دے دے تو عورت پورے مہرِ مسمی کی حق دار ہوگی، تاہم خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں نصفِ مہر لازم ہوگا، جب کہ جہیز کا وہ تمام سامان عورت کا ہوگا، جو عورت کو کسی نے بطورِ ملکیت دے دیا ہو۔

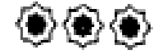
والدّلیل علیٰ ذلک :

وإذا خلا الرجل بامرأته، و ليس هناك مانع من الوطئ، ثم طلقها فلها كمال المهر.(١)

ترجمہ: اور جب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں رہے اور وہاں وطی سے مانع (کوئی امر) بھی نہ ہو اور پھر اسے طلاق دے دے تو اس کے لیے پورا مہر ہوگا۔

جهزابنته بجهاز، و سلمها ذلك ليس له الاسترداد منها. قال العلامة الشاميؒ: هذا إذا كان العرف مستمرا أن الأب يدفع مثله جهازا لاعارية.(٢)

ترجمہ: ایک شخص نے اپنی بیٹی کے لیے کچھ جہیز کا سامان تیار کر کے اس کے سپرد کر دیا تو اب اس کو یہ سامان اپنی بیٹی سے واپس لینے کا حق نہیں۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ''یہ حکم تب ہے، جب اس بات پر عرف جاری ہو کہ باپ اس قسم کا سامان جہیز میں دیتا ہے، نہ کہ عاریت کے طور پر''۔



(١) الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ٢/ ٣٤٧

(٢) رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب انفق على معتدة الغير: ٤/ ٣٠٦، ٣٠٧

جماع کے بغیر طلاق یافتہ عورت کا مہر

سوال نمبر(211):

اگر کسی عورت کا نکاح ہو جائے، رخصتی بھی ہو جائے لیکن میاں بیوی کے ایک جگہ اکٹھے ہونے سے پہلے پہلے اُسے طلاق ہو جائے تو کیا وہ اس مہر کا مطالبہ کر سکتی ہے، جو عقدِ نکاح کے وقت طے پایا تھا؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

عقدِ نکاح سے اگرچہ مرد کے ذمے عورت کا مہر واجب ہو جاتا ہے، لیکن پورے مہر کے لازم ہونے کے لیے ضروری ہے کہ شوہر نے بیوی سے جماع کیا ہو یا خلوت میں اتنا موقع ملا ہو کہ جس میں بیوی سے جماع کرنے پر قادر ہو اور کوئی شرعی مانع بھی نہ ہو۔ اگر خلوتِ صحیحہ یا وطی کے بغیر عورت کو طلاق پڑ جائے تو وہ آدھے مہر کی مستحق ہوتی ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ویجب (نصفه بطلاق قبل وطیء، أو خلوة).(۱)

ترجمہ: خلوت اور جماع سے پہلے طلاق پڑ جانے سے نصف مہر واجب ہوتا ہے۔

❁❁❁

شوہر کی وفات پر عورت کے قبضہ شدہ مہر میں میراث کا اجرا

سوال نمبر(212):

ایک عورت کو خاوند اپنی زندگی میں جائیداد بطورِ حق مہر دے دے، عورت اس پر قبضہ بھی کر لے۔ شوہر کی وفات پر اس حصہ جائیداد میں شوہر کے ورثا کا حق بنتا ہے یا نہیں؟

بینوا تؤجروا

الجواب و باللہ التوفیق:

شرعی لحاظ سے شوہر جو مال بیوی کو بطورِ مہر دے دے، وہ اُس عورت کی ملکیت بن جاتی ہے، شوہر کی وفات

(۱) الدرالمختارعلی صدرردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر:٤/٢٣٥، ٢٣٦

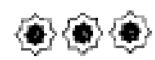
کے بعد اس کے ورثا متوفی شخص کے صرف اس مال کی تقسیم کر سکتے ہیں جس پر متوفی کی ملکیت ثابت تھی۔

صورتِ مسئولہ میں عورت کو دی جانے والی جائیداد جب اسے شوہر نے زندگی میں دے دی اور اس پر قبضہ بھی ہو چکا ہے تو یہ اسی عورت کی ملکیت میں داخل ہے، اگر ورثا اسے مالِ ترکہ سمجھتے ہیں، ادا شدہ مہر نہیں سمجھتے تو انہیں اپنا دعویٰ ثابت کرنا پڑے گا۔

والدّليل علىٰ ذلك :

والمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة :الدخول، والخلوة الصحيحة، وموت أحد الزوجين، سواء كان مسمى أو مهر المثل، حتى لا يسقط منه شيء بعد ذلك إلا بالإبراء من صاحب الحق.(١)

ترجمہ: مہر تین امور میں سے کسی بھی ایک سے موکد ہو جاتا ہے: دخول، خلوت صحیحہ اور زوجین میں سے کسی ایک کی وفات سے، چاہے مہرِ مسمّی ہو یا مہرِ مثل ہو، چنانچہ اس کے بعد مہر کا کوئی حصہ ساقط نہیں ہوتا سوائے اس کے صاحبِ حق معاف کر دے۔



مہر مقرر کیے بغیر نکاح کرنا

سوال نمبر(213):

میری شادی کو کئی سال بیت چکے ہیں، لیکن مہر کی تعیین نہ تو شادی کے وقت کی گئی اور نہ ہی اس کے بعد، ایسی صورت میں مہر کے بارے میں شریعت کا حکم واضح فرمائیں۔

بيّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

مہر بیوی کا حق ہے جس کا ثبوت بہر حال ہو جاتا ہے، چاہے شادی کے وقت اس کی تعیین ہو یا نہ ہو، متعین نہ کرنے کی صورت میں نکاح درست رہے گا، البتہ مہرِ مثل خود بخود واجب ہو جائے گا۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں حقِ مہر کی تعیین مہرِ مثل سے ہوگی، یعنی مذکورہ خاتون کی بہن وغیرہ کا جو حقِ مہر مقرر کیا

(١)الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني: ١/٣٠٣، ٣٠٤

گیا ہو اور ان دونوں کی عمر وصحت بھی یکساں ہو تو بہن کے مہر کو سامنے رکھتے ہوئے اُسی مقدار کا مہر اس خاتون کے لیے بھی متعین ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

وإن تزوجها ولم يسم لهامهراً، أو تزوجها على أن لا مهر لها، فلها مهر مثلها.(۱)

ترجمہ: اور اگر کسی نے ایک عورت کے ساتھ شادی کی اور اس کے لیے مہر کی تعیین نہیں کی گئی یا یہ طے کیا کہ مہر نہیں دیا جائے گا تو اس عورت کے لیے مہرِ مثل واجب ہوگا۔

❁❁❁

دینی تعلیم کو مہر مقرر کرنا

سوال نمبر(214):

اگر کسی عورت کے لیے نکاح کے وقت اسے دینی تعلیم دینا بطورِ مہر مقرر کیا جائے اور یہ کہ اس کو دینی ماحول میں رکھا جائے گا اور عورت اسے قبول بھی کرے تو کیا شرعی لحاظ سے ایسے مہر کی کوئی حیثیت ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق :

کسی چیز کا مہر بننے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مالِ متقوم ہو اور عام طور پر لوگ اسے مال سمجھتے ہوں، کوئی ایسی چیز یا منفعت کو مہر مقرر نہیں کیا جاسکتا جو عوض نہ بن سکے۔ جس نکاح میں کوئی ایسی چیز بطورِ مہر طے کی جائے جو کہ مال نہ ہو تو اس میں مہرِ مثل واجب ہو جاتا ہے جس کا ادا کرنا شوہر کے ذمے واجب ہو جاتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں دینی تعلیم وتربیت مال نہیں ہے، لہٰذا اسے مہر نہیں بنایا جاسکتا، لہٰذا شوہر پر مہرِ مثل واجب ہوتا ہے جس کا ادا کرنا شوہر کے ذمے واجب ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك :

ولو تزوج امرأة على أن يعلمها القرآن كان لها مهر مثلها.(۲)

---

(۱) الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۳۴۶/۲

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر: ۳۰۲/۱

ترجمہ: اگر کسی نے اس بات پر کسی عورت کے ساتھ شادی کی کہ اُسے قرآن پڑھائے گا تو اس کے لیے مہرِ مثل واجب ہوگا۔

❁❁❁

زندگی تک گھر بطورِ مہر دینا

سوال نمبر(215):

کیا بیوی کو اس کی زندگی (عمر) تک کوئی گھر بطورِ مہر دینا صحیح ہے، یعنی اس کا مہر یوں مقرر کرے کہ فلاں گھر تمہاری زندگی تک تمہارا ہے، یہی تمہارا مہر ہے۔ اس گھر میں بیوی رہے، اگر شوہر فوت ہوجائے تو یہ بیوی کی ملکیت شمار ہوگی یا شوہر کی؟

بینوا توجروا

الجواب و باللّٰہ التوفیق :

کسی کو اس کی زندگی تک کوئی چیز دینا "عمریٰ" کہلاتا ہے جس کے بارے میں ائمہ ثلاثہ (امام اعظم، امام شافعی اورامام احمد حنبل) کا قول یہ ہے کہ عمریٰ ہبہ کے حکم ہے، اس پر قبضہ کرلینے کی صورت میں یہ شخص اس کا مالک ہوجائے گا، جب کہ ملکیت کی تحدید زمانے کے لحاظ سے کرنا باطل ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر عورت نے قبضہ کرلیا ہو تو یہ اس کا حق مہر کہلائے گا، شوہر کی ملکیت اس سے ختم ہوچکی ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

(والعمریٰ جائزة للمعمرله حال حیاته، و لورثته من بعده) لمارویناه، ومعناه أن یجعل داره له مدة عمره، وإذامات ترد علیه، فیصح التملیك، ویبطل الشرط لما روینا، و قد بیناأن الهبة لا تبطل بالشروط الفاسدة.(۱)

ترجمہ:

عمر بھر کے لیے گھر دینا جائز ہے، جب تک وہ زندہ رہے اسی کا ہوگا اوراس کے بعد اس کے ورثا کا اس کی دلیل وہ روایت ہے جو ہم بیان کرچکے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی کسی کو گھر اس کی پوری عمر کے لیے دے دے اور جب

(۱) الهدایة، کتاب الهبة، باب مایصح رجوعه ومالایصح:۳/۲۹٤

وہ وفات پاجائے تو اسے واپس کر دیا جائے، پس روایتِ مذکورہ کی رُو سے اس کو مالک بنانا صحیح ہوا اور شرط باطل ہے اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہبہ شروطِ فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا۔

❁❁❁

مہر تبدیل کرنا

سوال نمبر(216):

کسی عورت کو مہر میں رہائشی مکان کا کچھ حصہ دیا گیا، کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد عورت نے ایک لاکھ روپے کے بدلے مکان کا یہ حصہ سسر والوں کو واپس کر دیا۔ کیا مہر کو اس طرح تبدیل کرنا جائز ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

مہر عورت کا ایسا حق ہے جو اسے مل جانے پر وہ اس کی مالکہ بن جاتی ہے اور وہ اپنی مملوکہ چیز میں جائز تصرفات کر سکتی ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مہر کی تبدیلی اس عورت کے لیے جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق، دخل بها زوجها أو لم يدخل، وليس لأحد من أوليائها أب ولا غيره الاعتراض عليها. (١)

ترجمہ: عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنا مالِ مہر اپنے خاوند کو ہبہ کر دے، چاہے شوہر نے اس کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہیں اور اس (عورت) کے اولیا چاہے باپ ہو یا کوئی اور ولی ہو، اس کو اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں۔

❁❁❁

مہر کی رقم سے جہیز خریدنا

سوال نمبر(217):

نکاح کے دوران بیوی کے لیے مہر کی جو مالیت بصورتِ نقد رقم مقرر ہو جائے، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیا اسی

(١) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل العاشر في هبة المهر: ٣١٦/١

رقم سے اس عورت کے لیے جہیز اور اس کی ضرورت کا دیگر سامان خریدنا جائز ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

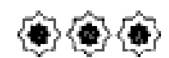
مہر ہر اس عورت کا حق ہے جس کا نکاح ہو جائے۔ اس مالی حق کا استعمال وہ من چاہے مصرف میں خرچ کر سکتی ہے، البتہ اس کے قبض کرنے اور سسرال سے وصولی میں اولیا کے کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح چونکہ اولیا مالی تصرف میں بھی اچھا کردار ادا کر سکتے ہیں اور کسی خاندان کے فرد (اس عورت) کے بنیادی ضروریات کے لیے بہترین خریداری اولیا ہی کر سکتے ہیں، اس لیے تصرف کا حق بھی اولیا کو سونپ دیا گیا ہے، تاہم مہر کی رقم سے خریدی گئی اشیا دلہن کی ملکیت رہیں گی۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وفیها اقبض الأب مهرها، وهي بالغة أو لا، وجهزها، أو قبض مكان المهر عينا، ليس لها أن لاتجيزه؛ لأن ولاية قبض المهر إلى الآباء، وكذا التصرف فيه.(١)

ترجمہ:

باپ نے بیٹی کا مہر قبض کیا، چاہے وہ بالغہ ہو یا نابالغہ، اور اُسے جہیز دیا، یا مہر کی جگہ کوئی چیز لے لی، تو بیٹی کو اجازت نہ دینے کا حق حاصل نہیں، کیوں کہ باپ کو مہر لینے اور اس میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہے۔



حقِ مہر معاف کرنا

سوال نمبر (218):

ایک شخص شادی کرتے وقت اپنی بیوی کے لیے باقاعدہ مہر کی تعیین کر دیتا ہے، لیکن ادائیگی سے قبل ہی بیوی اپنا یہ حق معاف کر کے دستبردار ہو جاتی ہے تو ایسی صورت میں شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب لأبي الصغيرة المطالبة بالمهر: ٤/٣١٥

الجواب وباللہ التوفیق :

مہر عورت کا حق ہے اور یہ حق وہ کم بھی کر سکتی ہے، اگر چاہے تو بالکلیہ معاف بھی کر سکتی ہے، تاہم یہ ضروری ہے کہ یہ معافی کسی معاشرتی دباؤ کی وجہ سے نہ ہو، لہٰذا اگر عورت نے واقعی اپنا حق مہر معاف کر دیا ہو تو اس سے شوہر بری الذمہ ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک :

(وصح حطها)لکله، أو بعضه (عنه).(۱)

ترجمہ: اور عورت کا کل مہر معاف کر دینا یا بعض مہر کم کر دینا جائز ہے۔

❁❁❁

مطلقہ بیوی کے مہر اور جہیز کی واپسی

سوال نمبر(219):

ایک شخص نے دوسری شادی ایک لڑکی کے ساتھ اس شرط پر کی کہ میں عرصہ سال دو سال تمہیں بیوی ظاہر نہیں کروں گا، تاکہ پہلی بیوی کے ساتھ تنازعہ کی نوبت نہ آئے، چنانچہ شادی کے بعد اس لڑکی کو گھر میں بسا لیا، لیکن ظاہر یہ کیا کہ یہ ہماری گھر کی خادمہ (نوکرانی) ہے، چند مہینے بعد دوسری بیوی نے خود کو اس کی بیوی ظاہر کرنے کی کوشش کی تو شوہر نے اس کے لیے الگ گھر کا انتظام کر لیا، لیکن وہ اپنی سوکن کے ساتھ اسی گھر میں رہنے پر اصرار کرنے لگی، بالآخر روٹھ کر چلی گئی اور میکے میں دیگر اقربا سے مل کر طلاق کا مطالبہ کرنے لگی، حالانکہ اس شادی پر شوہر کا ڈھائی لاکھ روپے خرچہ آیا ہے، جس میں ایک لاکھ نقدی بطورِ مہر دیا ہے، جب کہ زیورات، کپڑوں اور دیگر ساز وسامان پر ڈیڑھ لاکھ تک خرچ کیے ہیں۔ اب حق مہر کا کیا حکم ہے اور خرچ کیے گئے دیگر اخراجات کو کس چیز پر محمول کیا جائے، جب کہ حالات بیوی کی طرف سے بگڑے ہوئے ہیں۔ اس مسئلہ کا شرعی حل کیا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق :

شرعی نقطہ نظر سے ہر مسلمان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بیویوں کے درمیان عدل وانصاف اور باہمی مساوات

(۱)الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر: ۲٤۸/٤

رکھتے ہوئے ایک سے زائد شادیاں کرسکتا ہے، البتہ ہر نکاح اور ہر بیوی کے اپنے اپنے شرعی حقوق اور تقاضے ہیں جن کا الگ الگ لحاظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ نکاح کر لینے سے بیوی کو مہر دینا واجب ہوجاتا ہے، اسی طرح نفقہ اور رہائشی سہولت دلانا بھی بیوی کا ازدواجی حق ہے، البتہ ان حقوق کے اپنے حدود ہیں جن سے تجاوز کرنا بیوی کو زیب نہیں دیتا۔

صورتِ مسئولہ میں دوسری بیوی کو رہائش دینا اس کا حق ہے، لیکن یہ مطالبہ پورا کرنا لازم نہیں کہ وہ سوکن ہی کے ساتھ رہے، بالخصوص جب دوسری بیوی اس کا حق رکھتی ہے کہ وہ اکیلی رہے۔ اسی طرح بیوی کو ساتھ رکھنے سے اس کا نفقہ واجب ہوتا ہے، لیکن اگر وہ روٹھ کر میکے چلی جائے اور اس کا روٹھنا کسی جائز مطالبہ کی وجہ سے نہ ہو، جیسا کہ صورتِ مسئولہ میں ہے تو اس کا نفقہ ساقط ہوجاتا ہے۔ مہر کے طور پر ادا کی گئی رقم اس کا شرعی حق ہے۔ دیگر اخراجات جن چیزوں پر آئے ہیں، اگر شوہر نے یہ ساری چیزیں اُسے ہدیہ وہبہ کردی ہوں تو یہ اس کی مالکہ رہے گی۔

لہٰذا مذکورہ مسئلہ کو حتی الامکان باہمی طور پر حل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ناکامی کی صورت میں اگر بیوی خواہ مخواہ طلاق پر مصر ہو تو مہر کو کلی یا جزوی طور پر واپس کرکے خلع کرسکتی ہے اور اگر شوہر اپنی رضا سے طلاق دینا چاہے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

والدّلیل علیٰ ذلک :

(وعلى الزوج أن يسكنها في دارٍ مفردة ليس فيها أحد من أهله إلا أن تختار ذلك) لأن السكنى من كفايتها فيجب لها، كالنفقة، وقد أوجبه الله تعالى مقروناً بالنفقة، وإذا وجب حقاً لها ليس له أن يشرك غيرها فيه؛ لأنها تتضرر به، فإنها لا تأمن على متاعها ويمنعها عن المعاشرة مع زوجها، ومن الاستمتاع إلا أن تختار؛ لأنها رضيت بانتقاص حقها. (۱)

ترجمہ:

شوہر پر لازم ہے کہ بیوی کو ایسے اکیلے گھر میں بسائے جہاں اس کے گھرانے کا کوئی فرد نہ ہو، ہاں اگر وہ خود اختیار کرلے کیونکہ رہائش اس کی کفایت میں سے ہے تو نفقہ کی طرح اس پر واجب ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے نفقہ کے ساتھ ملا کر واجب فرمایا ہے اور جب اس کے حق کے طور پر واجب ہوا تو وہ اس میں کسی اور کو شریک نہیں کرسکتا، کیوں کہ اس سے بیوی نقصان اٹھائے گی، عورت اپنے گھریلو سامان کی حفاظت نہیں کر سکے گی اور اس سے وہ

(۱) الهداية، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۲/٤٤٥

خاوند کے ساتھ رہنے اور فائدہ لینے سے رکی رہے گی، ہاں اگر وہ خود اختیار کرے، کیوں کہ وہ اپنا حق چھوڑنے پر خود راضی ہوئی ہے۔

وإذا خلا الرجل بامرأته، و ليس هناك مانع من الوطئ، ثم طلقها، فلها كمال المهر.(۱)

ترجمہ:

اور جب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں رہے اور وہاں وطی سے مانع (کوئی امر) بھی نہ ہو اور پھر اسے طلاق دے دے تو اس کے لیے پورا مہر ہوگا۔

❀❀❀

بیوی کے مہر سے جائیداد خریدنا

سوال نمبر(220):

اگر بیوی کو حق مہر کے طور پر دیے گئے زیورات سے زمین خریدی جائے اور اس پر گھر بھی تعمیر کرلیا جائے تو یہ کس کی ملکیت شمار ہوگی؟ کیا عورت کو اپنے حق سے دستبردار کیا جائے یا کسی اور صورت میں اُسے حق کی ادائیگی ضروری ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مہر عورت کا حق ہے۔ جب وہ اپنے حق پر قبضہ کرلے تو وہ اپنی مرضی سے اپنی مملوکہ چیز میں جو تصرف کرنا چاہے، کرسکتی ہے۔

صورتِ مسئولہ میں بیوی کی اجازت کے بغیر اس کے مہر میں تصرف کرنا ناجائز ہے، لہٰذا خریدی ہوئی زمین کی مالکہ اس کی بیوی ہے، اگر وہ معاف کرنا چاہے تو بھی نفسیاتی دباؤ اور معاشرتی آداب کے لحاظ سے بیوی کا اپنا حق معاف کرنا بہر حال باعثِ تشویش ہے، یعنی اس میں دباؤ کا شبہ رہتا ہے، تاہم اگر وہ اس کی مالکہ بن جانے کے بعد اس پر قبضہ کرکے اپنی مرضی سے شوہر کو ہبہ کرنا چاہے تو کرسکتی ہے۔

والدّليل علىٰ ذالك:

للمرأة أن تهب مالها لزوجها من صداق دخل بها زوجها أولم يدخل، وليس لأحد من

(۱) الهداية، كتاب النكاح، باب المهر: ۳٤٧/۲

أولیائها أب ولا غیره الاعتراض علیها.(۱)

ترجمہ:

عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنا مال مہر اپنے خاوند کو ہبہ کر دے، چاہے شوہر نے اس کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہیں اور اس (عورت) کے اولیا چاہے باپ ہو یا کوئی اور ولی ہو، اس کو اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں۔

❁❁❁

ہم بستری کرنے سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں مہر

سوال نمبر (221):

ایک شخص نے منگنی میں نکاح کیا، لیکن رخصتی نہیں ہوئی، نکاح میں تین لاکھ روپے اور ایک بنگلہ بطور مہر مقرر ہوا، اب یہ شخص رخصتی سے پہلے ہی عورت کو چھوڑنا چاہتا ہے تو ایسی صورت میں مہر کے بارے میں کیا حکم ہے؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو ہم بستری یا خلوتِ صحیحہ کرنے سے پہلے ہی طلاق دے تو اس پر مقرر شدہ مہر کا نصف حصہ ادا کرنا لازم ہوگا۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر نے اپنی بیوی سے ہم بستری یا خلوت صحیحہ نہ کی ہو تو اس صورت میں طلاق دینے سے اس پر مہر مذکورہ کا نصف حصہ ادا کرنا لازم ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(و) یجب (نصفه بطلاق قبل وطئ، أو خلوة).(۲)

ترجمہ:

ہم بستری یا خلوت (صحیحہ) سے قبل طلاق دینے کی صورت میں مہر کا آدھا حصہ لازم ہوتا ہے۔

❁❁❁

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب السابع في المهر، الفصل العاشر في الهبة: ۳۱۶/۱

(۲) الدر المختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر: ۲۳۵/۴، ۲۳۶

مہر میں ازخود اضافہ کرنے کے بعد رجوع کرنا

سوال نمبر(222):

بندہ نے اپنی دوسری بیوی مسماۃ شمیم کے نکاح میں پانچ مرلہ پلاٹ اور اس پر تین لاکھ روپے کی عمارت قائم کرنا اور پندرہ تولے سونا مہر لکھ کر دیا اور اسے یہ مہر ادا بھی کر دیا، لیکن پلاٹ پر تین لاکھ کی بجائے میں نے دس لاکھ روپے لگا دیے اور مکان بیوی کے حوالہ کر دیا تو کیا اب میں اس سے زائد لگی ہوئی رقم واپس لے سکتا ہوں؟ کیا میری وفات کے بعد میری اس بیوی کو اس کا شرعی حصہ میراث میں ملے گا؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

نکاح میں بطور مہر جتنی مقدار متعین ہو جائے، اتنی مقدار کی ادائیگی لازم اور ضروری ہے، لیکن اگر کوئی شوہر اپنی مرضی سے زائد از مہر کوئی چیز (مال وغیرہ) بیوی کو دے دے اور بیوی اس مقدار پر قبضہ بھی کر لے تو یہ ہبہ کہلائے گا، شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو کوئی چیز ہبہ کرنے کے بعد واپسی کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر بیوی نے زائد خرچہ کی ذمہ داری قبول نہیں کی تھی، بلکہ اس شخص نے اپنی ہی خوشی سے تعمیر میں زیادہ خرچ کر کے مکان بیوی کے قبضہ میں دے دیا ہے تو یہ اس کی طرف سے تبرع و احسان ہے۔ اب اس زائد خرچہ کی واپسی کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے، نہ ہی اس ہبہ کی وجہ سے بیوی کو شوہر کے مالِ میراث سے اپنا شرعی حصہ لینے سے محروم کیا جا سکتا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

ومنها أن یكون الموهوب مقبوضا حتی لایثبت الملك للموهوب له قبل القبض.(۱)

ترجمہ: صحت ہبہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ شئ موہوب پر موہوب لہ قبضہ بھی کر لے، لہٰذا قبضہ کرنے سے پہلے موہوب لہ کی ملک ثابت نہ ہوگی۔

وإذا وهب أحدالزوجین لصاحبه لایرجع في الهبة، وإن انقطع النكاح.(۲)

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب الهبة: ۴/ ۳۷۴

(۲) الفتاوی الهندیة، کتاب الهبة، الباب الخامس فی الرجوع فی الهبة: ۴/ ۳۸۶

ترجمہ:

جب میاں بیوی میں سے کوئی ایک دوسرے کوکوئی چیز ہبہ کرے تو پھر اس کو ہبہ میں رجوع کرنے کا حق نہیں، اگرچہ نکاح ٹوٹ جائے۔

❁❁❁

بیوی فوت ہونے پر مہر کا حکم

سوال نمبر(223):

اگر بیوی فوت ہو جائے تو کیا خاوند پر مہر کی ادائیگی لازم رہے گی یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

بیوی فوت ہو جانے کی صورت میں بھی خاوند پر مہر کی ادائیگی لازم رہے گی اور اس صورت میں مہر عورت کی میراث کا حصہ بن کر اس کے ورثا میں تقسیم ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

فالمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة:الدخول، والخلوة الصحيحة وموت أحدالزوجين.(۱)

ترجمہ:

مہر تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ موکد ہو جاتا ہے:(۱) ہم بستری کرنے سے (۲) خلوتِ صحیحہ سے (۳) میاں بیوی میں سے کسی ایک کے مرجانے سے۔

❁❁❁

رخصتی سے قبل خاوند کے مرنے کی صورت میں مہر و میراث کا حکم

سوال نمبر(224):

ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا، لیکن رخصتی سے پہلے پہلے خاوند مرگیا۔کیا یہ بیوی اس متوفی کی

(۱)بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان ماىتاکدبه المهر:۳/ ۵۲۰

جائیداد میں سے میراث اور مہر کی حق دار ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

نکاح منعقد ہونے سے نکاح کے تمام احکام لازم ہو جاتے ہیں، چاہے رخصتی اسی وقت عمل میں آئے یا بعد میں۔ نیز نکاح کے بعد اگر خاوند ہم بستری سے قبل ہی وفات پا جائے تو بیوی مکمل مہر اور میراث کی حق دار بن جاتی ہے۔

لہٰذا سوال میں مذکورہ عورت متوفی کی بیوی ہونے کی وجہ سے اس کے ترکہ میں اپنے حصۂ میراث اور اسی طرح مکمل مقرر شدہ مہر کی حق دار ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ومن سمی مهرا عشرة فمازاد، فعليه المسمى إن دخل بها، أومات عنها.(١)

ترجمہ: جو شخص دس دراہم یا اس سے زیادہ مہر مقرر کرلے تو بیوی سے ہم بستری کرنے یا مر جانے کی صورت میں اس پر مقرر شدہ مہر کی ادائیگی لازم ہوگی۔

❁❁❁

بیوی میں دائمی بیماری کی وجہ سے طلاق دینے کی صورت میں مہر

سوال نمبر(225):

خاوند بیوی کے ساتھ ہم بستری کرنے کے بعد کسی دائمی بیماری کی بنا پر اس کو طلاق دینا چاہتا ہو تو اس پر مکمل مہر کی ادائیگی لازم ہوگی یا نصفِ مہر کی؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

کسی عذر وضرورت کے بغیر بیوی کو طلاق دینا شریعت کی نگاہ میں مبغوض وناپسندیدہ عمل ہے، بہر حال بیوی سے ہم بستری یا خلوتِ صحیحہ کرنے کے بعد طلاق دینے کی صورت میں خاوند پر مکمل مہر کی ادائیگی لازم ہوتی ہے، لہٰذا ذکر کردہ

(١) الهداية، كتاب النكاح: ٣٤٦/٢

خاوند پر پورے مہر مقرر کی ادائیگی لازم ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

فالمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين.(١)

ترجمہ: مہر تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ساتھ موکد ہو جاتا ہے: (۱) ہم بستری کرنے سے (۲) خلوت صحیحہ سے (۳) میاں بیوی میں سے کسی ایک کے مرجانے سے۔

وإذا تأكد المهر لم يسقط، وإن جاءت الفرقة من قبلها.(٢)

ترجمہ: مہر جب موکد (واجب) ہو جائے تو پھر ساقط نہیں ہوتا، اگرچہ جدائی کا سبب بیوی کی طرف سے ہو۔

❁❁❁

منکوحہ کے حقِ مہر میں خاوند کے ورثا کا دعویٰ

سوال نمبر (226):

خاوند کی طرف سے منکوحہ کو حق مہر میں دیے گئے مکانات یا جائیداد میں ورثا کوئی دعویٰ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

خاوند اپنی مملوکہ اشیا میں سے بیوی کو حق مہر میں جو کچھ بھی دے، وہ خالصتاً بیوی کی ملکیت ہے، اس میں کسی کا بھی دعویٰ درست نہیں۔

لہٰذا خاوند نے اپنی ذاتی جائیداد یا مکانات میں سے بیوی کو جو مہر میں دیا ہو، اس میں بشمولِ خاوند کے کوئی بھی شخص ملکیت یا حصہ داری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

أن المهر ملك المرأة، وحقها.(٣)

(۱) بدائع الصنائع، کتاب النكاح، فصل في بيان ما يتأكد به المهر: ٣/ ٥٢٠

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الثاني......: ١/ ٣٠٦

(۳) بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان ما يجب به المهر: ٣/ ٥١٩

ترجمہ:

مہر عورت کی ملک اور اس کا حق ہے۔

❁❁❁

شادی شدہ عورت کا فرضی نکاح کر کے معاوضہ لینا

سوال نمبر(227):

پاکستان میں مقیم شخص کینیڈا جانے کا خواہش مند ہے، چنانچہ وہ کینیڈا میں مقیم ایک شادی شدہ عورت سے رابطہ کرتا ہے، دونوں یہ معاہدہ کرتے ہیں کہ ہم ایک فرضی نکاح کر کے اس کے کچھ کاغذات بنالیں گے اور پھر ان کاغذات کی بدولت یہ عورت کینیڈا کی حکومت سے اپیل کرتی ہے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے، لہٰذا اس کو کینیڈا آنے کی اجازت دی جائے، یوں اس شخص کو کینیڈا کا ویزہ مل جاتا ہے، معاہدہ میں یہ بھی طے پاتا ہے کہ یہ شخص اس عورت کو مذکورہ کام کی انجام دہی پر دس ہزار ڈالر ادا کرے گا، پھر کینیڈا پہنچنے پر ان دونوں کی ملاقات بھی ضروری نہیں، بلکہ بعض دفعہ بینک اکاؤنٹ کے ذریعے رقم اس عورت کو مل جاتی ہے، اس سارے معاملے کے بعد کاغذی کارروائی کے ذریعے عورت کو طلاق ہو جاتی ہے۔ مذکورہ تمام معاملہ پہلے شوہر کی رضامندی اور اس کی اجازت سے سرانجام پاتا ہے تو کیا:

(۱)......پہلے خاوند کی رضامندی کے ہوتے ہوئے مذکورہ بالا ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہو جائے گا؟

(۲)......اس دوسرے نکاح سے پہلے شوہر کے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا؟

(۳)......اس طریقے سے کمائے جانے والے ان دس ہزار ڈالر کا کیا حکم ہے؟ کیا اس کو مہر قرار دے کر جواز کا حکم دیا جاسکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے، تو منجملہ دیگر امور کے اس امر کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ وہ عورت کسی دوسرے مرد کے نکاح میں نہ ہو، ورنہ دوسرا نکاح باطل اور حرام ٹھہرے گا، اس تمہید کے بعد مسئولہ صورت کے متعلق مندرجہ ذیل امور ملاحظہ ہوں:

(۱)......اس عورت کا اجنبی مرد سے تعلقات قائم کر کے حکومت سے یہ اپیل کرنا کہ یہ میرا شوہر ہے، لہٰذا اس کو پاکستان

سے میرے پاس آنے کی اجازت دی جائے، دھوکہ دہی اور کذب بیانی ہے جس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(۲)...... پہلے شوہر کا اس تمام معاملے پر مطلع ہونے کے باوجود خاموشی اختیار کرنا، حد درجے کی بے غیرتی ہے۔

(۳)...... مسئولہ صورت میں عورت پہلے سے منکوحہ ہے، اس نکاح کے ہوتے ہوئے اگر یہ عورت کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ ایجاب وقبول کر کے نکاح کرتی ہے تو یہ دوسرا نکاح باطل ہے، اور اس سے پہلے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۴)...... پہلے نکاح کے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح کرنا اور عورت کا اس پر رقم کا مطالبہ کرنا معصیت پر اجرت لینے کے سوا کچھ نہیں اور بلاشبہ معصیت پر لی جانے والی اجرت حرام ہے، اس رقم کو مہر قرار نہیں دیا جاسکتا، کیوں کہ مہر کے ذریعے محل کی شرافت کی نشان دہی ہوتی ہے، حالانکہ مذکورہ صورت درحقیقت شرافتِ محل کی بجائے اس کی اہانت کی موجب ہے، لہٰذا یہ مہر شرعی نہیں، بلکہ مہر البغی کی ایک صورت ہے، علاوہ ازیں یہ شہادتِ کاذبہ پر اجرت لینا ہے جو کہ حرام ہے۔

حاصل یہ کہ مسئولہ معاملہ قطعاً جائز نہیں، اس معاملہ کی بنیاد پر لی جانے والی رقم نکاح ثانی میں مہر کے طور پر مقرر ہو، تب بھی جائز نہیں، کیوں کہ یہ نکاح باطل ہے اور اگر یہ رقم مذکورہ شخص کو کینیڈا پہنچانے کی اجرت کے طور پر لی جاتی ہے، تب بھی حرام ہے، کیوں کہ یہ دھوکہ دہی اور شہادتِ کاذبہ پر اجرت لینا ہے جو کہ حرام ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

ولایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ، وکذلك المعتدة.(۱)

ترجمہ:

کسی شخص کے لیے کسی کی بیوی سے اور اسی طرح عدت گزارنے والی عورت سے شادی کرنا جائز نہیں۔

(ولایجوز الاستیجار علی الغناء، والنوح، وکذا سائر الملاهي)لأنه استیجار علی المعصیة، والمعصیة لاتستحق بالعقد.(۲)

ترجمہ:

گانے بجانے، نوحہ کرنے اور اسی طرح دیگر لہو کاموں کو اجارہ پر لینا جائز نہیں، کیوں کہ یہ گناہ کے کاموں پر اجارہ ہے اور معصیت کا استحقاق عقد کی بنا پر نہیں ہوسکتا۔

❀❀❀

(۱)الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، القسم السادس: ۱/۲۸۰

(۲)الهدایة، کتاب الاجارة، باب الاجارة الفاسدة: ۳/۳۰۶

مہر کی مقدار کے بارے میں سسر اور داماد کا اختلاف

سوال نمبر(228):

نکاح میں میری بیٹی کا مہر دو لاکھ روپے، بارہ تولے سونا اور چھ مرلے کا ایک مکان مقرر ہوا اور رخصتی کی تاریخ متعین ہوگئی۔ اب رخصتی کو کچھ دن باقی ہیں، لیکن شوہر مہر کی مذکورہ مقدار کے مقرر ہونے سے انکار کر کے کہتا ہے کہ اس نے پچاس ہزار روپے، دو تولے سونا اور تین مرلے کا مکان مہر تسلیم کیا تھا۔ حالانکہ میری بیٹی اور میں نے مذکورہ بالا مہر مقرر کیا تھا جسے شوہر نے منظور بھی کیا تھا۔ ایسی صورت میں کیا میں اپنی بیٹی کی رخصتی نہ کرانے کا مجاز ہوں؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

مہر کی مقدار میں اختلاف پیدا ہو جانے کی صورت میں اس کا حل یہ ہے کہ خاوند یا بیوی میں سے جس کے پاس دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادلہ عورتیں بطورِ گواہ موجود ہوں تو اس کا قول معتبر ہوگا، اگر کسی کے پاس بھی شرعی گواہ نہ ہو تو جس کا قول لڑکی کے مہر مثل (مہر مثل وہ ہوتا ہے جو کہ اس عورت کے والد کے خاندان میں اس جیسی لڑکیوں کے لیے عام طور سے مقرر ہوتا ہے) کے موافق ہو، اس کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل متوسط مقدار میں ہو، یعنی شوہر کی بیان کردہ مقدار سے زیادہ اور عورت کی بیان کردہ مقدار سے کم ہو تو دونوں کو قسم دی جائے گی، اگر دونوں اپنے دعوے میں سچے ہونے کی قسم کھالیں تو مہر مثل لازم ہو جائے گا۔

مہر کی مقدار میں اختلاف سے نکاح کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور جب نکاح ہو جائے تو شوہر کا حق بنتا ہے کہ بیوی اس کے حوالے کر دی جائے، لہٰذا آپ اپنی بیٹی کی رخصتی میں رکاوٹ بننے کے مجاز نہیں، ہمارا مشورہ آپ کو یہ ہے کہ علاقہ کے بڑوں اور علما کی خدمات حاصل کر کے مہر کی مقدار کا تصفیہ مذکورہ بالا طریقہ سے کر لیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وإن اختلفا (في قدره حال قيام النكاح، فالقول لمن شهد له مهر المثل) بيمينه (وأي أقام بينة قبلت). قال ابن عابدين: قوله: (فالقول لمن شهد له مهر المثل) أي فيكون القول لها إن كان مهر مثلها كما قالت، أو أكثر، وله إن كان كما قال، أو أقل، وإن كان بينهما أي أكثر مما قال، وأقل مما قالت

ولاَبيّنة تحالفا، ولزم مهر المثل. (۱)

ترجمہ:

اگر نکاح کے قائم ہونے کی حالت میں میاں بیوی کے درمیان مہر کی مقدار میں اختلاف ہو جائے تو دونوں میں سے جو بھی گواہ پیش کردے، اس کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں تو جس کے حق میں مہرِ مثل گواہی دے، اس کا قول اس کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں: یعنی اگر مہرِ مثل بیوی کی بیان کردہ مقدار سے زیادہ یا اس کے موافق ہو تو اس کا قول معتبر ہے اور اگر مہرِ مثل شوہر کی بیان کردہ مقدار کے موافق یا اس سے کم ہو تو اس کا قول معتبر ہوگا، اگر مہرِ مثل درمیانی مقدار میں ہو یعنی خاوند کے بیان کردہ مقدار سے زیادہ اور بیوی کے بیان کردہ مقدار سے کم ہو اور دونوں کے پاس گواہ بھی نہ ہوں تو دونوں قسم کھائیں گے اور پھر مہرِ مثل لازم ہو جائے گا۔

❁❁❁

مہرِ مؤجل میں والد کا مملوکہ مکان مقرر کرنا

سوال نمبر(229):

میں نے اپنی بیوی سے شادی کرتے وقت مہرِ معجّل ایک لاکھ بیس ہزار روپے کا زیور اور مہر موجل کے طور پر ایک مکان مقرر کیا جو درحقیقت میرے والد صاحب کا ہے، مہرِ معجّل کی ادائیگی شادی کے موقع پر ہی کردی گئی، اب بادل نخواستہ میں نے بیوی کو طلاق دے دی ہے، میرے سسر نے عدالت میں اس مکان کے حصول کے لیے مقدمہ دائر کردیا ہے جو مہر میں مقرر ہوا تھا، آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ کیا میری بیوی اس مکان کی حق دار ہے؟ جب کہ یہ مکان خود میرا نہیں، بلکہ میرے والد صاحب کی ملکیت ہے۔

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

مہر بیوی کا حق ہے، خواہ مؤجل ہو یا معجّل جس کا ادا کرنا لازمی ہے۔ مذکورہ مکان کو مہر مؤجل کے طور پر مقرر کرتے وقت اگر آپ کے والد نے بوقتِ مطالبہ اس کے ادا کرنے کی ضمانت دی ہے تو پھر یہی مکان آپ کی بیوی کا حق ہے جس کا مطالبہ وہ آپ سے یا آپ کے والد سے کرنے کا حق رکھتی ہے اور اگر آپ کے والد نے اس کی

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المہر: ۲۹۷/۴

ضمانت نہیں دی، بلکہ آپ نے ازخود ان کے مملوکہ مکان کو مہر میں مقرر کردیا تھا تو ایسی صورت میں اگر آپ کا والد اپنی خوشی سے بطور ہبہ یا آپ سے قیمت وصول کرکے مکان آپ کو دے دے تو بعینہ یہ مکان مہر میں ادا کرنا ضروری ہے اور اگر وہ مکان کسی بھی صورت میں دینے کو تیار نہ ہو تو آپ پر اس مکان کی قیمت ادا کرنا لازم ہے۔ مہر سے کسی صورت میں بھی چھٹکارا نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

وإذا تزوجها علی هذاالعبد، وهو ملك الغیر، أوعلی هذه الدار، وهي ملك الغیر، فالنکاح جائز والتسمیة صحیحة، فبعدذلك ینظر إن أجاز صاحب الدار، أوصاحب العبدذلك، فلها عین المسمی، وإن لم یجز المستحق لایبطل النکاح، ولاالتسمیة حتی لایجب مهر المثل، وإنما تجب قیمة المسمی .(۱)

ترجمہ:

جب کوئی شخص کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ مہر میں یہ غلام یا یہ گھر دے گا، حالانکہ وہ غیر کی ملک ہو تو نکاح جائز ہے اور مہر کی یہ تقرری صحیح ہے، پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا اگر اس گھر یا اس غلام کے مالک نے اس کی اجازت دے دی تو عورت کو عین مقرر کردہ چیز لینے کا حق ہے اور اگر مالک نے اجازت نہیں دی تو نہ نکاح باطل ہوتا ہے اور نہ ہی تسمیہ، کہ مہر مثل لازم ہو، بلکہ مقرر کردہ چیز کی قیمت لازم ہوتی ہے۔

❁ ❁ ❁

حقِ مہر میں دیے ہوئے مکان میں نند کا دعویٰ

سوال نمبر(230):

عرض یہ ہے کہ ہم پانچ بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ ہمارے والد صاحب نے اپنی زندگی میں ہم سب بھائیوں کی شادیاں کروائیں اور وہ خود ہر بیٹے کے نکاح کے وقت موجود رہے۔ ہر بیٹے کے نکاح میں انہوں نے اپنے گھر میں سے 1/5 حصہ ہر ایک بہو کو حقِ مہر میں دیا، اب جب ہمارے والد صاحب وفات پاگئے ہیں تو ہماری بہنیں یہ مطالبہ کررہی ہیں کہ والد صاحب کے اس گھر میں ہمارا بھی حصہ ہے۔ ازراہِ کرم اس مسئلہ کی شرعی وضاحت فرماکر شکرگزار فرمائیں۔

بیّنوا تؤجروا

(۱)الفتاوی الهندیة، کتاب النکاح، الباب السابع في المهر، الفصل الاول:۱/۳۰۳

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے مہر کی ادائیگی خاوند کی ذمہ داری ہے، نہ کہ والد کی، تاہم والد کا ازخود بیٹے کی طرف سے بہو کو مہر ادا کرنا ایک تبرع ہے جس کے پورا ہونے کے لیے عورت کی طرف سے اس پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر والد نے ازخود ہر بہو کو مذکورہ گھر کا 1/5 حصہ باقاعدہ متعین اور تقسیم کر کے مہر میں دیا ہو اور ہر بہو نے اپنا حصہ قبض بھی کر لیا ہو تو اس صورت میں یہ گھر ان ہی کا حق مہر ہے جس میں کسی اور کا دعویٰ کرنا صحیح نہیں، لیکن اگر سسر کی زندگی میں ان حصوں کی باقاعدہ تعیین وتقسیم نہ ہوئی ہو یا تقسیم ہوئی ہو، لیکن بہوؤں کی طرف سے قبضہ نہ پایا گیا ہو تو یہ گھر والد کی مِلک سے نہیں نکلا، لہٰذا ایسی صورت میں اس کی وفات کے بعد یہ گھر اس کے شرعی ورثا (جن میں بیٹیاں بھی آتی ہیں) ہی میں ان کے حصوں کے مطابق تقسیم ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

لأن المهر مال يلزم ذمة الزوج، ولايلزم الأب بالعقد.(۱)

ترجمہ: کیوں کہ مہر وہ مال ہے جو عقدِ نکاح سے شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے، باپ کے ذمہ لازم نہیں ہوتا۔

إذاأعطى الأب أرضافي مهرامرأته، ثم مات الأب قبل قبض المرأة لاتكون الأرض لها؛لأنهاهبة من الاب لم تتم بالتسليم .(۲)

ترجمہ:

جب باپ اپنی بہو کے مہر میں زمین دے دے اور پھر عورت کی طرف سے قبضہ ہونے سے پہلے باپ مرجائے، تو یہ زمین اس کی مِلک نہیں ہوگی، کیوں کہ یہ باپ کی طرف سے ہبہ ہے جو کہ سپرد کر کے پورا نہیں ہوا۔

❁❁❁

شوہر کی وفات کے بعد سسرال والوں سے مہر کا مطالبہ

سوال نمبر(231):

شوہر نے مجھے مہر میں پندرہ تولے سونا، آدھا گھر اور مبلغ پچاس ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا تھا اور باقاعدہ

(۱) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر :۲۸۷/٤

(۲) البحرالرائق، كتاب النكاح، باب المهر، تحت قوله(وصح ضمان الولي المهر) :۳۰۷/۳

اسٹامپ بھی لکھا گیا۔شادی کے بعد اس نے صرف چھ تولے سونا ادا کیا۔اب میرا شوہر فوت ہو چکا ہے۔کیا میں بقیہ مہر کا مطالبہ اپنے سسر یا شوہر کے بھائیوں سے کر سکتی ہوں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

واضح رہے کہ مہر ادا کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے،ہاں اگر سسر یا کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے مہر ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کرلیں تو ان سے بھی مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔

صورتِ مسؤلہ میں اگر حسبِ بیان شوہر نے بیوی کو پندرہ تولے سونا، آدھا گھر اور پچاس ہزار روپے بطورِ مہر ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا،لیکن وہ اس میں سے صرف چھ تولے سونا ادا کرنے کے بعد فوت ہوگیا تو بقیہ مہر اس کے ذمہ قرض ہے۔اگر اس کے ترکہ میں اتنا مال ہو کہ جس سے بقیہ تمام مہر یا اس کا کچھ حصہ ادا کیا جاسکے تو ادا کردیا جائے گا، ورنہ یہ اُسی کے ذمہ قرض رہا، اگر بیوی معاف نہ کرے تو شوہر قیامت کے دن اس کا حساب دے گا، اگر اس کے والدین یا بھائیوں نے اس مہر کے ادا کرنے کی ذمہ داری قبول نہیں کی تو ان سے مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

لأن المہر مال یلزم ذمة الزوج، ولایلزم الأب بالعقد.(۱)

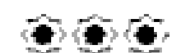
ترجمہ:

کیوں کہ مہر وہ مال ہے جو عقدِ نکاح سے شوہر کے ذمہ لازم ہوتا ہے، باپ کے ذمہ لازم نہیں ہوتا۔

(وصح ضمان الولي مہرھا......وتطالب أیاشاء ت)من زوجھا البالغ، أوالولي الضامن.(۲)

ترجمہ:

ولی کا عورت کے مہر کا ضامن ہونا صحیح ہے۔۔۔اور وہ اپنے بالغ شوہر اور ضمانت لینے والے ولی میں سے جس سے چاہے، مطالبہ کر سکتی ہے۔



(۱)ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المہر: ۲۸۷/٤

(۲)الدرالمختار علیٰ صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المہر: ۲۸۷/۱

بوقتِ نکاح طلاق دینے کی صورت میں شوہر پر ماہانہ خرچہ لازم کرنا

سوال نمبر(232):

عقدِ نکاح میں مہر مقرر کرتے وقت زید پر بیوی کو طلاق دینے کی صورت میں مہر کے علاوہ تاحیات ہزار روپے ماہانہ ادا کرنے کی شرط عائد کی گئی ہے۔کیا بیوی کو طلاق دینے کی صورت میں زید پر ان ہزار روپوں کی ادائیگی لازم ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

نکاح کی وجہ سے مرد پر مقررہ مہر کی ادائیگی لازم ہوتی ہے اور پھر طلاق دینے کی صورت میں عدت کا نان ونفقہ اور رہائش کا خرچہ مرد پر لازم ہے، اس کے علاوہ بوقتِ نکاح یہ شرط لگانا کہ عورت کو طلاق دینے کی صورت میں شوہر پر تاحیات ہر ماہ بیوی کو ہزار روپے دینا لازم ہوگا، ایک شرط فاسد ہے جس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ خود یہ شرط باطل ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(لایبطل)النکاح (بالشرط الفاسدو)إنما(یبطل الشرط دونه).(۱)

ترجمہ:

نکاح شرطِ فاسد کی وجہ سے باطل نہیں ہوتا، بلکہ نکاح کی بجائے شرطِ فاسد خود باطل ہو جاتی ہے۔

❁❁❁

مہر بن سکنے والی اشیا

سوال نمبر(233):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کون کون سی اشیا مہر بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں؟ نیز کیا شوہر مہر میں اپنی خدمات پیش کر سکتا ہے؟

بیّنوا توجروا

(۱) الدر المختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۵۱/۴

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نکاح میں ہر وہ چیز بطور مہر مقرر کی جا سکتی ہے جو از روئے شریعت مال متقوم ہو، واضح رہے کہ آزاد شخص کی خدمات ومنافع بھی مال متقوم ہیں، لیکن آزاد شوہر کا خاص بیوی کی خدمت کرنا بطور مہر مقرر نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ اس میں شوہر کی اہانت وتذلیل ہے جو کہ جائز نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

المهر إنما يصح بكل ماهو مال متقوم، والمنافع تصلح مهراغيرأن الزوج إذاكان حراء وقد تزوجها على خدمته إياهاجاز النكاح، ويقضى لهابمهرالمثل عندأبي حنيفة، وأبي يوسف.(١)

ترجمہ:

ہر اس چیز کو مہر مقرر کرنا صحیح ہے جو کہ مال متقوم ہو اور منافع مہر بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں، لیکن جب شوہر آزاد شخص ہو اور وہ عورت کے ساتھ اس شرط پر شادی کر لے کہ شوہر اس کی خدمت کرے گا تو ایسی صورت میں امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نکاح جائز ہے (اور مہر باطل متصور ہو کر) بیوی کے لیے مہر مثل کا فیصلہ کیا جائے گا۔

❁ ❁ ❁

مہرِ مسمّٰی میں نقدی کے عوض کوئی اور چیز ادا کرنا

سوال نمبر(234):

بکر پر دس ہزار روپے مہر مقرر کیا گیا ہے۔ کیا وہ بیوی کو اس کی رضامندی سے ان دس ہزار روپوں کے عوض کوئی اور چیز، مثلاً زیور یا گائے وغیرہ دے سکتا ہے؟ کیا اس طرح مہر ادا ہو جائیگا؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

مہر کی مقرر کردہ مقدار بیوی کا شوہر پر دَین ہوتا ہے۔ لہٰذا مسئولہ صورت میں بکر پر بیوی کو دس ہزار روپے ادا کرنا ہی لازم ہے، لیکن اگر وہ اپنے اس دَین کے عوض بیوی کو کوئی اور چیز دے اور بیوی برضا ورغبت مقررہ مہر کے عوض وہ چیز لینے پر راضی ہو تو یہ بیع کی طرح ایک معاملہ ہو کر جائز ہے۔ اس طرح شوہر کے ذمے سے مہر کی رقم ساقط

(١) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الاول: ١/ ٣٠٢

ہوجائے گی۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

فلأن المسمی دین في ذمته.(۱)

ترجمہ:

کیوں کہ مقرر شدہ مہر شوہر کے ذمہ دَین ہوتا ہے۔

وفي الشریعة ماذکره المصنفؒ بقوله :هومبادلة المال بالما ل بالتراضي. (۲)

ترجمہ:

اور اصطلاح شریعت میں بیع کی تعریف وہ ہے جو کہ مصنفؒ نے یہ کہہ کر ذکر کی ہے کہ بیع مال کو مال کے ساتھ باہمی رضامندی کے ساتھ تبدیل کرنے کو کہتے ہیں۔

❁❁❁

باپ کی زندگی میں حصہ رسدگی حق مہر میں لکھنا

سوال نمبر(235):

زید نے دورانِ نکاح بیوی کا مہر مقرر کرتے ہوئے کہا کہ:''باپ کی جائیداد میں میرا جو حصۂ میراث متوقع ہے، وہ بیوی کو مہر میں دیتا ہوں'' جس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ باپ کی وفات کے بعد جو حصہ میراث میں اس کو ملے، وہ بیوی کا مہر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں زید کی بیوی کو مہر میں کیا ملے گا؟ خصوصاً جب کہ زید باپ کی زندگی ہی میں وفات پاجائے۔

بیّنواتؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

بیٹا باپ کی زندگی ہی میں اس کی ذاتی جائیداد میں کوئی حق نہیں رکھتا۔ باپ کی زندگی میں بیٹے کا متوقع حصۂ میراث ایک مجہول چیز ہے کیوں کہ اس کا علم کس کو ہے کہ باپ کی وفات کے وقت اس کی مِلک میں کون کون سی اشیا

(۱)الهدایة، کتاب النکاح، باب المهر:۲/ ۳۵۷

(۲)البحرالرائق، کتاب البیع:۵/ ۴۳۰

ہوں گی؟ نیز اس کے کتنے وارث زندہ موجود ہوں گے؟ وغیرہ وغیرہ، جب کہ مہر میں جو چیز مقرر کی جائے، اس کا متعین ومعلوم ہونا ضروری ہے، اگر مہر میں کوئی مجہول چیز مقرر کی گئی تو ایسی صورت میں مہرِ مثل لازم ہوگا۔

صورتِ مسئولہ میں چونکہ مقرر کردہ مہر (یعنی باپ کی زندگی ہی میں اس کی جائیداد میں سے زید کا متوقع حصہ میراث) ایک مجہول چیز ہے، اس لیے یہ بطورِ مہر مقرر کرنا معتبر نہ ہوگا، بلکہ اس صورت میں زید پر مہرِ مثل لازم ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

المهر المسمى أنواع ثلاثة:(نوع)هومجهول الجنس والوصف كمالوتزوجها على ثوب، أو دابة، أو دار، فلهامهرالمثل.(١)

ترجمہ:

مقرر شدہ مہر کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ اس کی جنس اور وصف دونوں مجہول ہوں جیسا کہ کوئی شخص عورت کے ساتھ کسی (غیر معین) کپڑے، جانور یا گھر کے عوض شادی کر لے، تو اس صورت میں وہ مہرِ مثل کی حق دار ہوگی۔

❁❁❁

مہر میں مقررہ چیز کے بدلے نقدی ادا کرنا

سوال نمبر(236):

اگر مہر میں تین گائے مقرر ہوں تو کیا شوہر ان کی قیمت مہر میں دے سکتا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر مہر میں کوئی ایسی چیز مقرر کی جائے کہ نوع تو بیان کر دی جائے، لیکن اس کا وصف مجہول ہو تو شوہر کو اختیار ہے، چاہے تو اس نوع کی متوسط چیز بیوی کو مہر میں دے دے، چاہے اس کی قیمت دے دے۔

مسئولہ صورت میں شوہر مہر میں متوسط درجے کی تین گائے بھی دے سکتا ہے اور ان کی قیمت سے بھی مہر کی ادائیگی کر سکتا ہے۔

---

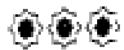
(١) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع، الفصل الخامس: ١/٣٠٩

والدلیل علیٰ ذلک:

أن المسمی إذا کان من غیر النقود بأن کان عرضا، أو حیوانا............وإن علم نوعه، وجهل وصفه، کفرس، أوثوب هروي، أوعبد صحت التسمیة، وتخیر بین الوسط، أوقیمته.(۱)

ترجمہ:

جب مقرر شدہ مہر نقود کے علاوہ کسی اور جنس سے ہو، مثلاً سامان یا حیوان ہو۔۔۔۔۔۔تو اگر اس کا نوع معلوم ہو اور وصف مجہول ہو، مثلاً: گھوڑا، ہروی کپڑا یا غلام؛ تو مہر کی یہ تقرری درست ہے اور شوہر کو ان اشیا میں سے متوسط درجے کی چیز یا اس کی قیمت دینے کا اختیار ہے۔



منگنی اور رخصتی دونوں میں نکاح ہو تو کون سا مہر لازم ہوگا؟

سوال نمبر(237):

ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ منگنی میں ایک دفعہ مقرر کردہ مہر کے ساتھ نکاح ہو جاتا ہے، لیکن پھر رخصتی میں بھی نکاح ہو کر مہر کی ایک قلیل مقدار مزید مقرر ہو جاتی ہے جو شوہر پر اسی وقت ادا کرنا لازم سمجھا جاتا ہے، لیکن رخصتی کے دوران ہونے والے نکاح میں مہر کی مقدار پہلے کی بنسبت انتہائی کم ہوتی ہے مثلاً منگنی میں جو نکاح ہوتا ہے، اگر اس میں مہر ایک لاکھ روپے مقرر ہوا تو دوران رخصتی ہونے والے نکاح میں ایک ہزار روپے مہر مقرر ہو جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں کون سا مہر معتبر ہوگا؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

منگنی میں نکاح ہونے کے بعد رخصتی میں تجدید نکاح کرتے وقت اگر دوبارہ مہر مقرر کرنے سے مقصود مہر میں زیادتی کرنا ہو تو ایسی صورت میں یہ دوسرا مہر اصل مہر میں زیادتی متصور ہوگی، البتہ شوہر پر مہر کی یہ زیادتی بیوی سے ہم بستری یا صرف خلوتِ صحیحہ کرنے یا میاں بیوی میں سے کسی ایک کے مرجانے کی صورت میں ہی لازم ہوگی، یعنی اگر خدانخواستہ شوہر نے بیوی سے ہم بستری یا خلوت صحیحہ ہونے سے پہلے ہی بیوی کو طلاق دے دی تو پھر صرف پہلے نکاح

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المهر: ۴/ ۲۷۰

میں مقررہ مہر کا نصف حصہ ہی شوہر پر ادا کرنا لازم ہوگا۔

اور اگر دورانِ رخصتی عقدِ ثانی محض احتیاط کی بنیاد پر کیا جائے اور اس سے مقصود مہر میں زیادتی کرنا نہ ہو تو پھر نکاح اول میں مقرر کردہ مہر ہی شوہر پر لازم ہوگا، نکاح ثانی میں مقررہ مہر کا اعتبار نہ ہوگا۔

صورتِ مسئولہ میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا عقد محض احتیاط کی بنیاد پر نہیں ہوتا، بلکہ مہر میں کچھ ایسا اضافہ کرنے کے لیے ہوتا ہے جس کی ادائیگی مرد پر اسی وقت لازم سمجھی جاتی ہے اور اس سے مقصود مہر میں زیادتی کرنا ہوتا ہے، لہٰذا جب ان تین امور میں سے کوئی امر متحقق ہو جائے تو پہلے سے مقرر شدہ مہر کے ساتھ بعد والی زیادتی لازم ہوگی۔ اس طرح کرنے سے پہلے والا مقرر شدہ مہر ساقط نہ ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وفتوى القاضي الإمام على أنه لايجب بالعقد الثاني شيء إلاإذاعنى به الزيادة في المهرفحينئذ يجب المهرالثاني كذافي الخلاصة......وإن جددالنكاح للاحتياط لاتلزمه الزيادة بلانزاع (١)

ترجمہ:

امام قاضی خانؒ کا فتویٰ یہ ہے کہ عقد ثانی کے سبب کوئی چیز لازم نہیں ہوتی، ہاں جب شوہر کا عقد ثانی سے مقصود مہر میں اضافہ کرنا ہو تو مہر ثانی بھی لازم ہوگا، اسی طرح خلاصہ میں ہے۔۔۔۔۔اور اگر نکاح کی تجدید محض احتیاط کی بنا پر ہو تو بلا اختلاف زیادت لازم نہیں ہوگی۔

والزيادة إنماتتأكدبأحدمعان ثلاثة:إمابالدخول، وإمابالخلوة الصحيحة، وإمابموت أحد الزوجين، فإن وقعت الفرقة بينهما من غيرهذه المعاني الثلاثة بطلت الزيادة، وتنصف الأصل، ولاتنتصف الزيادة.(٢)

ترجمہ:

زیادت تین وجوہات کی بنا پر مؤکد ہوتی ہے، دخول یا خلوت صحیحہ یا میاں بیوی میں سے کسی ایک کے مرنے سے، لہٰذا اگر میاں بیوی کے درمیان مندرجہ بالا تین وجوہات میں سے کسی ایک کے بغیر جدائی واقع ہوئی تو مہر کا یہ اضافہ باطل ہو جائے گا اور اصل مقدار کا نصف شوہر پر لازم ہوگا، نہ کہ اضافی مقدار کا۔

❀❀❀

(١) الفتاوى الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع، الفصل السابع: ٣١٣/١

(٢) ایضاً

نکاح نہ ہونے کی صورت میں منگنی میں دی ہوئی اشیا کی واپسی

سوال نمبر(238):

پانچ سال پہلے میری منگنی بڑے دھوم دھام سے ہوئی، کافی لوگ شریک ہوئے، پھر مجھے ٹی بی کی بیماری لاحق ہوئی، اب مسلسل علاج کرنے کے بعد بالکل ٹھیک ہوں۔ اب لڑکی والے لڑکی دینے سے انکار کر رہے ہیں، ایسی صورت حال میں ہم ان سے منگنی میں ہونے والے خرچے کا مطالبہ کرسکتے ہیں یا نہیں؟ منگنی کے بعد مختلف مواقع پر بھیجے گئے کپڑے اور تحائف وغیرہ ان سے واپس لے سکتے ہیں یا نہیں؟ لڑکی والوں کا منگنی سے انکار کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

عام طور پر منگنی وعدۂ نکاح کی حیثیت رکھتی ہے اور کسی شرعی عذر کے بغیر وعدہ کی خلاف ورزی کرنا سخت گناہ ہے۔ احادیث مبارکہ میں یہ منافق کی علامت قرار دی گئی ہے۔

منگنی میں ہونے والے خرچے، تحائف اور نقدی میں سے جو چیزیں لڑکی والوں نے استعمال کرکے ختم کردی ہوں، ان کی واپسی کا مطالبہ درست نہیں، البتہ ان تحفے تحائف اور نقدی وغیرہ کا مطالبہ کرنا جائز ہے، جو فی الوقت لڑکی والوں کے پاس موجود ہوں۔

والدلیل علیٰ ذلك:

فما یقع في قری دمشق من أن الرجل یخطب امرأۃ، ویصیر یکسوھا، ویھدي إلیھا في الأعیاد، ویعطیھا دراھم..........فإذا أبت أن تتزوجه ینبغي أن یرجع علیھا بغیر الھدیة الھالکة.(۱)

ترجمہ: دمشق کی بستیوں میں جو یہ رواج چل پڑا ہے کہ مرد کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجتا ہے تو اس کو کپڑے دینا، عید کے موقع پر تحفے اور دراہم دینا شروع کردیتا ہے۔۔۔۔۔ پس جب عورت اس مرد سے شادی کرنے سے انکار کردے تو مرد اس سے ہلاک شدہ تحائف کے علاوہ دیگر تحفے واپس لے سکتا ہے۔



(۱) رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المھر، مطلب انفق علی معتدۃ الغیر: ۴/۳۰۶

دلہن کو دیا جانے والا سونا کس کی مِلک ہے؟

سوال نمبر(239):

آج سے تقریباً چھ سال پہلے پچاس ہزار روپے مہر پر میری شادی مسمّی گل خان سے ہوئی، رخصتی سے پہلے شوہر کی طرف سے سات تولہ سونا بنوا کر مجھے دیا گیا، شادی کے دو تین سال بعد میرا شوہر چھوٹی موٹی بات پر مجھ سے لڑنے جھگڑنے لگا اور بالآخر پچھلے مہینے اس نے مجھے طلاق دے دی۔اب وہ مجھ سے مذکورہ زیور کی واپسی کا مطالبہ کر رہا ہے، ازروئے شریعت اس سونے کا حق دار کون ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر شوہر نے بیوی کو زیور دیتے وقت یہ تصریح کی ہو کہ یہ عاریت ہے تو اس کے لیے اس کی واپسی کا مطالبہ کرنا درست ہے، لیکن اگر زیور دیتے وقت صراحتاً کہا ہو کہ یہ ہدیہ وتحفہ ہے تو اس صورت میں یہ بیوی کی ملکیت ہے، خاوند اس کا حق دار نہیں اور اگر سونا دیتے وقت ہدیہ یا عاریت وغیرہ کی کوئی تصریح نہیں کی تو عرف ورواج کے مطابق فیصلہ ہوگا، عرف ورواج بھی نہ ہو تو پھر شوہر کا قول معتبر ہوگا، اگر وہ کہے کہ اس نے زیور عاریتاً دیا ہے تو پھر اس کو واپس لینے کا حق ہے اور اگر کہے کہ ہدیہ کے طور پر دیا ہے تو واپسی کا مطالبہ جائز نہیں، عام طور پر ہمارے عرف میں بیوی کو زیور ہدیہ وتحفہ کے طور پر دیا جاتا ہے جو بیوی کی ملکیت ہوتی ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وإذابعث الزوج إلی أهل زوجته أشياء عندزفافها منها ديباج فلما زفت إليه أراد أن يسترد من المرأة الديباج ليس له ذلك إذابعث إليها علی جهة التمليك.(۱)

ترجمہ: جب شوہر بیوی والوں کی طرف رخصتی کے وقت کچھ اشیا بھیجے جن میں ریشمی کپڑے بھی ہوتے ہیں، پھر جب دلہن کی رخصتی ہو جائے اور شوہر بیوی سے یہ ریشمی کپڑے واپس لینا چاہے تو اس کو واپسی کا حق نہیں، بشرطیکہ اس نے یہ چیزیں بطورِ تملیک بھجوائی ہوں۔

قال ابن عابدين:قلت :ومن ذلك مايبعثه إليها قبل الزفاف في الأعياد، والمواسم من نحو ثياب

---

(۱)الفتاوی الهندية، كتاب النكاح، الباب السابع، الفصل السادس عشر:۱/۳۲۷

وحلي، وكذا مايعطيها من ذلك، أومن دراهم، أودنانير صبيحة ليلة العرس، ويسمى في العرف صبحة، فإن كل ذلك تعورف في زماننا كونه هدية لامن المهر.(۱)

ترجمہ: علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ: ''اسی حکم میں وہ چیزیں بھی شامل ہیں جو شوہر رخصتی سے پہلے عیداور دیگر مواقع پر دلہن کی طرف بھیجتا ہے، مثلاً: کپڑے اور زیورات، اور اسی طرح شوہر ان کپڑوں، زیور یا دراہم اور دنانیر میں سے جو کچھ دلہن کو شبِ زفاف کی صبح دیتا ہے، جسے عرف میں صبحہ (جسے ہمارے عرف میں سلامی) کہا جاتا ہے، یہ تمام چیزیں ہمارے زمانے کے عرف میں ہدیہ جانی جاتی ہیں، نہ کہ مہر''

❁❁❁

جہیز کی مِلکیت

سوال نمبر(240):

نکاح کے وقت لڑکی کے ساتھ جو سامان جہیز کے نام سے دیا جاتا ہے، یہ کس کی مِلکیت ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جہیز کا سامان دیتے وقت اگر دینے والا کوئی تصریح کرے تو اسی کے موافق حکم ہوگا، یعنی اگر جہیز دیتے وقت دینے والا یہ تصریح کرے کہ یہ سامان لڑکی کو تحفے میں دیا جارہا ہے تو پھر یہ لڑکی کی ملکیت ہے اور اگر یہ کہے کہ یہ سامان لڑکے کو تحفے میں دیا جارہا ہے تو لڑکا اس کا مالک متصور ہوگا اور اگر دینے والا یہ تصریح کرے کہ جہیز بطور عاریت (صرف استعمال کے لیے) لڑکے یا لڑکی کو دے رہا ہوں تو پھر دینے والا ہی اس کا مالک ہے، لیکن اگر دینے والے نے ایسی کوئی تصریح جہیز دیتے وقت نہیں کی تو پھر بنابر عرف یہ سارا سامان لڑکی کی مِلکیت متصور ہوگی، جس میں کسی کا کوئی حق نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

جهزابنته بجهاز، وسلمها ذلك ليس له الاسترداد منها. قال العلامة الشاميؒ: هذاإذاكان العرف مستمرا أن الأب يدفع مثله جهازا لاعارية.(۲)

(۱) ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب فيمايرسله إلى الزوجة: ۳۰۳/۳

(۲) رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب انفق على معتدة الغير: ۳۰۶/۴، ۳۰۷

ترجمہ:

ایک شخص نے اپنی بیٹی کے لیے کچھ جہیز کا سامان تیار کر کے اس کے سپرد کر دیا تو اب اس کو یہ سامان اپنی بیٹی سے واپس لینے کا حق نہیں۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ''یہ حکم تب ہے، جب اس بات پر عرف جاری ہو کہ باپ اس قسم کا سامان جہیز میں دیتا ہے نہ کہ عاریت کے طور پر''۔

❁❁❁

جہیز کی شرعی حیثیت

سوال نمبر (241):

دور حاضر میں جہیز کا رواج بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ دین اسلام میں جہیز کی حیثیت کیا ہے؟ جہیز کا سامان خریدنے میں استطاعت سے بڑھ کر کمال دکھانے کی کوششوں کو اسلام کس نظر سے دیکھتا ہے؟

بيّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شادی میں والد کی طرف سے بیٹی کو جہیز دینے کا رواج فی نفسہ شریعت کے خلاف نہیں، بلکہ نکاح کے وقت بیٹی کو جہیز دینا سنت نبوی سے ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو شادی کے وقت جہیز مرحمت فرمایا تھا، لیکن چونکہ دینِ اسلام افراط و تفریط سے بالکل پاک ایک فطری دین ہے، اس لیے بیٹی کو جہیز دینے میں اس قدر افراط سے کام لینا کہ اس کے لیے استطاعت سے بڑھ کر قرضے لیے جائیں یا اس کی وجہ سے جوان بیٹیوں کی شادی میں نامناسب تاخیر کی جائے یا اس کو نمود و نمائش کا ذریعہ بنایا جائے؛ قطعاً مناسب نہیں، خلاصہ یہ کہ جہیز دینے میں اپنی حیثیت کے مطابق اہتمام کرنا شریعت کے موافق ہے اور اس میں غلو سے کام لینا خلافِ شریعت ہے جسے ترک کر دینا واجب اور ضروری ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

عن علیؓ قال: جهّز رسول الله ﷺ فاطمة في خميل، وقربة، ووسادة حشوها اذخر.(١)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فاطمہؓ کو ایک سیاہ رنگ کی چادر ''خمیل''، ایک مشکیزہ اور ایک تکیہ جس میں اذخر (گھاس کی قسم) بھری ہوئی تھی، جہیز میں دی تھی۔

(١) الامام النسائي، احمد بن شعيب بن علي، سنن النسائي، كتاب النكاح، جهاز الرجل ابنته: ٢/٧٧

کتاب الرضاع

(مباحث ابتدائیہ)

تعارف اور حکمتِ حرمت:

شریعتِ مطہرہ میں جن اسباب کی بنا پر مرد و عورت کے درمیان ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہوجاتا ہے، ان میں سے ایک سبب رضاعت بھی ہے۔ دراصل ماں بیٹے کے مابین جو محبت، شفقت اور ایثار پایا جاتا ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بیٹا مکمل طور پر اپنی ماں کا جز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیدائش کے وقت سے لے کر رضاعت کے وقت تک یہ ماں بیٹا، یک جان دو قالب کا مصداق بنے رہتے ہیں۔ یہی علت، یعنی جزئیت رضاعی ماں اور رضاعی بیٹے کے مابین بھی پائی جاتی ہے، اس لیے کہ بیٹے کی بقا اور اس کے اعضا کا نمو اور پختگی رضاعی ماں کے دودھ کی مرہونِ منت ہوتی ہے، لہٰذا جو عزت و شرافت اللہ تعالیٰ نے حقیقی ماں کو مرحمت فرمائی ہے، وہی عزت رضاعی ماں کو بھی عطا فرمائی اور وہ عزت یہ ہے کہ رضاعی ماں کو بھی حقیقی ماں کی طرح ہمیشہ کے لیے محرم قرار دے کر اس سے نکاح کرنا حرام قرار دیا، اس لیے کہ نکاح میں عورت مستفرشہ، یعنی صحبت زدہ بنائی جاتی ہے جو کہ رضاعی ماں اور دوسرے قریبی رضاعی لڑکیوں کے لیے کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے بعثت سے پہلے اور بعد دونوں ادوار میں اپنی رضاعی ماں بی بی حلیمہ سعدیہ، اپنی رضاعی بہنوں اور ان کے خاندان کو جو عزت دی ہے، وہ امت کے لیے ایک نمونہ ہے۔(۱)

رضاعت کی لغوی تعریف:

رضاعت اور رضاع لغت میں راء کے فتحہ اور کسرہ دونوں کے ساتھ ہے۔ یہ پستان چوسنے اور اس سے دودھ پینے کے معنی میں آتا ہے۔ لغت کے اعتبار سے جانور کے تھن سے دودھ چوسنا بھی رضاعت کہلائے گی۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ فرماتے ہیں:

"هو لغة شرب اللبن من الضرع و الثدي".(۲)

ترجمہ: رضاعت لغت میں تھن یا پستان سے دودھ پینے کو کہتے ہیں۔

---

(۱) حاشية على الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۴/۳۸۸، ۳۸۹، حاشية بدائع الصنائع، كتاب الرضاع: ۵/۶۲

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۴/۳۹۰، ۳۹۱

رضاعت کی اصطلاحی تعریف:

(هو مص من ثدي آدمية) ولو بكراً أو ميتة أو آئسة (في وقت مخصوص) هو (حولان ونصف عنده وحولان) فقط (عندهما وهو الأصح) وبه يفتي.(۱)

اصطلاحِ شریعت میں کسی عورت (اگرچہ باکرہ، مردہ، ضعیف العمر بوڑھی ہی کیوں نہ ہو) کے پستان کو ایک مخصوص وقت میں چوسنے کو رضاعت کہتے ہیں۔ یہ مخصوص وقت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ڈھائی سال اور صاحبین کے نزدیک صرف دو سال ہے، یہی اصح قول ہے اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے۔

باب الرضاع سے متعلقہ اصطلاحات:

(۱) مرضعہ یا مرضع: دو سال سے کم عمر کے بچے کو دودھ پلانے والی عورت۔

(۲) رضیع: دو سال یا اس سے کم عمر میں کسی عورت سے دودھ پینے والا بچہ۔(۲)

حرمتِ رضاعت کا ثبوت:

رضائی ماں اور بہن کی حرمت کا ثبوت تو خود قرآن کریم کی اس آیت سے ثابت ہے:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾(۳)

البتہ اس کے علاوہ رشتوں کی حرمت رسول اکرم ﷺ کے ارشادِ گرامی سے ثابت ہے:

"يحرم من الرضاع مايحرم من النسب".(٤)

ترجمہ: رضاعت سے وہ رشتے حرام ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوئے ہیں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کے دور سے لے کر آج تک پوری امت کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ نسب کی وجہ سے جو رشتے حرام ہیں، وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوں گے۔(۵)

---

(١) الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ٤/ ٣٩٠-٣٩٤

(٢) الموسوعة الفقهية، مادة رضاع: ٢٢/ ٢٣٨ (٣) النساء: ٢٣

(٤) الصحيح للمسلم، كتاب الرضاع، باب يحرم من الرضاع مايحرم من الرحم: ١/ ٤٦٧

(٥) حاشيه على ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ٤/ ٣٩١، ٣٩٢

مدتِ رضاعت:

حنفیہ کے ہاں مدتِ رضاعت میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور وہ قول دو سال کا ہے، لہٰذا دو سال کے اندر اندر دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوگی، اگرچہ بچہ دودھ سے چھڑایا گیا ہو یا وہ اس قابل ہو کہ وہ دوسری خوراک پر گزارہ کر سکے۔ دو سال سے زیادہ عمر کا کوئی بھی بچہ کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ اسی حکم میں شوہر بھی ہے۔

مدتِ رضاعت کے بعد دودھ پینا یا پلانا دونوں ناجائز ہیں، البتہ بچے کے حق میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو دیکھتے ہوئے ڈھائی سال تک رعایت فقہا نے رکھی ہے۔(۱)

حرمتِ رضاعت ثابت ہونے کے لیے دودھ کی مقدار:

حنفیہ کے ہاں حرمتِ رضاعت کے ثبوت کے لیے دودھ کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں۔ دودھ کی قلیل مقدار جس کے متعلق یہ یقین ہو جائے کہ واقعی یہ مقدار معدے تک پہنچ گئی ہے، اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔(۲)

معدہ تک پہنچنے کے راستے:

منفذین، یعنی منہ اور ناک کے ذریعے دودھ کا معدہ میں پہنچنا کافی ہے، چاہے خود پی لے یا کوئی اور پلائے۔ کان کے ذریعے، حقنہ کے ذریعے یا کسی بھی شرم گاہ کے ذریعے معدے تک دودھ کا پہنچنا موجبِ حرمت نہیں۔(۳)

باکرہ، مرد اور خنثیٰ کے دودھ کا حکم:

اگر نو سال یا اس سے زیادہ عمر کی لڑکی کے سینوں میں دودھ نکل آیا تو اس سے رضاعت ثابت ہوگی۔ نو سال سے کم عمر کی لڑکی کا دودھ، مرد کے سینوں کا دودھ یا اس خنثیٰ کا دودھ جس میں مردانگی غالب ہو، حرمت کا سبب نہیں۔(۴)

خلط شدہ دودھ کا حکم:

اگر کسی عورت کا دودھ جامد خوراک کے ساتھ خلط ملط ہو جائے تو چاہے دودھ کم ہو یا زیادہ، کسی بھی صورت

(۱) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع:۴/۳۹۷، ۴۲۱، الفتاوی الهندية، کتاب الرضاع:۱/۳۴۲، ۳۴۳

(۲) الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع:۴/۳۹۹، الفتاوی الهندية، کتاب الرضاع:۱/۳۴۲، ۳۴۳

(۳) الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع:۴/۳۹۲، الفتاوی الهندية، کتاب الرضاع:۱/۳۴۴

(۴) الفتاوی الهندية، کتاب الرضاع:۱/۳۴۴

میں اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی، البتہ اگر دودھ اتنا زیادہ ہو کہ اس کا ذائقہ جامد شے سے بھی زیادہ ہو اور جامد شے میں مکمل سرایت کرنے کے بعد بھی پینے کے قابل ہو تو اس سے حرمت ثابت ہوگی۔ اور اگر کسی مائع چیز (جانور کے دودھ، پانی، دوائی، شربت وغیرہ) کے ساتھ خلط ہو جائے تو اس میں اعتبار غلبے کا ہوگا۔ (غلبہ سے مراد رنگ، بو اور ذائقے میں سے کسی ایک سبب کا بدلنا ہے)۔

اگر دونوں دودھ برابر ہوں تو بھی حرمت ثابت ہوگی، اسی طرح اگر دو عورتوں کا دودھ مخلوط کر کے بچے کو پلایا تو صحیح قول کے مطابق دونوں عورتوں سے حرمت ثابت ہو جائے گی، چاہے جس کا بھی دودھ غالب ہو۔(۱)

رضاعت سے حرام ہونے والے رشتوں کی تفصیل:

ان رشتوں کی تین قسمیں ہیں:

(۱) شیر خوار (رضیع) پر حرام ہونے والے رشتے۔

(۲) مرضعہ (رضاعی ماں) پر حرام ہونے والے رشتے۔

(۳) مرضعہ کے شوہر (شیر خوار کے رضاعی والد) پر حرام ہونے والے رشتے۔ ذیل میں ہر ایک کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) شیر خوار پر حرام ہونے والے رشتوں کی تفصیل:

اس سلسلے میں بنیادی اصول یہ حدیث مبارک ہے "یحرم من الرضاع مایحرم من النسب" لهذا جو سات بنیادی رشتے (ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی) سورۂ نساء آیت نمبر ۲۳ میں نسبی قرابت کی وجہ سے حرام ہوئے ہیں، وہ سب کے سب رضیع کے لیے رضاعی ماں کے خاندان میں بھی حرام ہوں گے، چاہے یہ رشتے رضاعی ماں کے حقیقی رشتے ہوں یا رضاعی ہوں۔

رضاعی ماں کے آباء واجداد رضیع کے نانا اور اس کی امہات رضیع کی نانیاں ہوں گی۔ اسی طرح مرضعہ کے فروع (نسبی ہوں یا رضاعی) رضیع کے لیے بھائیوں بہنوں کے حکم میں ہوں گے۔ ان کی اولاد رضیع کے لیے بھتیجیاں اور بھانجیاں ہوں گی۔

اسی طرح رضاعی ماں کے بھائی بہنیں رضیع کے لیے ماموں اور خالائیں بن جائیں گی، لہٰذا ان سے بھی نکاح جائز نہیں ہوگا، البتہ ان کی اولاد (رضاعی خالہ زاد، ماموں زاد) سے اس طرح نکاح جائز ہے جس طرح نسبی

(۱) الفتاوی الهندية، کتاب الرضاع: ۱/ ۳۴۴، ۳۴۵

قرابت میں ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ مرضعہ کی اولاد، چاہے اس شوہر سے ہو جس سے دودھ آیا ہے یا دوسرے شوہر سے، سب کی سب رضیع کے لیے حرام ہے۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مرضعہ کی وہ اولاد بھی حرام ہے جو ابھی رضاعت کے وقت موجود ہے (نسبی ہو یا رضاعی) اور وہ اولاد بھی حرام ہوگی جو بعد میں مرضعہ کے بطن سے پیدا ہوگی یا مدتِ رضاعت میں اس کا دودھ پیے گی۔(۱)

(۲) مرضعہ پر حرام ہونے والے رشتوں کی تفصیل:

مرضعہ کے لیے صرف رضیع اور اس کے فروع حرام ہیں، یعنی رضاعی ماں کے لیے اپنے رضاعی بیٹے اور اس کی اولاد سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اس کے علاوہ رضاعی بیٹے کے اصول (باپ، دادا، پردادا) اور حواشی (بھائی، چچا، ماموں) سب کے سب مرضعہ کے لیے جائز ہیں۔(۲)

یعنی حرمتِ رضاعت مرضعہ کے خاندان میں تو پھیلتی ہے، لیکن رضیع کے خاندان میں صرف رضیع اور اس کی اولاد تک محدود رہتی ہے۔ اسی اصول کو فقہا نے اس شعر میں ذکر کیا ہے:

از جانب شیردہ ہمہ خویش شوند — از جانب شیرخوار فقط زوجان وفروع (۳)

(۳) رضاعی باپ پر حرام ہونے والے رشتوں کی تفصیل:

چونکہ مرضعہ میں دودھ کا سبب اس کا شوہر ہے، اس لیے وہ شیرخوار کا رضاعی باپ ہے، لہٰذا اگر شیرخوار لڑکی ہو تو وہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا، اس لیے کہ وہ اس کی بیٹی ہے۔ اسی طرح رضاعی باپ کی وہ اولاد بھی اس سے نکاح کرنے کے قابل نہیں، جو کسی اور بیوی سے ہو اس لیے کہ وہ اس لڑکی (شیرخوار) کے رضاعی علاتی بھائی ہیں۔

اسی طرح اگر ایک آدمی کی دو بیویوں نے دو الگ الگ بچوں کو دودھ پلایا اور یہ دودھ اسی آدمی سے تھا تو یہ آدمی دونوں کا رضاعی باپ بن گیا اور یہ دونوں شیرِ خوار آپس میں رضاعی بھائی (اگر دونوں مذکر ہوں) یا رضاعی بھائی بہن (اگر کوئی مؤنث ہو) بن جائیں گے۔(۴)

---

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الرضاع، فصل في المحرمات بالرضاع:۵/۶۲_۶۵

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الرضاع، فصل في المحرمات بالرضاع:۵/۶۴، الموسوعة الفقهية الكويتية، مادة رضاع: ۲۲/۲۴۸

(۳) قاموس الفقہ، مادہ رضاعت:۳/۴۸۷

(۴) بدائع الصنائع، کتاب الرضاع، فصل في المحرمات بالرضاع:۵/۶۶

رضاعی ماں میں دودھ جس شخص کا ہے وہی ابوت کا مستحق ہے:

چونکہ رضاعی باپ بننے کا سبب وہ دودھ ہے جو عورت کے سینوں میں اس آدمی کی وجہ سے آیا ہے، اس لیے جب تک اس عورت میں یہ دودھ موجود ہو اور وہ کسی بچے کو پلاتی رہے تو یہ شخص اس بچے کا رضاعی والد بن جائے گا۔ چاہے وہ فوت ہوگیا ہو یا اس نے اپنی مذکورہ بیوی کو طلاق دی ہو۔ جب تک وہ عورت کسی اور شخص سے نکاح کرکے اس سے بچہ نہ جن لے، ابوت کی نسبت پہلے شوہر ہی کی طرف کی جائے گی، لہٰذا وہی رضاعی باپ کہلائے گا۔(۱)

اس کے برعکس اگر کسی عورت میں دودھ کا سبب زنا ہو تو زناکار مرد رضاعی باپ نہیں بن سکتا۔ فقہا کا اصول یہ ہے کہ جس شخص سے بچے کی نسبت ثابت ہوگی، اس سے رضاعت بھی ثابت ہوگی۔ چونکہ زانی سے نسبت ثابت نہیں ہوتی، اس لیے وہ رضاعی باپ بننے کے بھی قابل نہیں۔ مذکورہ صورت میں بچے کا نسب اور حرمتِ رضاعت دونوں صرف رضاعی ماں سے ثابت ہوں گے۔ یہی حکم باکرہ بالغہ لڑکی کا بھی ہے جس کے سینوں میں دودھ آئے اور وہ کسی بچے کو پلائے تو نسب اور رضاعت دونوں صرف اس سے ثابت ہوں گے۔(۲)

"یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب" سے استثنائی صورتیں:

فقہائے کرام نے مذکورہ قاعدے سے دو صورتیں مستثنیٰ کی ہیں، لہٰذا ان دونوں صورتوں میں نسبی قرابت کے برعکس نکاح جائز ہوگا۔

(۱) پہلی صورت: (أم أخته من الرضاع)

اس کی تین صورتیں بنتی ہیں اور تینوں سے نکاح جائز ہے۔

۱) رضاعی بہن کی حقیقی ماں سے۔

۲) حقیقی بہن کی رضاعی ماں سے۔

۳) رضاعی بہن کی رضاعی ماں۔

۲) دوسری صورت: (أخت ابنه من الرضاع)

اس کی بھی تین صورتیں ہیں اور تینوں ہی جائز ہیں۔

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الرضاع، فصل فی صفة الرضاع المحرم: ۹۶/۵، ۹۷

(۲) بدائع الصنائع، کتاب الرضاع، فصل فی المحرمات بالرضاع: ۷۱/۵

(۱)رضاعی بیٹے کی حقیقی بہن سے۔

(۲)حقیقی بیٹے کی رضاعی بہن سے۔

(۳)رضاعی بیٹے کی رضاعی بہن سے۔

علامہ ابن نجیمؒ نے چند مزید صورتوں کی بھی نشان دہی فرمائی ہے جہاں نسبی قرابت تو موجبِ حرمت ہے، لیکن رضاعت میں حرمت ثابت نہیں۔(۱)

نسبی قرابت میں جو رشتے مصاہرت سے حرام ہیں، وہی رضاعت سے بھی حرام ہوں گے۔

اس اصول کی روشنی میں جس طرح ام الزوجۃ، بنت الزوجۃ، حلائل الابناء (بیٹوں، پوتیوں کی بیویاں) اور نساء الآباء والا جداد نسبی رشتوں میں حرام ہیں، اسی طرح رضاعت میں بھی حرام ہوں گے۔ چاہے نکاحِ صحیح کی وجہ سے ہو یا نکاحِ فاسد کی وجہ سے یا وطی بالشبہہ اور زنا کی وجہ سے ہو۔(۲)

رضاعت کے ثبوت کے اسباب:

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ: رضاعت دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے ثابت ہوتی ہے: اقرار سے اور گواہی سے۔

اقرار سے مراد یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے متعلق یہ کہے کہ: ''یہ میری رضاعی بہن یا رضاعی بیٹی یا رضاعی ماں ہے'' اور پھر اس اقرار پر قائم رہے تو رضاعت ثابت ہو جائے گی اور ان دونوں کے درمیان جدائی کردی جائے گی اور اگر شوہر اس اقرار پر قائم نہ رہا تو ان کا نکاح باقی رہے گا۔

گواہی سے مراد یہ ہے کہ دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادلہ عورتیں مرد وعورت کے درمیان ثبوتِ رضاعت کی گواہی دیں۔ ثبوتِ رضاعت میں اس نصاب سے کم لوگوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور نہ ہی صرف عورتوں کی گواہی اس سلسلے میں مقبول ہوگی، تاہم اگر ایک مرد یا عورت بھی ثبوتِ رضاعت کی خبر دے اور دل اس کی سچائی کی گواہی دیتا ہو تو احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ علیحدگی اختیار کرنی چاہیے۔(۳)

---

(۱) الهداية، كتاب الرضاع: ۲/ ۳۷۰، البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/ ۳۸۹

(۲) بدائع الصنائع، كتاب الرضاع، فصل في المحرمات بالرضاع: ۵/ ۷۲

(۳) بدائع الصنائع، فصل في مايثبت به الرضاع: ۵/ ۱۰۳-۱۰۶

رضاعت پر مرتب ہونے والے احکام:

رضاعت پر مرتب ہونے والے آثار درج ذیل ہیں:

(۱) نسبی محرمات کی طرح رضاعت سے بھی حرمتِ نکاح ثابت ہو جاتی ہے۔

(۲) رضیع مرضعہ اور اس کے خاندان کے لیے محرم بن جاتا ہے، لہٰذا ان کے ساتھ سلام کلام اور نشست و برخاست کر سکتا ہے۔ ان دو حقوق کے علاوہ رضاعت سے اور کوئی حق (مثلاً میراث، نفقہ، سقوطِ قصاص، ولایت، ردِ شہادت وغیرہ) ثابت نہیں ہوتا۔(۱)

بچے کو دودھ پلانا کس کے ذمے ہے؟

بچے کو دودھ پلانا ماں کا حق ہے، لہٰذا اگر وہ خود اپنے بچے کو دودھ پلانا چاہے تو اس کا مطالبہ ماننا ضروری ہے، اس لیے کہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا﴾(۲)

ترجمہ: ماں کو نقصان نہ دیا جائے، اس کے بچے کی وجہ سے۔

تاہم دودھ پلانے کی یہ ذمہ داری اس پر قضاءً واجب نہیں، اگر وہ دودھ پلانے سے انکار کر دے (چاہے نکاح میں ہو یا مطلقہ ہو) تو شوہر اس کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کر سکتا، البتہ یہ تب، جب بچے کو دودھ پلانے کے لیے متبادل صورت موجود ہو۔ اگر کوئی اور مرضعہ موجود نہ ہو یا مرضعہ تو موجود ہو، لیکن بچہ کسی اور کا دودھ پینے سے انکار کر رہا ہو یا باپ کے ساتھ اتنا مال نہ ہو کہ وہ اس کے ذریعے مرضعہ اجرت پر لے لے تو ماں کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا۔ یہی صحیح اور مفتیٰ بہ قول ہے۔

ماں کے لیے دودھ پلانے کی اجرت کا حکم:

اگر بیوی شوہر کے نکاح یا اس کی عدت میں ہو اور شوہر اس کو نان نفقہ دے رہا ہو تو ایسی صورت میں بیوی کے لیے دودھ پلانے کی اجرت طلب کرنا جائز نہیں، البتہ عدت گزرنے کے بعد وہ دودھ پلانے کی اجرت طلب کر سکتی

---

(۱) كشاف القناع عن متن الإقناع، كتاب الرضاع:٥/٥١٨، المغني، كتاب الرضاع:٩/١٩٢، الموسوعة الفقهية، [مـ]ادة الرضاع:٢٢/٢٤١

(۲) [ا]لبقرة:٢٣٣

ہے، کیوں کہ یہ اجنبی کے حکم میں ہے۔(۱)

چند اہم متفرق مسائل:

(۱) اگر کسی نے یوں ہی بچے کے منہ میں پستان دے دیا اور یقین ہو کہ بچے نے دودھ نہیں پیا ہے تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی، تاہم احتیاط اس میں ہے کہ نکاح نہ کیا جائے۔(۲)

(۲) عورت پر واجب ہے کہ وہ بلا کسی ضرورت کسی کو دودھ نہ پلائے البتہ اگر بوقت ضرورت پلائے تو اس کو اپنے ساتھ لکھ لے اور پورے خاندان میں اس کی تشہیر کر لے۔ شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو دودھ پلانا مکروہ ہے۔(۳)

(۳) رضاعت کی وجہ سے پیدا ہونے والی حرمت میں حرمتِ متقدمہ اور حرمت طاریہ دونوں برابر ہیں، مثلاً ایک شخص کی دو بیویوں میں سے ایک بیوی دو سال سے کم عمر کی تھی اور دوسری بیوی نے اس کو دودھ پلایا تو دونوں بیویاں اس شخص پر حرام ہو جائیں گی۔

(۴) نکاح کے بعد جب معلوم ہو جائے کہ میاں بیوی کے مابین رضاعت کا کوئی رشتہ پایا جاتا ہے اور باقاعدہ اس کا ثبوت ہو جائے تو میاں بیوی کے مابین تفریق قاضی یا عدالت کے ذریعہ ہوگی۔(۴)

رضاعت میں بنیادی نکتہ یہی ہے کہ جس عورت کے دودھ پینے سے ایک بچے کے اعضا کی نمو ہوئی ہو، ان کے مابین جزئیت ثابت ہو جاتی ہے۔ اب اگر وہی بچہ اس عورت یا اس کے کسی بھی اولاد یا محرم سے بذریعہ نکاح انتفاع حاصل کرنا چاہے تو گویا وہ اپنے اصل (رضاعی ماں، رضاعی بہن) یا اصل کے محارم سے انتفاع حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ عقلاً، شرعاً اور عرفاً جائز نہیں، اس لیے شریعت نے اس کے بارے میں ٹھوس مؤقف اختیار کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب".(۵)

رضاعت سے وہی رشتے حرام ہیں، جو نسب کی وجہ سے حرام ہوئے ہیں۔

❁❁❁❁❁

---

(۱) الدرالمختار، باب النفقة، مطلب في إرضاع الصغيرة:۵/۳۴۷_۳۴۹

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع:۴/۴۰۱، الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع:۱/۳۴۴

(۳) ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع:۴/۴۰۲

(۴) الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع:۱/۳۴۵، ۳۴۷، الهداية، كتاب الرضاع:۲/۳۷۲

(۵) الصحيح للمسلم، كتاب الرضاع، باب يحرم من الرضاع مايحرم من الرحم:۱/۴۶۷

کتاب الرضاع

(مسائل)

بھانجے کی رضاعی بہن سے نکاح کرنا

سوال نمبر(242):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے فاطمہ کی ماں کا دودھ پیا۔اب زید کا ماموں فاطمہ کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے۔کیا ازروئے شریعت یہ نکاح جائز ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر کوئی بچہ مدتِ رضاعت میں کسی عورت کا دودھ پی لے تو وہ اس بچے کی رضاعی ماں بن جاتی ہے اور اس بچے پر یہ عورت اور اس کے اصول وفروع،اس عورت کے بہن بھائی سب حرام ہو جاتے ہیں اور دودھ پینے والے بچے کی طرف میں یہ حرمت اس بچے اور اس کے فروع کے ساتھ خاص ہے،اس کے دوسرے رشتہ دار اس سے متاثر نہیں ہوتے۔

صورتِ مسئولہ میں جب زید نے فاطمہ کی ماں کا دودھ پیا تو یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہو گئے۔اب زید پر فاطمہ کی ماں اور بہن بھائی حرام ہیں،لیکن زید کے علاوہ اس خاندان کے دوسرے افراد کا فاطمہ کے خاندان کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے،لہٰذا زید کا ماموں فاطمہ کے لیے اجنبی مرد کی حیثیت رکھتا ہے،اس لیے زید کے ماموں کا اپنے بھانجے کی رضاعی بہن فاطمہ سے نکاح جائز ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وحاصله أن الرضيع تحرم أولاده وإن سفلوا على المرضعة، وزوجها لثبوت الجزئية الرضاعية ...... ولا تحرم أصوله عليهما ولا لغيرهم من أقربآء.(١)

ترجمہ: اور(کلام کا) خلاصہ یہ ہے کہ دودھ پینے والے کے فروع دودھ پلانے والی عورت اور اس کے شوہر پر رضاعی جزئیت ثابت ہونے کی وجہ سے حرام ہیں جب کہ ان دونوں (دودھ پلانے والی عورت اور اُس کے شوہر) پر اور ان کے دوسرے رشتہ داروں پر دودھ پینے والے کے اصول حرام نہیں۔

---

(١) عمدة الرعاية شرح، شرح الوقاية، كتاب الرضاع، بيان المحرمات من الرضاع:٢/٦٠

رضاعی بھانجی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(243):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رضاعی بہن کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

ازروئے شریعت رضاعت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں، اس لیے بھانجی خواہ حقیقی ہو یا رضاعی، دونوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں لڑکی (رضاعی بہن کی بیٹی) لڑکے کی رضاعی بھانجی لگتی ہے، اس لیے یہ نکاح جائز نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

لقوله علیه السلام:یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب .(۱)

ترجمہ:

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: رضاعت سے وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

۞۞۞

مدّتِ رضاعت کے بعد ثبوتِ رضاعت

سوال نمبر(244):

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عورت نے بالغ لڑکے کو دودھ پلایا تو اس کی رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

واضح رہے کہ حرمتِ رضاعت مدّتِ رضاعت کے ساتھ خاص ہے جو ابتدائی دو سال ہیں اگر کوئی بچہ مدّت

(۱)الصحیح للمسلم، کتاب الرضاع، باب یحرم من الرضاع مایحرم من الرحم:۱/۴٦٧

رضاعت گزرنے کے بعد کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔
صورتِ مسئولہ میں جب بالغ لڑکے نے کسی عورت کا دودھ پیا ہو تو اس سے یہ عورت اس بچے کے لیے رضاعی ماں نہیں بنے گی اور نہ ہی اس سے رضاعت ثابت ہوگی، تاہم کسی عورت کا دودھ پینا بالغ مرد کے لیے جائز نہیں، کیونکہ یہ انسان کے جز سے انتفاع لینے کے مترادف ہے، جو کہ ناجائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

وإذا مضت مدّة الرضاع لم يتعلّق بالرضاع تحريم.(١)

ترجمہ:

اور جب رضاعت کی مدت گزر جائے تو پھر رضاعت کے ساتھ حرمت کا حکم متعلق نہیں۔

❁❁❁

رضیعہ کی نسبی بہن سے مرضعہ کے شوہر کا نکاح کرنا

سوال نمبر(245):

شریعتِ مطہرہ کا اس مسئلہ کے بارے میں کیا حکم ہے کہ رضیعہ کی نسبی بہن سے مرضعہ کا شوہر نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟

بيّنوا تؤجروا

الجواب وبالله التوفيق:

رضاعت میں رضیعہ کی جانب میں مرضعہ اور اس کے شوہر پر صرف رضیع، اس کی بیوی (یا رضیعہ اور اس کا شوہر) اور ان کی اولاد حرام ہوتی ہے، رضیع یا رضیعہ کے باقی خاندان کے ساتھ مرضعہ اور اس کے شوہر کا کوئی رشتۂ حرمت نہیں، اس لیے مرضعہ کا شوہر رضیعہ (دودھ پینے والی بچی) کی نسبی بہن کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

ويجوز تزوج أخت ابنه من الرضاع، ولا يجوز ذلك من النسب.(٢)

---

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع:١/٣٤٣

(٢) الهداية، كتاب الرضاع:٢/٣٧٠

ترجمہ:

رضاعی بیٹے کی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے اور نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح جائز نہیں۔

❁❁❁

رضاعت کی مقدار کا مسئلہ

سوال نمبر (246):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے ایک بچے کو دودھ پلایا ہے، عورت کا بیان ہے کہ بچے نے میری پستان اتنے چوسے کہ پستان درد کرنے لگے اور یہ صرف ایک مرتبہ ہوا۔ اب وہ بچہ بڑا ہو کر اس عورت کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ ہمارے خاندان کے بعض افراد فقہ حنفی کے قائل نہیں، وہ اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ ایک مرتبہ پستان چوسنے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہو سکتی اور دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ "لا تحرم المصة و لا المصتان" برائے مہربانی قرآن وحدیث سے شافی جواب دے دیں۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

رضاعت لغت میں بچے کا پستان سے دودھ پینے کو کہتے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں رضاعت مدتِ رضاعت کے اندر شیر خوار بچے کے پیٹ میں منہ یا ناک کے ذریعے سے کسی عورت کے دودھ کے پہنچنے کا نام ہے۔

تاہم اس کی کتنی مقدار سے حرمت ثابت ہوتی ہے؟ تو قرآن کریم کی آیت کریمہ: ﴿وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيٓ أَرۡضَعۡنَكُمۡ وَأَخَوٰتُكُم مِّنَ الرَّضَٰعَةِ﴾ اور اسی طرح نبی کریم ﷺ کے حدیث مبارکہ "یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب" کے اطلاق اور عدم تقیید سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً کسی بچے کا عورت کے پستان سے دودھ پینا حرمتِ رضاعت کے ثبوت کے لیے کافی ہے، اس میں قلیل و کثیر کی کوئی تفصیل نہیں، چونکہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد کبار صحابہ کرامؓ جیسے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، جابر بن عبداللہؓ، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیرؒ وغیرہ اس طرح تابعین میں شہابؒ، عطاءؒ، مکحولؒ وغیرہ کے ساتھ ساتھ ائمہ اربعہ میں سے صرف امام شافعیؒ کے علاوہ باقی تینوں ائمہ کرام کا بھی یہی مذہب ہے، بلکہ امام شافعیؒ کے ترجمان علامہ نوویؒ نے بھی مسلم شریف کے حاشیہ میں اسی کو جمہور علمائے کرام کا مذہب تسلیم کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں "وقال جمہور العلماء یثبت

برضعة واحدة "یعنی جمہور علما فرماتے ہیں کہ رضاعت ایک بار پینے سے بھی ثابت ہوتی ہے۔اسی طرح امام بخاریؒ کا بھی یہی مذہب ہے،ان سے متعلقہ تراجم الباب"ما یحرم من قلیل الرضاع و کثیرہ" سے صراحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے،اسی طرح لیث ابن سعد نے "مدونة الکبری" میں دعوی کیا ہے کہ اس مسئلہ پر پوری امت کا اجماع ہے کہ ایک ہی مرتبہ پستان چوسنے سے رضاعت ثابت ہوجاتی ہے۔

تاہم ان نصوص صریحہ کے خلاف بعض حضرات جن احادیث کا سہارا لیتے ہیں،وہ احادیث اوّلاً تو منسوخ ہیں اور یا بوجہ اضطراب قابل احتجاج نہیں کہ ظاہر نصوص احادیث وآیات قرآنیہ کے مقابلہ میں ان کو ترجیح دی جائے اور چوں کہ دودھ پینے کے کم یا زیادہ ہونے کا صحیح اندازہ معلوم نہیں کیا جاسکتا،کیون کہ یہ امر خفی ہے،اس لیے قلیل وکثیر کا اعتبار کیے بغیر صرف فعل ارضاع (دودھ پینے،پلانے) پر ہی حکم مرتب ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

(۱)......ولأن الحرمة وإن کانت لشبهة البعضية الثابتة بنشوز العظم، وانبات اللحم؛لكنه أمر مبطن، فتعلق الحكم بفعل الارضاع، كما في السفر، والتقاء الختانين، ونحوهما.(۱)

ترجمہ:

اور اس لیے کہ حرمت ہڈی کی نشونما اور گوشت پیدا ہونے کی وجہ سے بعضیت کے شبہ سے ثابت ہوتی ہے، لیکن چونکہ یہ ایک پوشیدہ امر ہے،اس لیے حکم کا تعلق فعل یعنی دودھ پلانے کے ساتھ ہوگا،جس طرح کہ سفر یا شرم گاہوں کے ملنے کے وقت یا دیگر اشیا میں یوں حکم لگایا جاتا ہے۔

(۲)......وقال أبوبكر: وهذه الأخبار لا يجوز الاعتراض بها على ظاهر قوله تعالى ﴿ وأمهتكم الّتي أرضعنكم ﴾لما بيّناأن ما لم يثبت خصوصه من ظواهر القرآن .(۲)

ترجمہ:

امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ:''ان اخبار کی وجہ سے ظاہر آیت پر اعتراض جائز نہیں،مثلاً اللہ تعالی کا قول:''اور حرام کی گئی ہیں تم پر وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے'' جب تک اس کی مخصوصیت ظاہر قرآن سے ثابت نہ ہو''۔

(۱) تبيين الحقائق، كتاب الرضاع:۲/۶۳۱،۶۳۲

(۲) أحكام القرآن للامام أبي بكر أحمد بن علي الرازي، مطلب:اختلف السلف في التحريم بقليل الرضاع:۲/۱۲۵

(۳)......وأمّا الحديث (لاتحرم المصّة ولاالمصتان) وما دل على التقدير، فمنسوخ صرح بنسخه ابن عباسؓ. (۱)

ترجمہ:

اور جو حدیث ''ایک مرتبہ اور دو مرتبہ چوسنا حرام نہیں'' یا وہ حدیث جو مقدار پر دلالت کرتی ہے منسوخ ہیں اور اس کی منسوخ ہونے پر عبداللہ بن عباس نے تصریح کی ہے۔

(٤)......إنّ أحاديث عائشة في الرضاعة اضطربت، فوجب تركها، والرجوع إلى كتاب الله. (۲)

(علامہ ابن بطّال فرماتے ہیں کہ:) ''رضاعت کے باب میں عائشہؓ سے مروی احادیث اضطراب کے شکار ہیں تو ان کا ترک کرنا اور کتاب اللہ کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے''۔

❁❁❁

رضاعی ماں کی بیٹی سے نکاح کرنا

سوال نمبر (247):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری پھوپھی (شاہدہ) نے مدّتِ رضاعت میں مجھ (حضرت اللہ) کو دودھ پلایا، اب میں اس کی بیٹی شازیہ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں جو میری پھوپھی زاد ہے۔ آیا یہ جائز ہے؟ دوسری طرف میری ماں نے میری بڑی پھوپھی زاد خدیجہ کو بھی دودھ پلایا ہے، شرعی حکم تحریر فرمائیں۔

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعت کی رُو سے دودھ پینے والے بچے پر دودھ پلانے والی عورت کے تمام اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں جب حضرت اللہ نے بی بی شاہدہ کا دودھ پیا تو اب حضرت اللہ شازیہ، خدیجہ اور اس کے

---

(۱) البحرالرائق، کتاب الرضاع: ۳۸۸/۳

(۲) شرح صحيح البخاري لابن بطال، باب من قال لارضاعة بعد حولين: ۱۹۹/۷ مكتبة الرشد، الرياض

تمام بہنوں میں سے کسی کے ساتھ بھی نکاح نہیں کرسکتا،اس طرح خدیجہ کا حضرت اللہ اور اس کے بھائیوں میں سے کسی کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں،البتہ حضرت اللہ اور خدیجہ کے علاوہ پھوپھی زاد کا نکاح آپس میں جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

(ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب) للحدیث الذي روینا.(۱)

ترجمہ:

رضاعت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں،اس حدیث کی بنا پر جو ہم نے روایت کی ہے۔

ویجوز أن یتزوج الرجل بأخت أخیه من الرضاع .(۲)

ترجمہ:

اور جائز ہے کہ آدمی اپنے رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح کرلے۔

❁❁❁

رضاعی بھتیجی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(248):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مدتِ رضاعت کے دوران اپنی دادی کا دودھ پیا جس میں اس کا چچا عمر اس کا شریک تھا۔اب زید عمر کی سگی بھتیجی سے نکاح کرنا چاہتا ہے،شرعی لحاظ سے یہ رشتہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

رضاعت کے باب میں اصل یہ ہے کہ نسب میں جن رشتوں کے درمیان عقدِ نکاح حرام ہے،رضاعت میں بھی وہی رشتے حرام ہوں گے۔

(۱) الهدایة، کتاب الرضاع:۲/۳۷۰

(۲)الهدایة، کتاب الرضاع:۲/۳۷۱

صورتِ مسئولہ میں زید کا اپنی دادی کا دودھ پینے میں اس کے چچا اور پھوپھی اس کے رضاعی بہن بھائی بن گئے ہیں، اس لحاظ سے عمر کی نسبی بھتیجی، زید کی رضاعی بھتیجی بن گئی، اس لیے اس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

قال في الكافي: إذا أرضعت المرأة صبياً حرم عليه أولادها من تقدم ومن تاخر؛ لأنهن أخواته، وكذا ولد ولدها اعتبارا بالنسب؛ لأنه ولد أخيه.(۱)

ترجمہ:

جب کوئی عورت کسی بچے کو دودھ پلا دے تو اس بچے پر اس عورت کی اگلی پچھلی ساری اولاد حرام ہوگی، کیوں کہ وہ اس کی بہنیں بنتی ہیں، اسی طرح نسب کا لحاظ رکھتے ہوئے اس عورت کی اولاد کی اولاد بھی (حرام ہوگی) کیوں کہ یہ اس کے بھائی کی اولاد ہے۔

❁❁❁

سوتیلے چچا کے رضاعی بھائی سے نکاح

سوال نمبر (249):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سوتیلے رضاعی چچا سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً زینب کے سوتیلے چچا نے مدتِ رضاعت میں جس عورت کا دودھ پیا تھا، اس کے بیٹے سے زینب کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہیں، وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوتے ہیں۔ شریعت کی رُو سے جس طرح سوتیلے چچا کے ساتھ نکاح حرام ہے، اسی طرح سوتیلے چچا کے رضاعی بھائی (جو کہ رضاعی چچا ہے) سے بھی رضاعت کی وجہ سے بھتیجی کا نکاح حرام ہے۔

---

(۱) تنقیح الحامدیۃ، باب الرضاع: ۱/۳۳

والدّلیل علیٰ ذلك:

قال علیه السلام:الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة.(۱)

ترجمہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''رضاعت وہ حرام کرتی ہے جو ولادت حرام کرتی ہے''۔

یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع، وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا .(۲)

ترجمہ:

دودھ پینے والے بچے پر رضاعی والدین، ان کے اصول وفروع نسبی اور رضاعی سب حرام ہو جاتے ہیں۔

❁❁❁

رضاعی بہن کے ساتھ نکاح کرنا

سوال نمبر(250):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمایون نے مدتِ رضاعت میں ممانی کا دودھ پیا ہے۔اب ہمایون کا نکاح ممانی کی چھوٹی یا بڑی بیٹی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعت کی رُو سے جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہیں، وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں، چنانچہ دودھ پینے والے بچے پر مرضعہ کے تمام اصول وفروع (ماں، دادی، بہن، بھانجی وغیرہ) حرام ہو جاتے ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں جب ہمایون نے مدّتِ رضاعت کے اندر ممانی کا دودھ پیا ہو تو ہمایون کا ممانی کی اولاد کے ساتھ اخوت کا رشتہ قائم ہو چکا ہے، اس لیے ہمایون پر ممانی کے تمام اصول وفروع حرام ہیں، وہ ممانی کی کسی بھی بیٹی کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا، کیوں کہ ممانی کی بیٹیاں اس کی رضاعی بہنیں ہیں۔

---

(۱) صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب وأمهاتکم الآتي أرضعنکم:۲/۷٦٤

(۲) الفتاوی الهندیة، کتاب الرضاع:۱/۳٤۳

والدلیل علیٰ ذلک:

وفي الخلاصة :يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا..........وكذا في الجد والجدة .(١)

ترجمہ:

اور خلاصہ میں ہے کہ دودھ پینے والے بچے پر رضاعی والدین، ان کے اصول وفروع نسبی ورضاعی سب حرام ہوجاتے ہیں۔۔۔۔۔اس طرح دادا اور دادی کی صورت میں بھی (حرام ہوتے ہیں)۔

❁❁❁

نکاح کے وقت دادی کا دعوائے رضاعت کرنا

سوال نمبر(251):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مریم کے دو بیٹے سالم اور زید ہیں۔سالم کی بیٹی صفیہ زید کے بیٹے خالد کے نام بچپن سے ہے۔مریم شادی کے عین موقع پر یہ دعویٰ کرتی ہے کہ میں نے صفیہ اور خالد کو دودھ پلایا ہے۔کیا ایسی صورت میں عورت کی گواہی برائے ثبوتِ رضاعت قبول ہے۔

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

ثبوتِ رضاعت کے لیے دو عادل آدمیوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔اگر ان عورتوں میں سے ایک عورت مرضعہ ہو تب بھی کافی ہے۔اس کے بغیر شرعاً شہادت مکمل نہیں ہوسکتی، تاہم اگر ایک مرد یا عورت کا دعویٰ غلبہ ظن کے لیے مفید ہو تو نکاح سے پہلے اس پر اعتماد کرتے ہوئے شادی سے احتراز بہتر ہے، لیکن نکاح کے بعد کے لیے شرعی معیار پر اترنا ضروری ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر شرعی گواہ ممکن نہ ہوں تو محض عورت کی گواہی کا اعتبار نہیں، لہٰذا صفیہ اور خالد کا نکاح جائز ہے، البتہ صدقِ خبر پر غلبہ ظن کے وقت نکاح سے احتراز بہتر ہے۔

---

(١) الفتاوى التاتارخانية، كتاب الرضاع:٣/١٦٨

والدلیل علیٰ ذلک:

ولا یجوز شهادة امرأة واحدة علی الرضاع أجنبية كانت، أو أم أحد الزوجين، فإن وقع في قلبه صدق المخبر، فالأفضل أن يتنزّه قبل العقد وبعده يسعها المقام معه، حتیٰ يشهد علیٰ ذلك رجلان أو رجل وامرأتان عدول، ولا يقبل شهادة النسآء وحدهن.(١)

ترجمہ: رضاعت کے ثبوت کے لیے عورت کی گواہی قبول نہیں، خواہ اجنبیہ ہو یا میاں بیوی میں سے کسی ایک کی ماں ہو۔ اگر مخبر کی سچائی کا دل میں یقین ہو تو عقد سے پہلے احتراز افضل ہے اور عقد کے بعد بیوی کے لیے شوہر کے ساتھ رہنے کی گنجائش ہے، یہاں تک کہ اس رضاعت پر دو عادل آدمی یا ایک آدمی اور دو عورتیں گواہی دیں اور صرف عورتوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

❁❁❁

رضاعی بیٹی کے نسبی بھائی کا مرضعہ کی پوتی سے نکاح

سوال نمبر(252):

کیا فرماتے ہیں علمائے عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری تین بہنیں ہیں جنہوں نے میری خالہ کا دودھ پیا ہے۔اب اسی خالہ کے بیٹے زید کی بیٹی سے میرا یا میرے دیگر بھائیوں کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

فقہی نقطہ نظر سے اگر کوئی عورت کسی بچے کو مدتِ رضاعت میں دودھ پلائے تو اس بچے پر عورت اور اس عورت کے تمام اصول وفروع حرام ہو جاتے ہیں اور یہ بچہ اور عورت کی اولاد آپس میں رضاعی بہن بھائی بن جاتے ہیں اور دودھ پلانے والی عورت کا شوہر اس کے لیے رضاعی باپ بن جاتا ہے، تاہم حرمتِ رضاعت کا حکم صرف دودھ پینے والے بچے تک محدود رہے گا۔

صورتِ مسئولہ میں جن بہنوں نے خالہ کا دودھ پیا ہے، وہ اور خالہ کی اولاد آپس میں بہن بھائی ہیں اور خالہ کے پوتے اور نواسے اس کے لیے رضاعی بھتیجے و بھانجے بن گئے ہیں، لیکن حرمتِ نکاح کا حکم ان کی ذات تک محدود ہے

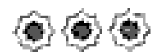
(١) خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الرابع في الرضاع: ٢/١١

گا۔جن بھائیوں نے خالہ کا دودھ نہیں پیا،ان کے لیے خالہ کی بیٹی یا پوتی سے نکاح کرنا جائز رہے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

ولو أن امرأ تين لأحدهما بنون وللأخرى بنات، فأرضعت التي لها البنات ابنا واحدا من بني المرأة الأخرى لم يجز لذلك الابن أن يتزوج بتلك المرأة التي أرضعته، ولا بواحدة من بناتها، ويجوز لسائر البنين أن يتزوجوا تلك المرأة وبناتها أيتهن شاؤوا.(۱)

ترجمہ: اگر دو عورتیں ہوں،ان میں سے ایک کے بیٹے ہوں اور دوسری عورت کی بیٹیاں ہوں،پس لڑکیوں کی ماں نے دوسری عورت کے بیٹوں میں سے کسی ایک لڑکے کو دودھ پلایا تو اس دودھ پینے والے لڑکے کا اسی عورت یا اس کی بیٹیوں میں سے کسی لڑکی کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور اس کے دوسرے بیٹوں کے لیے اس عورت یا اس کی جس بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا چاہے، جائز ہے۔



سوتیلی نانی کے رضاعی بیٹے سے نکاح کرنا

سوال نمبر(253):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد سعید اور تاج حسین نے ایک عورت (گل زرینہ) کا دودھ پیا ہے(جو کہ محمد سعید کی دادی اور تاج حسین کی سوتیلی نانی ہے)اب محمد سعید تاج حسین کی نسبی بہن زینب سے نکاح کرنا چاہتا ہے کیا از روئے شریعت یہ جائز ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر مسمی محمد سعید نے مدت رضاعت میں اپنی دادی (گل زرینہ زوجہ محمد حکیم) کا دودھ پیا ہو تو جس طرح مسماۃ گل زرینہ کی تمام زنانہ اولاد اس پر حرام ہے اس طرح لبن الفحل کی وجہ سے محمد حکیم کی دوسری بیوی کی زنانہ اولاد بھی اس پر حرام ہے۔

---

(۱) الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الرضاع:۳/۱۶۹،۱۷۰

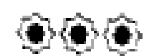
لہٰذا محمد حکیم کی دوسری بیوی کی طرف سے نواسی (زینب) جو تاج حسین کی بہن ہے، رضاعت کی وجہ سے محمد سعید کی بھانجی بن گئی ہے اور جس طرح نسبی بھانجی سے نکاح حرام ہے، اس طرح رضائی بھانجی سے بھی حرام ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

والتحريم بالرضاع كما يثبت من جانب المرأة، يثبت من جانب الرجل، وهو الزوج الذي نزل لبنها بوطئه، ويسميه الفقهاء "لبن الفحل".(۱)

ترجمہ:

رضاعت کی وجہ سے حرمت جس طرح عورت کی جانب میں ثابت ہوتی ہے، اس طرح آدمی کی طرف سے بھی ثابت ہوتی ہے اور وہ خاوند ہے، جس کی جماع سے مرضعہ کا دودھ پیدا ہوا ہے، فقہائے کرام اس کو "لبن الفحل" سے تعبیر کرتے ہیں۔



نکاح کے بعد رضاعت کے ثبوت کا حکم

سوال نمبر(254):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فاطمہ نے اپنے نواسے (زید) اور راجیہ بچی (کلثوم) کو ایک ساتھ دودھ پلایا تھا، لاعلمی کی وجہ سے زید نے کلثوم سے شادی کی اور شادی کا تیسرا سال شروع ہے۔ اب دونوں کو قوی ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ ہم دونوں رضائی بہن بھائی ہیں، لہٰذا سوال یہ ہے کہ مذکورہ نکاح کا کیا حکم ہے، شرعی حل تحریر فرمادیں کہ آئندہ آپس میں ازدواجی تعلق قائم رکھیں یا ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانا ضروری ہے۔

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

مدتِ رضاعت کے اندر جو بچے کسی عورت کا دودھ پئیں تو یہ بچے آپس میں رضائی بہن بھائی بن جاتے ہیں، لہٰذا ان کا آپس میں نکاح کرنا جائز نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر یقینی ذرائع سے یہ بات معلوم ہو کہ زید اور کلثوم دونوں نے مدتِ رضاعت میں واقعی

(۱) الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الرضاع:۳/ ۱۶۸، ۱۶۹

فاطمہ کا دودھ پیا ہے تو ان دونوں کا آپس میں نکاح درست نہیں، اس لیے کہ کلثوم زید کی رضاعی بہن ہے، اگر زید اور کلثوم کی آپس میں شادی ہوگئی ہو تو چاہے جتنا عرصہ بیت چکا ہو، یہ نکاح سرے سے منعقد نہیں ہوا۔ ان دونوں کو فوراً ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرلینی چاہیے، تاہم اگر اولاد موجود ہو تو وہ ثابت النسب ہوگی اور زید کے ذمے کلثوم کا مہر بھی واجب ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

وكل صبيين اجتمعا على ثدي امرأة واحدة لم يجز لأحدهما أن يتزوج بالأخرى.(۱)

ترجمہ:

جو دو بچے کسی ایک عورت کی پستان پر جمع ہو جائیں (یعنی ایک عورت کا دودھ پی لیں) تو ان کا آپس میں نکاح کرنا جائز نہیں۔

❁❁❁

پوتے اور بھتیجی کو ایک ساتھ دودھ پلانا

سوال نمبر(255):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فاطمہ نے اپنے پوتے بکر اور اپنی بھتیجی کلثوم کو دودھ پلایا۔ اب مندرجہ ذیل سوالات شریعت کی روشنی میں جواب طلب ہیں۔

(۱)......بکر کا نکاح کلثوم کی بہنوں کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

(۲)......بکر کے دوسرے بھائیوں کا نکاح کلثوم کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

(۳)......بکر کی بہنوں کے ساتھ کلثوم کے بھائیوں کا نکاح کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

رضاعی بچے پر دودھ پلانے والی عورت اور اس کے سب اصول وفروع حرام ہو جاتے ہیں، تاہم یہ حرمت صرف دودھ پینے والے/ والی تک محدود رہے گی، اس کے دوسرے بہن بھائی اس سے متاثر نہیں ہوں گے لہٰذا...

(۱) الهداية، كتاب الرضاع:۲/۳۷۱

(۱) بکر کا نکاح کلثوم کی بہنوں کے ساتھ جائز ہے۔ بشرطیکہ حرمت کی کوئی اور وجہ نہ ہو۔
(۲) بکر کے دوسرے بھائیوں کا نکاح کلثوم کے ساتھ جائز نہیں کیونکہ بکر کے سب بھائی فاطمہ کے فروع میں سے ہیں اور کلثوم پر فاطمہ کے سب فروع حرام ہیں۔
(۳) بکر کی بہنوں کے ساتھ کلثوم کے بھائیوں کا نکاح کرنا صحیح ہے اگر حرمت کی کوئی اور وجہ نہ ہو۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب، والرضاع جمیعا.(۱)

ترجمہ: دودھ پینے والے بچے پر رضاعی ماں، باپ ان کے نسبی ورضاعی اصول وفروع سب حرام ہوجاتے ہیں۔

وحاصله أن الرضیع تحرم أولاده وإن سفلوا علی المرضعة، وزوجها لثبوت الجزئیة الرضاعیة ......ولا تحرم أصوله علیهما ولا غیرهم من أقرباء.(۲)

ترجمہ: اور (کلام کا) خلاصہ یہ ہے کہ دودھ پینے والے کے فروع دودھ پلانے والی عورت اور اس کے شوہر پر رضاعی جزئیت ثابت ہونے کی وجہ سے حرام ہیں جب کہ اِن دونوں (دودھ پلانے والی عورت اور اُس کے شوہر) پر اور ان کے دوسرے رشتہ داروں پر دودھ پینے والے کے اصول حرام نہیں۔

❁❁❁

بھائی کی رضاعی بھتیجی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(256):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے چچی کا دودھ پیا۔ اب آیا زید کا بھائی بکر اپنے چچا کی پوتی سے یعنی اپنے بھائی زید کی رضاعی بھتیجی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی بچہ مدتِ رضاعت میں کسی عورت کا دودھ پی لے تو دودھ پلانے والی کے اصول وفروع اس بچے پر

(۱) الفتاویٰ الهندیة، کتاب الرضاع: ۱/۳۴۳

(۲) عمدة الرعایة حاشیه شرح الوقایة، کتاب الرضاع، بیان المحرمات من الرضاع: ۲/۶۰

اور دودھ پینے والے کے فروع پلانے والی پر حرام ہو جاتے ہیں، تاہم دودھ پینے والے کے بھائی وغیرہ تک یہ حکم سرایت نہیں کرتا۔

صورتِ مسئولہ میں جب زید نے بچی کا دودھ پیا تو یہ زید کی رضاعی ماں بن گئی۔ زید اس کے اصول وفروع سے نکاح نہیں کر سکتا، البتہ زید کا بھائی بکر زید کی رضاعی بھتیجی کے ساتھ شادی کر سکتا ہے، کیوں کہ بکر کا ان کے ساتھ کوئی ایسا رشتہ نہیں جو نکاح سے مانع ہو۔

والدلیل علیٰ ذلک:

لو كانت أم البنات أرضعت أحد البنين، وأم البنين أرضعت احدى البنات، لم يكن لابن المرتضع من أم البنات أن يتزوج واحدة منهن، و كان لإخوته أن يتزوجوا بنات الأخرى.(١)

ترجمہ:

اگر لڑکیوں کی ماں نے لڑکوں میں سے ایک لڑکے کو دودھ پلایا یا لڑکوں کی ماں نے لڑکیوں میں سے کسی ایک کو دودھ پلایا تو لڑکیوں کی ماں سے دودھ پینے والے بیٹے کے لیے حلال نہیں کہ وہ اس کی بچیوں میں سے کسی ایک سے نکاح کرلے اور اس کے بھائیوں کے لیے جائز ہے کہ وہ لڑکیوں کے ساتھ نکاح کریں۔

❁ ❁ ❁

مختلف اوقات میں ایک عورت کا دودھ پینے والوں کا آپس میں نکاح

سوال نمبر (257):

خالد اور بشریٰ نے ایک ہی عورت مسماۃ سلمیٰ کا دودھ پیا ہے، لیکن دونوں کے دودھ پینے کی مدت الگ الگ ہے، مثلاً خالد نے بشریٰ سے دو سال پہلے دودھ پیا ہے۔ کیا خالد اور بشریٰ کا نکاح درست ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب ایک ہی عورت سے کئی بچے اپنی مدتِ رضاعت میں دودھ پی لیں تو وہ تمام بچے آپس میں رضاعی بہن بھائی بن جاتے ہیں، چاہے انہوں نے اس عورت سے ایک ہی وقت میں دودھ پیا ہو یا مختلف اوقات میں۔

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ٤/ ٤١٠، ٤١١

لہٰذا اگر خالد اور بشریٰ نے واقعی اپنی اپنی مدتِ رضاعت میں مسماۃ سلمٰی کا دودھ پیا ہو تو یہ آپس میں رضاعی بہن بھائی ہیں اور ان کا نکاح آپس میں جائز نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

وفي الهداية: وكل صبيين اجتمعا على ثدي امرأة واحدة لم يجز لأحدهما أن يتزوج بالأخرى. وفي السغناقي: لم يرد من الاجتماع هنا اجتماع من حيث الزمان، ولا من حيث اليمنى واليسرى، بل المراد اجتماعهما في امرأة واحدة ارتضاعاً على ثدي امرأة واحدة. (۱)

ترجمہ:

ہدایہ میں ہے کہ: ''جب دو بچے ایک عورت سے دودھ پیئے تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہیں۔ سغناقی نامی کتاب میں ہے کہ ایک عورت سے دودھ پینے میں جمع ہونے سے مراد زمانے کا ایک ہونا اور دائیں، بائیں (چھاتی) کا ایک ہونا نہیں، بلکہ اس سے ایک عورت کا دودھ پینے میں شریک ہونا مراد ہے''۔

❁❁❁

رضاعی بہن کی نسبی علاتی بہن سے نکاح

سوال نمبر (258):

عمرو اور فاطمہ نے ایک اجنبیہ عورت زینب کا دودھ پیا ہے۔ فاطمہ کی ایک علاتی بہن کلثوم ہے۔ کیا عمرو کے لیے کلثوم سے نکاح جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اجنبی عورت سے دودھ پینے والے بچے آپس میں رضاعی بہن بھائی ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتے، لیکن ان رضاعی بہن بھائی کا ایک دوسرے کے نسبی بہن، بھائی سے نکاح درست ہے، لہٰذا عمرو کے لیے اپنی رضاعی بہن فاطمہ کی نسبی علاتی بہن کلثوم سے نکاح جائز ہے۔

---

(۱) التاتارخانية، كتاب الصوم: ۱٦۹/۳

والدّلیل علیٰ ذلك:

وكذلك يتزوج اخت اخته من الرضاع، ومثله من النسب يحل.........لأنه لانسب بينهما موجب للحرمة، فكذلك في الرضاع.(۱)

ترجمہ: اور اسی طرح آدمی اپنی رضاعی بہن کی نسبی بہن سے نکاح کرسکتا ہے اور اس کے مثل نسب میں بھی جائز ہے۔۔۔۔کیوں کہ ان کے آپس میں حرمت کے لیے کوئی سبب نہیں پائی جاتی تو رضاعت میں بھی یہ رشتہ جائز ہے۔

❁❁❁

دادی کا دودھ پیا اور چچازاد بہن سے نکاح کیا

سوال نمبر(259):

جمشید نے اپنی دادی کا دودھ پیا تھا، پھر اس نے اپنی چچازاد بہن یاسمین سے شادی کرلی اور اس شادی کو ہوئے اٹھارہ سال ہو چکے ہیں۔کیا جمشید اور یاسمین کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں تو اب کیا کیا جائے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی شخص مدتِ رضاعت میں کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، جس کی وجہ سے دودھ پلانے والی کے اصول وفروع اس پر حرام ہوجاتے ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی جمشید نے ایامِ رضاعت میں اپنی دادی کا دودھ پیا ہو تو اس کا چچا اس کا رضاعی بھائی ہوا اور چچا کی بیٹی اس کی رضاعی بھتیجی ہوئی، جب کہ رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔اگر ایسا نکاح غلطی سے ہو چکا ہے تو اب فوراً جمشید یاسمین کو جدائی کے الفاظ (مثلاً میں نے تجھے چھوڑ دیا وغیرہ) ذکر کرکے ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں بصورت دیگر ایک حرام کام کے ارتکاب کی وجہ سے دونوں سخت گناہ گار ہوں گے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعاً.(۲)

(۱) السرخسي، محمد شمس الدين، المبسوط، باب الرضاع: ۱۳۷/۵، دار الكتب العلمية بيروت، لبنان

(۲) الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع: ۳۴۳/۱

ترجمہ: دودھ پینے والے پر رضاعی ماں باپ اور اس کے اصول وفروع، چاہے نسبی ہوں یا رضاعی، سب حرام ہوجاتے ہیں۔

المتارکة في الفاسد بعد الدخول لاتکون إلا بالقول کخلیت سبیلك أو ترکتك .(١)

ترجمہ: نکاح فاسد میں ہم بستری کرنے کے بعد جدائی قول ہی کے ذریعے ہوسکتی ہے، مثلاً (خاوند یوں کہے کہ) میں نے تیرا راستہ خالی کردیا ہے یا میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے۔

❁❁❁

نسبی بھائی کی رضاعی بہن سے اور رضاعی بہن کی نسبی بہن سے نکاح

سوال نمبر(260):

گل خان نے مسماۃ طاہرہ کا دودھ پیا ہے۔گل خان یا اس کا بھائی مسماۃ طاہرہ کی کسی بھی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ گل خان کے ساتھ ایک اور لڑکی مسماۃ خدیجہ نے بھی طاہرہ کا دودھ پیا ہے جو کہ گل خان کی طرح اس کی اپنی اولاد میں سے نہیں، کیا گل خان خدیجہ کی کسی نسبی بہن سے نکاح کرسکتا ہے؟ واضح رہے کہ خدیجہ کی کسی بھی نسبی بہن نے مسماۃ طاہرہ کا دودھ نہیں پیا۔　بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جب کوئی بچہ مدتِ رضاعت میں کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس پر اپنی یہ رضاعی ماں، اس کا شوہر اور ان دونوں کے نسبی اور رضاعی اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں، لہٰذا اگر گل خان نے واقعی مسماۃ طاہرہ کا دودھ پیا ہو تو وہ اس کی کسی بھی نسبی یا رضاعی بیٹی سے نکاح نہیں کرسکتا، لیکن گل خان کے بھائیوں کے لیے مسماۃ طاہرہ کی ہر ایک بیٹی سے نکاح جائز ہے، اسی طرح گل خان کے لیے مسئولہ بالا خدیجہ کی کسی بھی نسبی بہن سے نکاح جائز ہے، کیوں کہ خدیجہ کی بہنیں مسماۃ طاہرہ کی نسبی یا رضاعی اصول وفروع میں سے نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأصولهما، وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا(٢)

(١) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب في النکاح الفاسد:٤/٢٧٧

(٢) الفتاوی الهندیة، کتاب الرضاع:١/٣٤٣

ترجمہ:

دودھ پینے والے بچے پر اس کے رضاعی والدین اور ان کے نسبی ورضاعی اصول وفروع حرام ہوتے ہیں۔

وكذلك يتزوج أخت أخته من الرضاع.(۱)

ترجمہ:

اسی طرح اپنی رضاعی بہن کی (نسبی) بہن سے نکاح کرسکتا ہے۔

❁❁❁

نانی کا دودھ پیا اور خالہ زاد بہن سے نکاح کیا

سوال نمبر(261):

اورنگزیب کا رشتہ اس کی خالہ زاد بہن فاطمہ سے طے ہوا ہے، جب کہ اورنگزیب نے بچپن میں اپنی نانی مسماۃ نگینہ کا دودھ پیا ہے، لیکن دورانِ رضاعت اورنگزیب کے ساتھ فاطمہ کی والدہ دودھ پینے میں شریک نہیں تھی۔ کیا اس رضاعت کی وجہ سے اس نکاح پر کوئی اثر پڑے گا؟ اگر اورنگزیب کے لیے فاطمہ سے نکاح جائز نہ ہو تو کیا اورنگزیب کا بھائی فاطمہ سے نکاح کرسکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب کوئی بچہ مدتِ رضاعت میں کسی عورت کا دودھ پی لے تو یہ خاتون اس بچے کی رضاعی ماں جب کہ اس کی تمام اولاد اس بچے کے رضاعی بہن بھائی بن جاتے ہیں، چاہے اس خاتون کی اولاد میں سے کسی نے اس بچے کے ساتھ شریک ہوکر دودھ پیا ہو یا اس نے اکیلے ہی پیا ہو، بہرحال اگر واقعی اورنگزیب نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے تو نانی کی بیٹیاں (نسبی اعتبار سے اورنگزیب کی خالائیں ہونے کے ساتھ) اس کی رضاعی بہنیں بھی ہیں اور یوں فاطمہ اورنگزیب کی رضاعی بھانجی ہوئی، جب کہ رضاعی بھانجی کے ساتھ نکاح ناجائز ہے۔

جہاں تک اورنگزیب کے بھائی کا تعلق ہے تو اس کے لیے فاطمہ سے نکاح کرنا جائز ہے، کیوں کہ فاطمہ اس کی صرف خالہ زاد بہن ہے اور خالہ زاد بہن سے نکاح جائز ہے۔

---

(۱) المبسوط، باب الرضاع: ۱۳۷/۵

والدّليل علىٰ ذلك:

وفي الهداية:وكل صبيين اجتمعاعلى ثدي امرأة واحدة لم يجز لأحدهماأن يتزوج بالأخرى.وفي السغناقي:لم يرد من الاجتماع هنااجتماع من حيث الزمان، ولامن حيث اليمنى واليسرى، بل المراد اجتماعهمافي امرأة واحدة ارتضاعاًعلى ثدي امرأة واحدة.(١)

ترجمہ:

ہدایہ میں ہے کہ:''جب دو بچے ایک عورت سے دودھ پئیں تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہیں''۔سغناقی نامی کتاب میں ہے کہ:''ایک عورت سے دودھ پینے میں جمع ہونے سے مراد زمانے کا ایک ہونا اور دائیں، بائیں (چھاتی) کا ایک ہونا نہیں، بلکہ اس سے ایک عورت کا دودھ پینے میں شریک ہونا مراد ہے''۔

❁❁❁

چھوٹی بہن کو دودھ پلانے کے اثرات

سوال نمبر(262):

اگر کسی عورت نے اپنی بہن کو بچپن میں دودھ پلایا ہو تو کیا اس مرضعہ کے بیٹے کے لیے اپنی اس خالہ (جس کو اس لڑکے کی ماں نے دودھ پلایا ہے) کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؟

بيّنوا توجروا

الجواب وبالله التوفيق:

جن نسبی رشتوں کی وجہ سے آپس میں نکاح جائز نہیں ہے، وہی رشتے اگر رضاعت کی بناپر ہوں تو ان کا بھی نکاح جائز نہیں ہوگا۔

مسئولہ صورت میں جب کہ خالہ نے اپنی بہن کا دودھ پیا ہے تو اس (مرضعہ) بہن کا بیٹا اس کا رضاعی بھائی ہوا اور یوں اس خالہ کی بیٹی اس لڑکے کی رضاعی بھانجی ہوئی اور جس طرح حقیقی بھانجی سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی بھانجی سے بھی نکاح جائز نہیں ہے۔

---

(١) التاتارخانية، كتاب الصوم:٣/١٦٩

والدّلیل علیٰ ذلک:

عن عائشةؓ:قال رسول اللہﷺ :یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب.(۱)

ترجمہ:

حضورﷺ نے فرمایا:''رضاعت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہوجاتے ہیں جونسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں''۔

❁❁❁

سوتیلی نانی کا دودھ پینے کے اثرات

سوال نمبر(263):

میں اپنے بیٹے کی شادی اس کی سگی خالہ زاد بہن سے کروانا چاہتا ہوں،لیکن میرے بیٹے نے اپنی سوتیلی نانی (میرے سسر کی دوسری بیوی) کا دودھ پیا ہے۔کیا شرعی نقطہ نگاہ سے میں اپنی چاہت پوری کرسکتا ہوں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

رضیع،یعنی دودھ پینے والے بچے کے لیے اپنی مرضعہ (دودھ پلانے والی) اور اس کے شوہر کے اصول وفروع میں سے کسی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

مسئولہ صورت میں جب بچے نے اپنی سوتیلی نانی کا دودھ پی لیا تو اس پر اپنے نانا کے فروع بھی حرام ہوگئے، اور خالہ زاد بہن نانا کے فروع میں آتی ہے،اس لیے مذکورہ بچے کا نکاح اس سے درست نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع، وأصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعاً.(۲)

ترجمہ: دودھ پینے والے بچے پر اس کے رضائی والدین اور ان کے نسبی ورضائی اصول وفروع حرام ہیں۔

❁❁❁

(۱)الصحیح لمسلم، کتاب الرضاع:۱/ ٤٦٧

(۲)الفتاوی الھندیة، کتاب الرضاع:۱/ ۳٤۳

نسبی بہن کی رضاعی بہن سے نکاح کرنا

سوال نمبر(264):

سمیع الدین کی بہن تحسین نے اپنی چچی نسیم کا دودھ پیا ہے۔کیا سمیع الدین کے لیے نسیم کی بیٹی راحت سے نکاح جائز ہے؟

بینواتوجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے دودھ پینے والے بچے کے لیے دودھ پلانے والی عورت اوراس کے اصول وفروع سے نکاح جائز نہیں،لیکن یہ حرمت صرف اس دودھ پینے والے کے ساتھ خاص ہے،اس کے دوسرے بہن بھائیوں کے لیے اس مرضعہ اوراس کے اصول وفروع کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔

صورتِ مسئولہ کے مطابق سمیع الدین کی بہن نے جب اپنی چچی کا دودھ پیا ہے تو اس پر چچی کے اصول وفروع حرام ہیں،البتہ اس کے بھائیوں پر حرام نہیں،اس لیے سمیع الدین کے لیے راحت سے نکاح بلاشبہ جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ولو أرضعت أمه جارية لها إخوة، وأخوات، كان له أن يتزوج أخوات تلك الجارية ؛لأن التي أرضعتها الأم أخته من الرضاعة، ولاسبب بينه وبين أخواتها.(١)

ترجمہ:

اگر ایک شخص کی ماں ایسی لڑکی کو دودھ پلائے جس کے دیگر بھائی،بہنیں ہوں تو اس شخص کے لیے اس لڑکی کی بہنوں سے نکاح جائز ہے،کیوں کہ جس لڑکی کو اس کی ماں نے دودھ پلایا ہے،وہ اس کی رضاعی بہن ہے،جب کہ اس شخص اوراس کی رضاعی بہن کی بہنوں کے درمیان کوئی سبب (حرمت) موجود نہیں (اس لیے ان سے نکاح کرنا بھی جائز ہے)۔



(١)المبسوط، باب تفسير لبن الفحل :٣٠١/٣

علاتی رضاعی بہن سے نکاح

سوال نمبر(265):

زید نے فرزانہ کے ساتھ مل کر فرزانہ کی والدہ زینب کا دودھ پیا ہے۔فرزانہ کی ایک علاتی بہن نگینہ ہے۔کیا زید کے لیے نگینہ سے نکاح جائز ہے؟ کیوں کہ نگینہ تو زینب کی اپنی بیٹی نہیں۔

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

مسئولہ صورت میں نگینہ زینب کے خاوند کی بیٹی ہونے کی وجہ سے زید کی علاتی رضاعی بہن ہے اور علاتی نسبی بہن کی طرح علاتی رضاعی بہن سے بھی نکاح جائز نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع، وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعاً.(۱)

ترجمہ:

دودھ پینے والے بچے پر اس کے رضاعی والدین اور ان کے نسبی ورضاعی اصول وفروع حرام ہیں۔

❁❁❁

مرضعہ کے شک کی صورت میں نکاح کا حکم

سوال نمبر(266):

ایک خاتون مسماۃ رفاقت کو شک ہے کہ شاید اس نے ایک اجنبیہ بچی مسماۃ نسرین کو دودھ پلایا ہے۔ایسی حالت میں مسماۃ نسرین کی بیٹی قدیحہ کا نکاح رفاقت کے بیٹے عمران کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جب کوئی عورت کسی اجنبیہ بچی کو دودھ پلادے تو رضاعت ثابت ہوجانے کی وجہ سے اس عورت کی اولاد اس

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع:۱/۳٤۳

بچی کے رضاعی بہن بھائی بن جاتے ہیں اور رضاعت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو کہ نسب کی بنا پر حرام ہیں۔
صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی مسماۃ رفاقت نے مسماۃ نسرین کو دودھ پلایا ہو تو نسرین اور عمران آپس میں رضاعی بہن بھائی ہوئے اور نسرین کی بیٹی قدیجہ، عمران کی رضاعی بھانجی ہوئی، جب کہ رضاعی بھانجی سے نکاح حرام ہے۔ یہ تو اصل مسئلہ تھا۔
لیکن اگر مسماۃ رفاقت کو نسرین کو دودھ پلانا یاد نہ ہو اور نہ ہی دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتیں اس بات پر بطور گواہ موجود ہوں تو ایسی صورت میں رضاعت ثابت نہ ہونے کی وجہ سے قدیجہ اور عمران کا نکاح جائز ہے، پھر بھی احتیاط یہ ہے کہ اس رشتہ سے پرہیز کیا جائے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

عن عائشةؓ:قال رسول اللہ ﷺ :یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب.(۱)

ترجمہ:

حضور ﷺ نے فرمایا: ''رضاعت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں''۔

ففي القضاء لاتثبت الحرمة بالشك، وفي الاحتیاط تثبت.(۲)

ترجمہ:

شک کی صورت میں قضاءً حرمت (رضاعت) ثابت نہیں ہوتی اور احتیاطاً ثابت ہوتی ہے۔

❁❁❁

مرضعہ کی قسم سے رضاعت کا ثبوت

سوال نمبر(267):

پروین کی بیٹی کا نکاح اس کی بہن کے بیٹے خالد سے ہو چکا ہے، البتہ ابھی تک رخصتی عمل میں نہیں آئی۔ نکاح سے کچھ عرصہ بعد پروین نے دعویٰ کیا کہ اس نے خالد کو دودھ پلایا ہے اور وہ اس بات پر بار بار قسم کھا رہی ہے، لیکن اس

(۱) الصحیح لمسلم، کتاب الرضاع :۱/ ۴۶۷

(۲) الفتاوی الهندیة، کتاب الرضاع:۱/ ۳۴۴

پر کوئی گواہ نہیں، جب کہ لڑکے کے والدین کا کہنا ہے کہ پروین محض جھوٹ بول کر شادی کرانے سے انکار کررہی ہے۔ازراہِ کرم واضح فرمائیں کہ کیا دودھ پلانے والی عورت کے قسم کھانے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوسکتی ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

رضاعت کے ثبوت کے لیے دو عادل مردوں یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی گواہی ضروری ہے، محض دودھ پلانے والی عورت کے قسم کھانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

لہٰذا اگر پروین کے دعویٰ پر دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتیں بطور گواہ موجود نہ ہوں اور خالد کا نکاح واقعی پروین کی بیٹی سے ہو چکا ہو تو اب وہ خالد کی بیوی ہی ہے، لیکن جب پروین قسم کھا کر یہ کہہ رہی ہے کہ اس نے خالد کو دودھ پلایا ہے تو خالد کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اس بیوی کو چھوڑ کر کہیں اور گھر بسا لے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(حجته حجة المال)وهي شهادة عدلين، أوعدل وعدلتين .(١)

ترجمہ: رضاعت کے اثبات کی دلیل مال کے اثبات کی دلیل کی طرح ہے جو کہ دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی گواہی ہے۔

فإذا شهدت امرأة على الرضاع، فالأفضل للزوج أن يفارقها.(٢)

ترجمہ: جب ایک عورت رضاعت کی گواہی دے دے تو خاوند کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ بیوی سے علیحدگی اختیار کر دے۔

❁❁❁

خشک پستان بچے کے منہ میں دینے سے رضاعت کا ثبوت

سوال نمبر(268):

اگر ایک عورت کے پستان خشک ہوں، یعنی ان میں دودھ نہ ہو اور وہ کسی بچے کو بہلانے کے لیے اپنے پستان

(١)الدر المختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ٤/ ٤٢٠

(٢)بدائع الصنائع، کتاب الرضاع، فصل فیمایثبت به الرضاع: ٥/ ١٠٦

اس کے منہ میں دے دے تو کیا اس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

حرمتِ رضاعت مدتِ رضاعت میں دودھ پلانے سے ثابت ہوتی ہے، لہٰذا اگر کسی عورت کے پستانوں میں دودھ بالکل نہ ہو اور وہ کسی بچے کے منہ میں اپنے پستان دیدے تو اس سے حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

وفي القنية:امرأة كانت تعطي ثديها صبية، واشتهر ذلك بينهم، ثم تقول: لم يكن في ثديي لبن حين القمتها ثديي، ولم يعلم ذلك إلامن جهتها، جازلابنها أن يتزوج بهذه الصبية.(۱)

ترجمہ:

ایک عورت جو کہ ایک بچی کو اپنی پستان دیتی تھی اور یہ بات لوگوں میں بھی مشہور ہوگئی، اب وہ عورت کہتی ہے کہ جب میں اس بچی کو پستان دے رہی تھی تو اس وقت میری پستان میں دودھ نہیں تھا اور اس بات کا علم صرف اسی سے ہوسکتا ہو تو اس عورت کے بیٹے کے لیے اس بچی سے شادی کرنا جائز ہے۔

❁❁❁

بچے کا عورت کے پستانوں سے صرف منہ لگانا

سوال نمبر(269):

محترم مفتی صاحب! ایک دن مدتِ رضاعت میں زید بہت زیادہ رو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی چچی زینب نے اس کو اپنے پستانوں سے دودھ دینا چاہا، لیکن زید رونے کی وجہ سے منہ کبھی ادھر کبھی اُدھر کرتا رہا، لہٰذا پستان سے دودھ جاری نہ ہوا۔ کیا ایسی صورت میں زید کا نکاح زینب کی بیٹی ناہید سے ہوسکتا ہے؟ جب کہ زینب ان دِنوں میں ناہید کو دودھ پلا رہی تھی۔

بیّنوا توجروا

---

(۱)رد المحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الرضاع:٤/ ٤٠١-٤٠٢

22

الجواب وباللہ التوفیق:

بچے کا کسی عورت سے رضاعت کا ثبوت صرف اس وقت ہوتا ہے جب مدتِ رضاعت میں اس عورت کا دودھ بچے کے منہ یا ناک کے ذریعے پیٹ میں یقینی طور سے پہنچ جائے، چاہے دودھ قلیل مقدار میں ہو یا کثیر مقدار میں۔

اگر واقعی زید نے زینب کا دودھ نہیں پیا اور اس پر اُسے یقین ہو تو پستانوں سے محض منہ لگانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا زید کا زینب کی بیٹی سے نکاح درست ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

قد یوجد المص، ولا رضاع إن لم یصل إلی الجوف.(١)

ترجمہ:

بعض اوقات پستان کا چوسنا پایا جاتا ہے، لیکن رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اگر دودھ پیٹ تک نہ پہنچے۔

أي وصول اللبن من ثدي المرءة إلی جوف الصغیر من فمه، أو أنفه في مدة الرضاع.(٢)

ترجمہ:

عورت کی پستان سے دودھ کا بچے کے منہ یا ناک کے ذریعے مدتِ رضاعت میں اس کے پیٹ تک پہنچنا (رضاعت کہلاتا) ہے۔

❁❁❁

رشتہ رضاعت کے باوجود نکاح ہوا ہے تو اب کیا کیا جائے؟

سوال نمبر (270):

مسماۃ شگفتہ کی شادی اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ ہوئی۔ اس نے اپنی چچی کا دودھ مدتِ رضاعت میں صرف ایک دفعہ پیا ہے۔ اس وقت ایک مولوی صاحب سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تھا تو انہوں نے ایک حدیث کے حوالے سے بتلایا تھا کہ کم ازکم پانچ دفعہ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ اب شادی کے بارہ سال ہو چکے ہیں اور ان کے دو بیٹے بھی ہیں۔ شوہر کہتا ہے کہ میں مطمئن نہیں ہوں۔ برائے مہربانی آپ حضرات اس مسئلے کا حل بیان فرمائیں۔

(١) رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ٤/٣٩٢

(٢) البحرالرائق، کتاب الرضاع (تحت قوله: وهو مص الرضیع): ٣/٣٨٦، ٣٨٧

الجواب وباللہ التوفیق:

فقہاے احناف کے نزدیک اگر کوئی شخص مدتِ رضاعت (دو سال) میں ایک مرتبہ بھی کسی عورت کا دودھ پی لے تو حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

اگر مسماۃ شگفتہ نے مدتِ رضاعت میں واقعی اپنی چچی کا دودھ ایک مرتبہ پیا ہو اور اس رضاعت پر دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتیں بطورِ گواہ موجود ہوں یا خود شوہر اس کا اعتراف کرتا ہو تو ایسی صورت میں شگفتہ کے لیے اس چچی کے کسی بھی بیٹے سے نکاح جائز نہیں۔ جو نکاح ہوا ہے وہ فاسد ہے، اس لیے دونوں پر لازم ہے کہ ازدواجی تعلقات کو ختم کرتے ہوئے شوہر بیوی کو طلاق وغیرہ کے الفاظ ذکر کر کے ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں، اپنے کیے پر صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کریں۔ جو اولاد پیدا ہو چکی ہے، وہ ثابت النسب ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

(ويثبت به وإن قل)إن علم وصوله لجوفه من فمه، أو أنفه لاغير.(۱)

ترجمہ:

دودھ پلانے سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے، چاہے کم مقدار میں ہی پلایا جائے، بشرطیکہ بچے کے پیٹ میں دودھ کا منہ یا ناک کے ذریعے پہنچنا معلوم ہو۔

فالرضاع يظهر بأحدأمرين:أحدهما الإقرار، والثاني البينة، أماالإقرار فهو أن يقول لامرأة تزوجها هي أختي من الرضاع......ويثبت على ذلك......وأماالبينة فهي أن يشهد على الرضاع رجلان، اورجل وامرأتان............فإذاشهدت امرأة على الرضاع، فالأفضل للزوج أن يفارقها.(۲)

ترجمہ:

رضاعت دو باتوں میں سے ایک کے ساتھ ثابت ہوتی ہے: ایک خاوند کے اقرار سے، دوسرے گواہی سے۔ اقرار سے مراد یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کے بارے میں کہے کہ یہ میری رضاعی بہن ہے۔۔۔۔۔اور پھر اس اقرار پر قائم رہے۔۔۔۔اور گواہی سے مراد یہ ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں رضاعت کی گواہی دیں۔۔۔۔۔جب ایک عورت رضاعت کی گواہی دے تو خاوند کے لیے بہتر یہ ہے کہ بیوی سے جدا ہو جائے۔

(۱)الدر المختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ٤/٣٩٨-٤٠١

(۲)بدائع الصنائع، کتاب الرضاع، فصل فیمایثبت به الرضاع:٥/١٠٣-١٠٦

ثبوتِ رضاعت کے شرعی ذرائع

سوال نمبر(271):

میرے والدین نے میری چچازاد بہن سے میرے رشتے کی بات کی تو کچھ ٹال مٹول کے بعد میرے چچا، چچی راضی ہوگئے، اب جب کہ رخصتی کو تھوڑا عرصہ رہ چکا ہے، میری چچی کہنے لگی ہے کہ یہ رشتہ نہیں ہوسکتا، کیوں کہ میں نے سعیداللہ کو(یعنی مجھے) دودھ پلایا ہے، جب کہ خاندان کے دیگر افراد اس بات کو جھوٹ قرار دیتے ہیں۔ کیا اس چچازاد بہن سے میرا نکاح ہوسکتا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی اعتبار سے رضاعت کا ثبوت خاوند کے اقرار یا دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی گواہی سے ہوتا ہے، البتہ اگر صرف ایک شخص ثبوتِ رضاعت کی گواہی دے اور دل اس کے سچا ہونے کی خبر دے تو افضل یہ ہے کہ اس نکاح سے گریز کیا جائے، لیکن پھر بھی شوہر کی طرف سے اقرار یا گواہوں کا نصاب مکمل نہ ہونے کی وجہ سے نکاح کرنا جائز ہے۔

مذکورہ صورت میں نکاح سے پہلے رضاعت کی خبر دینے والی عورت کی خبر میں اگر صداقت کا گمان پیدا ہوتا ہو تو افضل یہ ہے کہ اس نکاح سے اجتناب کیا جائے، ورنہ ثبوت نہ ہونے کی صورت میں جب یقین نہ ہو تو نکاح کی گنجائش ہے۔

والدّلیل علیٰ ذٰلک:

فالرضاع يظهر بأحد أمرين:أحدهما الإقرار، والثاني البينة، أما الإقرار فهو أن يقول لامرأة تزوجها هي أختي من الرضاع..........ويثبت على ذلك ....وأما البينة فهي أن يشهد على الرضاع رجلان، أو رجل وامرأتان ....فإذا شهدت امرأة على الرضاع، فالأفضل للزوج أن يفارقها.(۱)

ترجمہ:

رضاعت دو باتوں میں سے ایک کے ساتھ ثابت ہوتی ہے: ایک خاوند کے اقرار سے، دوسرے گواہی سے۔ اقرار سے مراد یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کے بارے میں کہے کہ یہ میری رضاعی بہن ہے۔۔۔۔۔اور پھر اس اقرار پر قائم

(۱) بدائع الصنائع، کتاب الرضاع، فصل فیما یثبت بہ الرضاع: ۵/۱۰۳-۱۰۶

رہے۔۔۔۔۔اور گواہی سے مراد یہ ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں رضاعت کی گواہی دیں۔۔۔۔۔جب ایک عورت رضاعت کی گواہی دے تو خاوند کے لیے بہتر یہ ہے کہ بیوی سے علیحدگی اختیار کرے۔

❁❁❁

سگی دادی سے رضاعت کی صورت میں سوتیلی دادی کی پوتی سے نکاح

سوال نمبر(272):

عدیل نے اپنی سوتیلی دادی کی پوتی سے نکاح کیا ہے جس کو ایک سال ہو چکا ہے، جب کہ بچپن میں اس نے اپنی سگی دادی کا دودھ بھی پیا ہے۔سوال یہ ہے کہ کیا عدیل کے لیے اپنی سوتیلی دادی کی پوتی سے نکاح جائز ہے؟ اگر نہیں تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

سگی دادی کا دودھ پینے سے عدیل کا دادا اس کا رضائی باپ بن گیا ہے، جب کہ رضائی باپ کے سب اصول وفروع رضیع (دودھ پینے والے بچے) پر حرام ہوتے ہیں۔

لہٰذا مسئولہ صورت میں سوتیلی دادی کی پوتی چونکہ عدیل کے رضائی باپ (دادا) کے فروع میں سے ہے، لہٰذا عدیل کے لیے اس سے نکاح کرنا جائز نہیں تھا، لاعلمی میں جو نکاح ہوا ہے، وہ نکاح فاسد ہے، عدیل پر لازم ہے کہ بیوی کو جدا کردے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع، وأصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعا.(۱)

ترجمہ:

دودھ پینے والے بچے پر اس کے رضائی والدین اور ان کے نسبی ورضائی اصول وفروع حرام ہوتے ہیں۔

❁❁❁

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرضاع: ۱/۳۴۳

دادی کا دودھ پینے پر خالہ زاد بھائی سے نکاح

سوال نمبر(273):

ہمارے ماموں کی بیٹی نے اپنی دادی (یعنی ہماری نانی) کا دودھ پیا ہے۔اب اس کی منگنی میرے بھائی سے طے ہونے والی ہے۔کیا از روئے شریعت یہ رشتہ جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جو بچہ مدتِ رضاعت میں کسی عورت کا دودھ پی لے تو دودھ پلانے والی عورت اور اس کے اصول وفروع اس بچے پر حرام ہو جاتے ہیں۔

اگر واقعی آپ کی ماموں زاد بہن نے اپنی دادی (آپ کی نانی) کا دودھ پیا ہو تو وہ آپ کی رضاعی خالہ ہونے کی وجہ سے آپ سب پر حرام ہے،لہٰذا مسئولہ رشتہ جائز نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع، وأصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعا.(۱)

ترجمہ:

دودھ پینے والے بچے پر اس کے رضاعی والدین اور ان کے نسبی ورضاعی اصول وفروع حرام ہوتے ہیں۔

❁❁❁

رضاعی بھائی کی نسبی بھتیجی سے نکاح

سوال نمبر(274):

زید کے چھوٹے بھائی عمرو نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے۔اب زید کی بیٹی کا رشتہ اس عورت کے بیٹے سے طے ہونے والا ہے،کیا یہ رشتہ درست ہے؟

بیّنوا توجروا

---

(۱) الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرضاع:۱/۳٤۳

الجواب وباللہ التوفیق:

صورتِ مسئولہ میں عمرو اور اس عورت کے درمیان پائی جانے والی حرمتِ رضاعت کا اثر عمرو کے نسبی بھائی زید اور اس کی اولاد کی طرف منتقل نہیں ہوتا، لہٰذا زید کی بیٹی کا رشتہ اس عورت کے بیٹے کے ساتھ جائز ہے۔

والدلیل علیٰ ذلک:

وتحل أخت أخيه رضاعاً(١)

ترجمہ:

رضاعی بھائی کی نسبی بہن (سے نکاح) جائز ہے۔

❁❁❁

رضاعت کی اکثر مدت

سوال نمبر (275):

رضاعت کی اکثر مدت کتنی ہے؟ اگر زید نے دو سال ساڑھے تین ماہ کی عمر میں فاطمہ کی والدہ کا دودھ پیا ہو تو کیا وہ فاطمہ سے نکاح کر سکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

مفتیٰ بہ قول کے مطابق رضاعت کی اکثر مدت دو سال ہے، لہٰذا اگر کوئی بچہ دو سال کی عمر ہونے کے بعد کسی عورت کا دودھ پی لے تو اس سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوگی، لیکن چونکہ اس سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ کا قول ڈھائی سال کا ہے، اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ اگر بچے نے دو سال کے بعد بھی ڈھائی سال کی عمر ہونے سے پہلے پہلے کسی عورت کا دودھ پیا ہو، تب بھی وہ اس عورت اور اس کے اصول و فروع سے نکاح نہ کرے۔

صورتِ مسئولہ میں زید کے لیے فاطمہ سے نکاح کرنا اگرچہ جائز ہے، لیکن احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس رشتے سے گریز کرے۔

(١) تنوير الأبصار على صدر ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ٤١٠/٤

والدلیل علیٰ ذلك:

هو(حولان ونصف عنده، وحولان)فقط(عندهما وهوالأصح)فتح، وبه يفتى كمافى تصحيح القدورى عن العون، لكن في الجوهرة أنه في الحولين ونصف.قال العلامة ابن عابدينؒ:قوله:(لكن الخ استدراك على قوله :"وبه يفتى "وحاصله أنهما قولان أفتى بكل منهما.(۱)

ترجمہ:

رضاعت کی مدت امام صاحب کے نزدیک ڈھائی سال اور صاحبین کے نزدیک فقط دوسال ہے اور یہ قول اصح ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے جیسا کہ تصحیح القدوری میں عون سے مروی ہے، لیکن جوہرۃ میں ہے کہ یہ مدت ڈھائی سال ہے۔علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ ماتن کا قول "لکن ......الخ" دراصل "وبه يفتى " سے پیدا شدہ وہم کا ازالہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مدتِ رضاعت کے بارے میں دونوں قسم کے اقوال ہیں جن میں سے ہر ایک پر فتویٰ دیا گیا ہے۔

وفي فتح القدير :الأصح قولهما من الاقتصار على الحولين في حق التحريم أيضا، وبه أخذ الطحاوي ....ولكن قال في آخر الحاوي القدسي:فإن خالفا ه قال بعضهم يؤخذبقوله، وقال بعضهم يؤخذ بقولهما، وقيل يخير المفتي، والأصح أن العبرة لقوة الدليل، ولايخفى قوة دليلهما.(۲)

ترجمہ:

فتح القدیر میں ہے کہ صاحبین کا یہ قول کہ تحریم کے حق میں بھی دوسال پر اقتصار کرنا اصح ہے اور امام طحاویؒ نے بھی اس قول کو لیا ہے۔۔۔۔۔لیکن حاوی قدسی کے آخر میں کہا ہے کہ اگر صاحبینؒ امام صاحبؒ سے کسی مسئلہ میں اختلاف کریں تو بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ایسی صورت میں امام صاحب کے قول کو لیا جائے گا جب کہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ صاحبین کا قول لیا جائے گا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مفتی کو ایسی صورت میں اختیار ہوگا، اور اصح یہ ہے کہ قوتِ دلیل کا اعتبار ہوگا (ابن نجیمؒ فرماتے ہیں) اور صاحبین کی دلیل کی قوت مخفی نہیں۔

❁❁❁

(۱)رد المحتارعلى الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الرضاع:۴/۳۹۳،۳۹۵

(۲)البحرالرائق، كتاب الرضاع، تحت قوله(وحرم به وإن قل):۳/۳۸۸،۳۸۹

نانی کا دودھ پینا

سوال نمبر(276):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچے نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے۔کیا اس بچے کا نکاح اپنے ماموں کی بچیوں میں سے کسی بچی سے ہوسکتا ہے؟اور کیا اس بچے کی باقی بہن بھائیوں کا نکاح اس کے ماموں کی اولاد سے ہوسکتا ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہیں، وہ رشتے رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوتے ہیں۔

اسی بنا پر مذکورہ مسئلہ میں جب بچے نے مدتِ رضاعت کے اندر اپنی نانی کا دودھ پی لیا ہے تو نانی اس بچے کی رضائی ماں بن کر اس کی تمام اولاد اس بچے کی رضائی بہن بھائی بن گئے ہیں تو جس طرح نسبی بہن بھائیوں کی اولاد کے ساتھ نکاح حرام ہے، اس طرح رضائی بہن بھائیوں کی اولاد سے بھی نکاح حرام ہے، تاہم حرمتِ رضاعت صرف مذکورہ بچے کی ذات تک محدود رہے گی، اس بچے کی دیگر نسبی بہن بھائیوں کا نکاح اس بچے کی رضائی بہن بھائیوں کے ساتھ جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

قال علیہ السلام:الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة.(۱)

ترجمہ:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: رضاعت وہ حرام کرتی ہے جو ولادت حرام کرتی ہے۔

❁❁❁

(۱)صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب وأمهاتکم الآتي أرضعنکم:۲/۷٦٤

دادی کا پوتے کو دودھ پلانا

سوال نمبر(277):

کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دادی اپنے پوتے کو دودھ پلاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر پلائے تو پھر اس پوتے کا اپنے چچا کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

بيّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰه التوفيق:

جس طرح ایک عام عورت کسی بچے کو بوقتِ ضرورت دودھ پلاسکتی ہے، اس طرح بوقتِ ضرورت دادی بھی اپنے پوتے کو دودھ پلاسکتی ہے، لیکن آئندہ کے لیے اس بچے کا اپنے چچازاد اور پھوپھی زاد بیٹیوں سے نکاح جائز نہیں ہوگا۔

والدّليل على ذلك:

ولايتزوج المرضعة أحدا من ولد التي أرضعت؛لأنه أخوها ولا ولد ولدها؛لأنه ولد أخيها.(١)

ترجمہ: اور نہ دودھ پلانے والی عورت کے لڑکوں کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے، کیوں کہ وہ اس کے رضاعی بھائی ہیں اور نہ ان کی اولاد کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے، کیوں کہ وہ تو اس کے بھتیجے ہیں۔

❁❁❁

نسبی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح

سوال نمبر(278):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو بھائیوں نے اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے کسی خاتون کو اجرت پر مقرر کیا۔ اب ایک بھائی کا وہ بیٹا فوت ہوگیا ہے جس نے دودھ پیا ہے، جب کہ اس کا دوسرا بیٹا جس نے اس عورت کا دودھ نہیں پیا، مرضعہ کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا شرعی حوالے سے یہ جائز ہے؟

بيّنوا تؤجروا

(١)صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب وأمهاتكم اللاتي أرضعنكم:٢/٧٦٤

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

فقہاے عظام کی تصریحات کی روشنی میں اگر کوئی بچہ مدّتِ رضاعت کے اندر کسی عورت کا دودھ پی لے تو یہ بچہ اس عورت کا رضائی بیٹا بن کر اس پر مرضعہ کے تمام اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں، لیکن بچے کے دوسرے بہن بھائیوں پر یہ حرمت اثرانداز نہیں ہوتی۔

اس لیے دودھ پینے والے کا نسبی بھائی مرضعہ کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

ویجوز أن یتزوج الرجل بأخت أخیه من الرضاع.(۱)

ترجمہ:

اور جائز ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کرلے۔

❀❀❀

ایک عورت کے کہنے سے رضاعت کا ثبوت

سوال نمبر(279):

کیا فرماتے ہیں علماے عظام ومفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید عائشہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے، جب کہ زید کی ماں عائشہ کی ماں سے کہتی ہے کہ جب زید دس ماہ کا تھا تو آپ نے مجھے کہا تھا کہ میں نے زید کو تمھاری عدم موجودگی میں دودھ پلایا ہے، لیکن عائشہ کی ماں انکار کرتی ہے کہ میں نے نہ زید کو دودھ پلایا ہے اور نہ تجھ سے اس قسم کی کوئی بات کی ہے۔ اس وقت میں حاملہ تھی اور میرا دودھ نہیں تھا جب کہ زید کی ماں کے پاس اس بات پر اور کوئی گواہ نہیں اب اگر عائشہ کی ماں کا اعتبار کرکے زید اور عائشہ کا نکاح کردیا جائے تو کیا وہ گناہ گار ہوں گے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

ثبوتِ رضاعت کے لیے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔ ایک عورت کی گواہی معتبر نہیں، تاہم اگر اس کا قول موجبِ یقین واطمینان ہو اور اس میں کذب بیانی کا احتمال نہ ہو تو عقدِ نکاح سے پہلے اس

(۱) الهدایة، کتاب الرضاع: ۲/ ۳۷۱

رشتہ سے احتراز بہتر ہے، جب کہ بعداز نکاح ثبوتِ رضاعت کے لیے باقاعدہ گواہان کا ہونا ضروری ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر عائشہ کی ماں نے واقعی زید کو دودھ نہیں پلایا ہو اور گواہان بھی موجود نہ ہوں تو زید کی والدہ کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور عائشہ کا نکاح زید سے جائز ہوگا۔لیکن بعداز نکاح اگر دو گواہوں سے رضاعت ثابت ہوجائے اور عائشہ کی ماں نے محض رشتے کی خاطر جھوٹ بول کر دودھ پلانے سے انکار کیا ہو تو اس صورت میں وہ گناہ گار ہوگی،لیکن اگر عائشہ کی ماں اپنے قول میں سچی ہو اور ثبوتِ رضاعت کے لیے گواہان بھی موجود نہ ہوں تو پھر اس پر کوئی گناہ نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

الرضاع يظهر بأحد أمرين أحدهما الإقرار، والثاني البينة، ولا يقبل في الرضاع إلا شهادة رجلين، أو رجل وامرأتين عدول.(۱)

ترجمہ:

رضاعت دو باتوں میں سے ایک سے ثابت ہوتی ہے: ایک ان میں اقرار کرنا ہے اور دوسری بات گواہی ہے اور رضاعت میں صرف عادل دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی قبول کی جاتی ہے۔

❁❁❁

مدتِ رضاعت اور گواہی

سوال نمبر(280):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بچے نے ایک عورت کا دودھ دو سال سے کچھ زیادہ عمر میں پیا ہے اور اُسی عورت سے ایک دوسری بچی نے اسی وقت دودھ پیا اور اس کی عمر اس وقت دو سال سے کم تھی۔کیا اس بچے کا نکاح اس بچی کی دوسری بہن سے جائز ہے؟

بیّنوا توٴجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے حرمتِ رضاعت کے ثبوت کے لیے مدتِ رضاعت کے اندر بچے کا عورت کا دودھ پینا ضروری ہے۔مدتِ رضاعت کے بارے میں احناف کا مفتیٰ بہ قول دو سال کا ہے۔اسی طرح ثبوتِ رضاعت کے لیے

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع: ۱/ ۳۴۷

رضیع کا اقرار کرنا یا شرعی گواہوں کا ہونا ضروری ہے تاہم اگر مدت کے بعد دودھ پینا ثابت ہو یا ثبوت پر گواہ نہ ہوں تو ایسی صورت میں حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

لہٰذا اگر مذکورہ بچے نے دوسال کے بعد مرضعہ کا دودھ پیا ہو تو اس سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اس لیے وہ اس بچی اور اس کی دوسری بہن سے نکاح کرسکتا ہے، کیوں کہ ان کے مابین حرمتِ رضاعت ثابت نہیں۔

والدّلیل علی ذلك:

هو (حولان ونصف عنده، وحولان) فقط (عندهما وهو الأصح) فتح، وبه يفتي كمافي تصحيح القدوري عن العون، لكن في الجوهرة أنه في الحولين ونصف. قال العلامة ابن عابدينؒ: قوله: (لكن الخ استدراك على قوله: "وبه يفتي" وحاصله أنهما قولان أفتي بكل منهما. (١)

ترجمہ: رضاعت کی مدت امام صاحب کے نزدیک ڈھائی سال اور صاحبین کے نزدیک فقط دوسال ہے اور یہ قول اصح ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے جیسا کہ تصحیح القدوری میں عون سے مروی ہے، لیکن جوہرۃ میں ہے کہ یہ مدت ڈھائی سال ہے۔ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ ماتن کا قول "لکن ......الخ" دراصل "وبہ یفتی" سے پیداشدہ وہم کا ازالہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مدتِ رضاعت کے بارے میں دونوں قسم کے اقوال ہیں جن میں سے ہر ایک پر فتویٰ دیا گیا ہے۔

وفي فتح القدير: الأصح قولهما من الاقتصار على الحولين في حق التحريم أيضا، وبه أخذ الطحاوي .... ولكن قال في آخر الحاوي القدسي: فإن خالفاه قال بعضهم يؤخذ بقوله، وقال بعضهم يؤخذ بقولهما، وقيل يخير المفتي، والأصح أن العبرة لقوة الدليل، ولايخفى قوة دليلهما. (٢)

ترجمہ: فتح القدیر میں ہے کہ صاحبین کا یہ قول کہ تحریم کے حق میں بھی دوسال پر اقتصار کرنا اصح ہے اور امام طحاویؒ نے بھی اس قول کو لیا ہے۔۔۔۔لیکن حاوی قدسی کے آخر میں کہا ہے کہ اگر صاحبینؒ امام صاحبؒ سے کسی مسئلہ میں اختلاف کریں تو بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ایسی صورت میں امام صاحب کے قول کو لیا جائے گا جب کہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ صاحبین کا قول لیا جائے گا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مفتی کو ایسی صورت میں اختیار ہوگا، اور اصح یہ ہے کہ قوتِ دلیل کا اعتبار ہوگا (ابن نجیمؒ فرماتے ہیں) اور صاحبین کی دلیل کی قوت مخفی نہیں۔

(١) رد المحتار على الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ٤/٣٩٣، ٣٩٥

(٢) البحرالرائق، كتاب الرضاع، تحت قوله (وحرم به وإن قل): ٣/٣٨٨، ٣٨٩

رضاعی چچا کی بیٹی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(281):

زینب کا ایک نسبی بیٹا جس کا نام زید ہے اور ایک رضاعی بیٹا جس کا نام بکر ہے۔اب بکر کا بیٹا زید کی بیٹی ہندہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی رُو سے نسبی اور رضاعی رشتوں کا ایک ہی حکم ہے کہ نسب کی وجہ سے جو رشتے حرام ہیں رضاعت کی وجہ سے بھی وہ حرام ہو جاتے ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر زید کی بیٹی ہندہ اور بکر کے بیٹے اکرم کے درمیان محرمیت کا کوئی اور واسطہ نہ ہو تو بکر کی رضاعت سے اس رشتہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا،جس طرح نسب کے اعتبار سے چچازاد بہن سے نکاح جائز ہے،اس طرح رضاعی چچا کی بیٹی سے بھی نکاح جائز ہے،اس میں کوئی حرج نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب.(۱)

ترجمہ:

اور رضاعت کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہوتے ہیں جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

۞۞۞

عورت کا دودھ غلطی سے پینے کی صورت میں اس کی بیٹیوں سے نکاح

سوال نمبر(282):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بچے نے غلطی سے ایک عورت کا دودھ پی لیا، حالانکہ عورت اس بچے کو پلانا نہیں چاہتی تھی،ہوا یوں کہ عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی،اس اثنا میں ایک دوسرا بچہ

(۱)الهداية، كتاب الرضاع:۲/ ۳۷۰

آیااوراس نے پستان پر منہ رکھ کردودھ پی لیا۔اب سوال یہ ہے کہ جس بچے نے عورت کی چاہت کے بغیر دودھ پیا ہے، اس کا نکاح مذکورہ عورت کی بیٹیوں کے ساتھ جائز ہے یانہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

رضاعت کا مسئلہ انتہائی حساس اور غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے،اس لیے جن افراد کے ساتھ رضاعت کا رشتہ ہو،ان کا آپس میں نکاح نہیں ہوتا۔چند صورتوں کو مستثنیٰ کر کے ان تمام صورتوں میں رضاعت کی وجہ سے نکاح ناجائز ہوتا ہے جن صورتوں میں ایک نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہوتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر بچے نے دوسال سے کم عمر میں مذکورہ عورت کا دودھ پیا ہو تو ایسی صورت میں بچے پر مذکورہ عورت کے تمام اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں۔یہ پینا قصداً ہو یا اضطراراً ہو،دوسال سے کم عمر میں بہر صورت دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوجاتی ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

قوله:(هو مص الرضيع من ثدي الأدمية في وقت مخصوص) أي وصول اللبن من ثدي المرأة إلى جوف الصغير من فمه، أو أنفه في مدّة الرضاع.(۱)

ترجمہ: رضاعت دودھ پینے والے بچے کا مخصوص وقت میں عورت کے پستان سے چوسنا ہے۔یعنی مدتِ رضاعت میں عورت کے پستان سے بچے کے پیٹ تک دودھ کا پہنچنا ہے۔اس کے منہ یا اس کے ناک کے ذریعے۔

❁❁❁

رضاعی خالہ کے ساتھ نکاح کرنا

سوال نمبر(283):

زید کی بیٹی عطیہ نے زید کی بہن فاطمہ سے مدتِ رضاعت میں دودھ پیا ہے۔اب عطیہ کا بیٹا عمار فاطمہ کی بیٹی عمیرہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے،کیا ازروئے شریعت یہ جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

---

(۱)البحرالرائق، کتاب الرضاع:۳/۳۸۶،۳۸۷

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر واقعی عطیہ نے مدتِ رضاعت کے اندر فاطمہ کا دودھ پیا ہو تو اب عمار کا نکاح عمیرہ سے از روئے شریعت جائز نہیں، کیوں کہ رضاعت کی رو سے عمیرہ، عمار کی رضاعی خالہ لگتی ہے۔ اور رضاعی خالہ کے ساتھ نکاح حرام ہے، جیسا کہ نسبی خالہ کے ساتھ نکاح حرام ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

يحرم علی الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب، والرضاع جميعا.(۱)

ترجمہ:

دودھ پینے والے بچے پر رضاعی ماں، باپ اور ان کے نسبی ورضاعی اصول وفروع سب حرام ہو جاتے ہیں۔

❁❁❁

نکاح کے دس سال بعد رضاعت کا دعویٰ کرنا

سوال نمبر (284):

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ نے عرصہ دس سال پہلے اپنے ماموں زاد بہن سے نکاح کیا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے چند بچے بھی عطا کیے ہیں۔ اب ماں کہتی ہے کہ میں نے اس کو دودھ پلایا ہے۔ لڑکی کی ماں بھی کہتی ہے کہ میں بیمار تھی تو اس کو دودھ تیری ماں نے پلایا تھا۔ اب میں کیا کروں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

صورتِ مسئولہ میں اگر شوہر کی ماں نے رضاعت کا دعویٰ کیا ہو اور اب میاں بیوی بھی اس امر کی تصدیق کر رہے ہوں تو پھر میاں بیوی کے درمیان نکاح ختم ہو کر تفریق لانا ضروری ہوگا، اس طرح اگر فقط شوہر اپنی ماں کے قول کی تصدیق کر لے تو بھی اس کا نکاح فاسد ہو جائے گا۔

تاہم اگر اس عورت کی بات میاں بیوی کے لیے موجب یقین وطمانیت نہ ہو تو رضاعت کے ثبوت کے لیے باقاعدہ گواہان کی ضرورت ہے، فقط ایک عورت کے دعویٰ سے رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

(۱) الفتاوی الهندية، كتاب الرضاع: ۱/۳۴۳

والدّلیل علیٰ ذلك:

الرضاع يظهر بأحد أمرين أحدهما الإقرار، والثاني البينة. ولايقبل في الرضاع إلاشهادة رجلين أورجل وامرأتين عدول..........ولوتزوج امرأة، فقالت امرأة: أرضعتكما، فهوعلى أربعة أوجه: إن صدقاها فسد النكاح ولا مهر لها إن لم يد خل بها، وإن كذباها فالنكاح بحاله..........وإن صدقها الرجل وكذبتها المرأة، فسد النكاح، والمهر بحاله.(١)

ترجمہ:

رضاعت دو باتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ثابت ہوتی ہے: ایک اقرار ہے اور دوسرا گواہی۔ اور رضاعت میں عادل دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی قبول ہوتی ہے۔۔۔۔۔اگر کسی عورت کے ساتھ نکاح کیا پھر کسی عورت نے کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تو یہ بات چار قسم پر ہے۔ اگر میاں بیوی دونوں اس کی تصدیق کریں تو نکاح فاسد ہو جائے گا، اور بیوی کے لیے کوئی مہر نہیں، بشرطیکہ خاوند نے جماع نہ کیا ہو اور اگر میاں بیوی دونوں اس کی تکذیب کرلیں تو نکاح اپنے حال پر ہے۔۔۔۔۔اور اگر خاوند اس کی تصدیق کرلے اور عورت تکذیب کرلے تو بھی نکاح فاسد ہے اور مہر اپنے حال پر لازم ہوگا۔

❁❁❁

مرضعہ کے بیٹے سے رضاعی بہن کا نکاح

سوال نمبر(285):

ایک عورت نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا، اب یہ پلانے والی عورت اس بچی سے اپنے بیٹے کے لیے نکاح کرانا چاہتی ہے، کیا شریعت کی رُو سے یہ جائز ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

جب کوئی عورت کسی بچے کو دودھ پلادے تو یہ عورت اس بچے کے تمام اصول وفروع پر حرام ہو جاتی ہے، تاہم اس بچے کی دیگر بہنیں مرضعہ کے اصول وفروع کے لیے حلال ہیں۔

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع: ١/ ٣٤٧

صورتِ مسئولہ میں جب اس عورت نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا تو اب یہ اس عورت کی رضاعی بیٹی بن گئی تو بیٹے کے لیے اس لڑکی سے نکاح کرانا حلال نہیں، کیونکہ یہ اس کی رضاعی بہن ہے اور رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب، والرضاع جمیعا.(۱)

ترجمہ:

دودھ پینے والے بچے پر رضاعی ماں، باپ اور ان کے نسبی ورضاعی اصول وفروع سب حرام ہوجاتے ہیں۔

❁❁❁

طرفین کی رضاعت کا اصول وفروع کے نکاح پر اثر انداز ہونا

سوال نمبر(286):

اگر لڑکا لڑکی کی ماں کا دودھ پی لے اور لڑکی لڑکے کے ماں کا دودھ پی لے تو ایسی صورت میں ان کا نکاح آباؤاجداد اور اولاد سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یعنی مرضعہ کی اولاد یا اس کے والد اور والدہ وغیرہ سے دودھ پینے والوں کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ نے ان تمام صورتوں میں نکاح حرام قرار دیا ہے جن صورتوں میں نسب اور رضاعت کی وجہ سے حرمت آتی ہے۔

لہٰذا اگر واقعی لڑکے نے مدتِ رضاعت میں لڑکی کی ماں کا دودھ پیا ہو اور لڑکی نے لڑکے کی ماں کا مدتِ رضاعت میں دودھ پیا ہو تو ایسی صورت میں یہ دونوں بہن بھائی ہیں، ان دونوں کا نکاح آباؤاجداد اور اولاد سے جائز نہیں، کیونکہ مرضعہ کے تمام اصول وفروع رضیع، یعنی دودھ پینے والے پر حرام ہوجاتے ہیں۔

---

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب الرضاع: ۱/ ۳۴۳

والدّلیل علیٰ ذلك:

ولو أن امرأتين لإحدهما بنون، وللأخرىٰ بنات، فأرضعت التي لها البنات ابناً واحداً من بني المرأة الأخرىٰ، لم يجز لذلك الابن أن يتزوج بتلك المرأة التي أرضعته، ولا بواحدة من بناتها.(۱)

ترجمہ:

اگر دو عورتیں ہوں، ان میں سے ایک کے بیٹے ہوں اور دوسری عورت کی بیٹیاں ہوں، پس لڑکیوں کی ماں نے دوسری عورت کے بیٹوں میں سے کسی ایک لڑکے کو دودھ پلایا تو اس دودھ پینے والے لڑکے کا اس دودھ پلانے والی عورت یا اس کی بیٹیوں میں سے کسی لڑکی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

❁❁❁

رضاعی ماموں کی نسبی بہن سے نکاح کرنا

سوال نمبر(287):

شیر ولی نے اپنی چچی کا دودھ پیا ہے۔ اب اس چچی کا ایک نواسا شیر ولی کی بہن سے شادی کرنا چاہتا ہے تو یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

صورتِ مسئولہ میں جب شیر ولی نے اپنی چچی کا دودھ پیا تو اس چچی کا نواسا شیر ولی کا بھانجا بن جاتا ہے۔ ایسی صورت میں شیر ولی کی بہن کا نکاح مذکورہ لڑکے سے درست ہے، کیوں کہ رشتہ رضاعت کا تعلق صرف شیر ولی تک محدود رہے گا، اس کے دوسرے بہن بھائی اس سے متأثر نہیں ہوں گے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

وحاصله أن الرضيع تحرم أولاده وإن سفلوا على المرضعة، وزوجها لثبوت الجزئية الرضاعية ....ولا تحرم أصوله عليهما ولا غيرهم من أقربآء.(۲)

(۱)الفتاوى التاتارخانية، كتاب الرضاع:۳/۱۶۹، ۱۷۰

(۲)عمدة الرعاية شرح، شرح الوقاية، كتاب الرضاع، بيان المحرمات من الرضاع:۲/۶۰

ترجمہ:

اور (کلام کا) خلاصہ یہ ہے کہ دودھ پینے والے اور دودھ پلانے والی عورت کے درمیان رضاعی جزئیت ثابت ہوجانے کی وجہ سے دودھ پلانے والی عورت اور اس کے شوہر پر دودھ پینے والے کی نچلی پشتوں کی تمام اولاد حرام ہے۔۔۔۔۔اور دودھ پینے والے کے اصول اور دوسرے قریبی رشتہ داران پر حرام نہیں۔

❁❁❁

رضاعی پھوپھی اور رضاعی ماموں سے نکاح کرنا

سوال نمبر(288):

زینب اور زید دونوں نسبی بہن بھائی ہیں۔زینب کی ماں عائشہ نے زینب کی بیٹی (نواسی) فاطمہ کو دودھ پلایا ہے۔اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا شریعت محمدی ﷺ کی رُو سے فاطمہ کا نکاح زید کے بیٹے مروان کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ اس طرح اگر عائشہ مروان کو دودھ پلائے تو پھر کیا حکم ہوگا؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

صورتِ مسئولہ میں اگر عائشہ نے زینب کی بیٹی فاطمہ کو دودھ پلایا ہو تو فاطمہ مروان کی رضاعی پھوپھی بنتی ہے، اور جس طرح نسبی پھوپھی کے ساتھ نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی سے بھی حرام ہے، اس لیے مروان فاطمہ کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتا۔اسی طرح عائشہ اگر مروان کو دودھ پلائے تو مروان فاطمہ کا رضاعی ماموں بنے گا اور جس طرح نسبی ماموں کے ساتھ نکاح حرام ہے، اسی طرح رضاعی ماموں کے ساتھ بھی نکاح حرام ہے، لہٰذا فاطمہ مروان کے ساتھ نکاح نہیں کرسکے گی۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع وأصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعاً.وأخو المرضعة خالہ وأختھا خالتہ.(۲)

---

(۱)الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الرضاع:۱۶۹/۳، ۱۷۰

(۲)الفتاوی الھندیة، کتاب الرضاع:۳۴۳/۱

ترجمہ:

دودھ پینے والے بچے پر رضاعی والدین کے نسبی اور رضاعی اصول وفروع سب حرام ہوتے ہیں، پس مرضعہ کا بھائی بچے کا ماموں ہوتا ہے اوراس کی بہن بچے کی خالہ ہوتی ہے۔

❁❁❁

نسبی بہن بھائیوں کا نکاح رضاعی بہن کی اولاد سے کرنا

سوال نمبر(289):

مدثر نے زینب کا دودھ پیا ہے۔اب زینب کی بیٹیوں کا نکاح تو مدثر سے حرام ہے،لیکن پوچھنا یہ ہے کہ کیا مدثر کے نسبی بھائیوں کا نکاح زینب کی بیٹیوں کے ساتھ جائز ہے؟اسی طرح مدثر کی نسبی بہنوں کا نکاح زینب کے بیٹوں کے ساتھ جائز ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

صورتِ مسؤلہ میں اگر مدثر نے زینب کا دودھ پیا ہوتو اس صورت میں زینب کی بیٹیوں کا نکاح مدثر سے رشتۂ رضاعت کی وجہ سے حرام ہے،تاہم مدثر کے علاوہ دیگر بھائیوں کے لیے یہ حکم نہیں،مدثر کے دوسرے نسبی بھائیوں کا نکاح اس کی رضاعی بہنوں کے ساتھ جائز ہے،اسی طرح مدثر کی نسبی بہنوں کا نکاح اس کے رضاعی بھائیوں سے جائز ہے، بشرطیکہ رضاعت ایک طرف سے ہو۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

(وتحل أخت أخيه رضاعا)يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبي له أخت رضاعية، وبالمضاف إليه كأن يكون لأخيه رضاعا أخت نسباوبهما.(۱)

ترجمہ:

اور بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح جائز ہے،حلت کا یہ حکم مضاف (اخت) کے ساتھ بھی لگانا صحیح ہے مثلاً اس

---

(۱)الدرالمختارعلیٰ صدرردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع:۴/ ۴۱۰

کا کوئی نسبی بھائی ہو اور اس کی رضاعی بہن ہو (تو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے) اور مضاف الیہ (اخیہ) کے ساتھ بھی لگانا صحیح ہے، مثلاً رضاعی بھائی کی نسبی بہن ہو اور دونوں کے ساتھ بھی لگانا صحیح ہے۔

❁❁❁

رضاعی بھائی کی بیٹیوں سے نسبی بیٹوں کا نکاح کرانا

سوال نمبر(290):

ہم تین بہن بھائی ہیں۔ میری ماں نے اپنے پوتے (جو میرا بھتیجا ہے) رشید کو چار سال تک برابر دودھ پلایا۔ اب رشید کی دو بہنیں ہیں اور میرے دو بیٹے ہیں، میں ان لڑکیوں اور لڑکوں کا آپس میں نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ کیا شریعت کی رُو سے یہ جائز ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

رضاعت کے اثبات کے لیے ضروری ہے کہ بچے نے دو سال کی عمر میں مرضعہ کا دودھ پیا ہو، چاہے مرضعہ کسی بھی عمر کی ہو، لہٰذا اگر کوئی بچہ اپنے عمر کی ابتدائی دو سال میں کسی بھی عورت کا دودھ پی لے تو یہ اس عورت کا رضاعی بچہ شمار ہوگا اور دودھ پلانے والی عورت کے تمام اصول وفروع اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جائیں گے۔

اس لیے رشید تو اپنی مذکورہ پھوپھی کی بیٹیوں سے نکاح نہیں کر سکتا، رشید کے علاوہ اور لڑکوں یا لڑکیوں پر یہ محرمیت اثر انداز نہیں ہوتی، لہٰذا رشید کے بہن بھائیوں کا نکاح اپنے پھوپھی زاد یا چچازاد سے بلاشبہ جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع، وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا ......

فالکل إخوة الرضیع وأخواته، وأولادهم أولاد إخوته وأخواته.(۱)

ترجمہ:

دودھ پینے والے بچے پر رضاعی والدین ان کے اصول وفروع نسبی اور رضاعی سب حرام ہو جاتے ہیں۔۔۔

پس تمام دودھ پینے والے بچے کے بھائی اور بہنیں ہیں اور ان کی اولاد اس کے بھائیوں اور بہنوں کی اولاد شمار ہوتی ہے۔

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب الرضاع: ۱/ ۳٤۳

حاملہ عورت کا دودھ پینا

سوال نمبر(291):

اصغر خان نے رات کے وقت میری حاملہ بیوی کا دودھ پی لیا۔ چند ماہ بعد میری بیوی کی ایک بیٹی پیدا ہوئی۔

اب سوال یہ ہے کہ

(۱)......کیا اصغر خان کا نکاح میری بیٹیوں کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

(۲)......اصغر خان کا ایک اور بھائی ہے جس نے میری بیوی کا دودھ نہیں پیا ہے، اس کا نکاح میری بیٹیوں میں سے کسی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جو بچہ کسی عورت کا دودھ مدتِ رضاعت میں پی لے تو یہ دودھ پلانے والی عورت کا بیٹا یا بیٹی بن جاتی ہے۔ اس بچے پر مرضعہ کے تمام اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں، تاہم یہ محرمیت بچے کی بہن بھائیوں تک سرایت نہیں کرتی۔ چنانچہ صورتِ مسئولہ میں اگر اصغر خان نے مدتِ رضاعت میں دودھ پیا ہو تو اس کا نکاح مرضعہ کی کسی بیٹی سے بھی جائز نہیں اور دیگر بھائیوں کا نکاح جائز رہے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وکل صبیین اجتمعا علی ثدي امرأة واحدة لم یجز لأحدهما أن یتزوج بالأخری هذا هو الأصل؛ لأن أمهما واحدة فهما أخ وأخت.(۱)

ترجمہ: اور ہر وہ دو بچے جو ایک عورت کی پستان پر جمع ہو جائیں ان میں سے کسی ایک کے لیے دوسرے کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں، یہی قاعدہ ہے، اس لیے کہ ان دونوں کی ماں ایک ہے، پس یہ دونوں بہن بھائی ہیں۔

ویجوز أن یتزوج الرجل بأخت أخیه من الرضاع.(۲)

ترجمہ: اور جائز ہے کہ آدمی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کرلے۔

---

(۱)الهدایة کتاب الرضاع:۲/۳۷۱

(۲)أیضاً

منگنی کے بعد دعوائے رضاعت

سوال نمبر(292):

ایک لڑکے کی منگنی ایک لڑکی سے ہوچکی ہے۔منگنی کے چار پانچ سال بعد لڑکے کی والدہ کہتی ہے کہ میں نے اس لڑکی کو مدتِ رضاعت میں دودھ پلایا ہے، بجز والدہ کے اس بات پر اور کوئی گواہ موجود نہیں۔کیا اب اس لڑکی سے اس عورت کا دوسرا بیٹا نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

رضاعت کے ثبوت کے لیے دو عادل مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے، صرف ایک عورت کے قول کا اعتبار نہیں۔ہاں اگر مرضعہ کے قول پر سچائی کا اعتماد کیا جاسکتا ہو اور اس میں جھوٹ کا شائبہ نہ ہو تو شادی سے پہلے اس طرح نکاح سے احتراز بہتر ہے، جب کہ شادی کے بعد دو گواہوں یا میاں بیوی کے اقرار کے بغیر حرمت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

صورتِ مسئولہ میں اگر شرعی شہادت موجود ہو یا والدہ کا قول ظنِ غالب کا فائدہ دیتا ہو تو ایسی صورت میں عقدِ نکاح سے احتراز بہتر ہے۔ایسی صورت میں لڑکے کا دوسرا بھائی بھی اس لڑکی سے نکاح نہیں کر سکے گا، تاہم بعد از نکاح ثبوتِ رضاعت کے لیے شرعی شہادت کا ہونا ضروری ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ولا تقبل في الرضاع إلا شهادة رجلين، أو شهادة رجل وامرأتين عدول.(۱)

ترجمہ:

اور ثبوتِ رضاعت کے لیے دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔

ولا يجوز شهادة امرأة واحدة على الرضاع.(۲)

ترجمہ: اور رضاعت (کا ثبوت) ایک عورت کی گواہی (پر) جائز نہیں۔

---

(۱) الفتاوى التاتارخانية، كتاب الرضاع:۳/۱۷۶

(۲) خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الرابع:۲/۱۱

ایک عورت کی گواہی پر رضاعی چچا سے نکاح توڑنا

سوال نمبر(293):

تین ماہ کی عمر میں، میں نے اپنی بڑی بہن کا دودھ پیا تھا،اس کے بعد میرا نکاح اس کے دیور سے کردیا گیا، لیکن میرے دودھ پینے کے بارے میں اسی بہن کے علاوہ اور کوئی گواہ نہیں۔ابھی میرے بچے بھی ہیں۔کیا یہ نکاح شریعت کی رُو سے جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

نکاح کے بعد ثبوتِ رضاعت باقاعدہ گواہان کا محتاج ہے جو شرعی نقطہ نظر سے دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں۔صرف ایک عورت کے کہنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔اس لیے اس سے گزشتہ نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

الرضاع يظهر بأحد أمرين أحدهما الإقرار، والثاني البينة. ولا يقبل في الرضاع إلا شهادة رجلين أو رجل وامرأتين عدول.........ولو تزوج امرأة، فقالت امرأة: أرضعتكما، فهو على أربعة أوجه: إن صدقاها فسد النكاح ولا مهر لها إن لم يدخل بها، وإن كذباها فالنكاح بحاله............وإن صدقها الرجل وكذبتها المرأة، فسد النكاح، والمهر بحاله.(۱)

ترجمہ:

رضاعت دو باتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ثابت ہوتی ہے: ایک اقرار ہے اور دوسرا گواہی۔اور رضاعت میں عادل دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی قبول ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔کوئی عورت کہے کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تو یہ بات چار قسم پر ہے: اگر میاں بیوی دونوں اس کی تصدیق کریں تو نکاح فاسد ہو جائے گا،اور بیوی کے لیے کوئی مہر نہیں اگر خاوند نے جماع نہ کیا ہو۔اور اگر میاں بیوی دونوں تکذیب کرلیں تو نکاح اپنے حال پر ہے۔۔۔۔۔۔اور اگر خاوند تصدیق کرلے اور عورت تکذیب کرلے تو بھی نکاح فاسد ہے اور مہر اپنے حال پر لازم ہوگا۔

---

(۱) الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع: ۱/۳۴۷

رضاعی نانی کے بیٹے سے نکاح کرنا

سوال نمبر(294):

ایک پھوپھی (فاطمہ) نے اپنی بھتیجی (عائشہ) کو دودھ پلایا۔اب مذکورہ پھوپھی عائشہ کی بیٹی کو اپنے بیٹے زید کے نکاح میں لانا چاہتی ہے۔آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعت میں ثبوتِ رضاعت کے بعد دودھ پینے والے بچے پر مرضعہ کے تمام اصول وفروع حرام ہو جاتے ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں عائشہ کی بیٹی کا نکاح فاطمہ کے بیٹے عبداللہ کے ساتھ جائز نہیں،اس لیے کہ یہ دونوں آپس میں ماموں اور بھانجی لگتے ہیں،لہٰذا یہ نکاح شرعاً جائز نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وفي الخلاصة :يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا............وكذا في الجد والجدة .(١)

ترجمہ:

اور خلاصہ میں ہے کہ دودھ پینے والے بچے پر رضاعی والدین،ان کے اصول وفروع نسبی ورضاعی سب حرام ہو جاتے ہیں۔۔۔۔اس طرح دادا اور دادی کی صورت میں بھی (حرام ہوتے ہیں)۔

❁❁❁

رضاعی سوتیلی ماں کی حرمت

سوال نمبر(395):

مختار نے زینب کا دودھ پی لیا۔اب مختار زینب کی سوکن،یعنی زید کی دوسری بیوی کے ساتھ یا اس کی بیٹی ثریا کے

(١)الفتاوى التاتارخانية، كتاب الرضاع:٣/١٦٨

ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے۔کیا یہ جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی نقطہ نگاہ سے رضاعت ان تمام رشتوں کو حرام کردیتی ہے جو نسبی اعتبار سے حرام ہیں، ان ہی رشتوں میں سے رضاعی باپ کی بیوی اوراس کی بیٹیاں بھی ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں جب مختار نے زینب کا دودھ پی لیا تو زید کی دوسری بیوی مختار کی رضاعی ماں ہوگئی، لہٰذا زید کی دوسری بیوی اوراس کی بیٹیوں سے مختار کا نکاح حرام ہوگا، کیوں کہ جس طرح نسبی سوتیلی ماں اوراس کی بیٹیوں سے نکاح حرام ہے، رضاعت میں بھی ان کا حکم حرام ہی ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

امرأة أبيه أو امرأة ابنه من الرضاع لايجوز أن يتزوجها كما لايجوز ذلك من النسب.(۱)

ترجمہ:

رضاعی باپ کی بیوی یا رضاعی بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز نہیں، جیسا کہ نسب میں یہ جائز نہیں۔

❁❁❁

ثبوتِ رضاعت کے لیے جھوٹی گواہی دینا

سوال نمبر(296):

میرے والدین نے میری چچازاد کے ساتھ میرے رشتے کی بات کی، لیکن انہوں نے انکار کیا۔پھر ہم نے دوسری جگہ رشتے کی بات کی تو میرے چچا ہمارے گھر آئے اور بیٹی کا رشتہ میرے ساتھ کرانے پر رضامندی ظاہر کی۔ چنانچہ میں نے چچازاد بہن کا رشتہ قبول کیا۔منگنی کے ایک سال بعد اب چچی کہتی ہے کہ میں نے اس لڑکے کو دودھ پلایا ہے، جب کہ گھر کے دیگر افراد اور چچا کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ اور مکر ہے۔کیا ازروئے شریعت اس سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟

بیّنوا توجروا

---

(۱) الهداية، كتاب الرضاع: ۲/ ۳۷۰

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

رضاعت کا ثبوت گواہی یا اقرار سے ہوتا ہے کہ دودھ پینے والا بچہ دودھ پینے کا اقرار کرلے یا دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دے دیں اگر رضاعت میں نصابِ شہادت کامل نہ ہو تو رضاعت ثابت نہیں ہوسکتی، تاہم اگر ایک عورت کی خبر موجبِ یقین ہو تو پھر نکاح سے پہلے اس سے احتراز بہتر ہے۔

صورتِ مسئولہ میں چونکہ نصاب کامل نہیں اور اگر عورت محض عناد کی بنیاد پر دعویٰ کرتی ہے تو اس صورت میں نکاح کرنا جائز رہے گا اور اس دعوے کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ولا یجوز شهادة امرأة واحدة علی الرضاع أجنبية كانت، أو أم أحد الزوجين، فإن وقع في قلبه صدق المخبر، فالأفضل أن يتنزّه قبل العقد وبعده يسعها المقام معه، حتیّ يشهد علی ذلك رجلان أو رجل وامرأتان عدول، ولا يقبل شهادة النسآء وحدهن.(۱)

ترجمہ: رضاعت کے ثبوت کے لیے عورت کی گواہی قبول نہیں، خواہ اجنبیہ ہو یا میاں بیوی میں سے کسی ایک کی ماں ہو۔ اگر مخبر کی سچائی کا دل میں یقین ہو تو عقد سے پہلے احتراز افضل ہے اور عقد کے بعد اس کی گنجائش ہے کہ اس کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اس بات پر دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں اور صرف عورتوں کی گواہی قبول نہیں۔



بیوی کا دودھ پینے کے اثرات

سوال نمبر(297):

اپنی بیوی کا دودھ پینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی پی لے تو کیا اس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے؟ نیز قصداً یا خطاءً پینے کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

حرمتِ رضاعت کے ثبوت کے لیے مدتِ رضاعت میں دودھ پینا ضروری ہے اور جو کوئی مدتِ رضاعت

(۱) خلاصة الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل الرابع في الرضاع: ۱۱/۲

کے بعد کسی عورت کا دودھ پی لے، وہ اگرچہ حرام ہے، لیکن اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں چونکہ خاوند کی عمر دو سال سے زائد ہے اس لیے بیوی کا دودھ پینے سے نہ خاوند پر بیوی حرام ہوتی ہے اور نہ ہی نکاح ٹوٹتا ہے۔ مرد کے لیے بیوی کا دودھ پینا شرعی طور پر حرام ہے۔ اگر کہیں غلطی سے منہ میں چلا جائے تو اسے تھوکنا چاہیے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(ولم یبح الارضاع بعد مدته) لأنه جزء ادمي والانتفاع به لغیر ضرورة حرام علی الصحیح.(۱)

ترجمہ:

اور مدتِ رضاعت کے بعد دودھ پینا مباح نہیں، کیوں کہ یہ انسان کا جز ہے اور بلاضرورت انسانی جز سے فائدہ لینا صحیح قول کے مطابق حرام ہے۔

مص رجل ثدي زوجته لم تحرم.(۲)

ترجمہ:

ایک مرد نے بیوی کے پستان چوس لیے تو اس سے وہ حرام نہیں ہوتی۔

❁❁❁

عورت کا رضاعت کے اقرار سے رجوع

سوال نمبر(298):

ایک عورت یہ کہتی تھی کہ میں نے اپنے بھتیجے (زید) کو ایک سال کی عمر میں دودھ پلایا ہے۔ اب اسی عورت کی بیٹی کے ساتھ جب زید کے رشتے کی بات چل پڑی تو اب یہ عورت انکاری ہے اور کہہ رہی ہے کہ میں نے تو اس کو دودھ نہیں پلایا۔ کیا ایسی صورت میں اسی عورت کی بیٹی کے ساتھ زید کا نکاح درست ہے؟

بیّنوا تؤجروا

---

(۱) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ۳۹۷/٤

(۲) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ٤۲۱/٤

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

ثبوتِ رضاعت کے لیے ازروئے شریعت دو عادل مرد یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔ گواہی یا اقرار کے بغیر حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ ایک عورت کی گواہی اگرچہ حرمتِ رضاعت کے لیے کافی نہیں، لیکن پھر بھی اگر عورت ثقہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ مرد ایسی لڑکی سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے سے باز آجائے۔

صورتِ مسئولہ میں صرف مرضعہ کی گواہی ثبوتِ حرمت کے لیے کافی نہیں، بالخصوص جب وہ اپنے کہنے سے انکار بھی کرتی ہو، البتہ اگر لڑکا اس بات کا مقر ہو کہ یہ میری رضاعی ماں ہے تو ایسی صورت میں اس کی بیٹی سے نکاح جائز نہیں ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

عن عمر بن الخطابؓ: أتي في امرأة شهدت علی رجل، وامرأته أنها أرضعتهما، فقال: لا، حتی یشهد رجلان أو رجل وامرأتان.(۱)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک عورت نے ایک مرد اور اس کی بیوی کے بارے میں گواہی دی کہ اس نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے، تو آپؓ نے فرمایا کہ: ”نہیں، جب تک دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی نہ دیں“۔

❁❁❁

رضیع کا مرضعہ کی پوتی سے نکاح کرنا

سوال نمبر(299):

ایک عورت نے اپنے پانچ بچوں میں سے آخری بچے کے ساتھ ایک اور بچے کو دودھ پلایا۔ اب اول بچے کی ایک بیٹی ہے۔ کیا اس پوتی اور اس دودھ پینے والے بچے کا نکاح درست ہے؟ اب جب پانچ بچوں کی ماں نے اسے پستان منہ میں دے دیا تھا تو اسے یاد نہیں کہ آیا بچے نے دودھ پیا تھا یا نہیں؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر کوئی عورت کسی بچے کو دودھ پلائے تو مدتِ رضاعت کے اندر پینے سے اس بچے پر مرضعہ اور اس کے تمام

(۱) السنن الکبریٰ للبیهقي، کتاب الرضاع، باب شهادة النساء في الرضاع: ۱۱/۴۶۹

اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی بچے نے پانچ بچوں کی والدہ سے آخری بچے کے ساتھ دودھ پیا ہوتو وہ اس عورت کی پوتی سے نکاح نہیں کرسکتا، کیونکہ یہ اس لڑکے کی رضاعی بھتیجی ہے اور رضاعی بھتیجی سے نکاح درست نہیں، جیسا کہ نسبی بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔ تاہم اگر عورت کو یاد نہ ہو کہ آیا بچے نے دودھ پیا ہے یا نہیں تو اس صورت میں حرمت ثابت نہ ہونے سے نکاح جائز رہے گا۔ البتہ احتیاط کی بنا پر ایسے نکاح سے احتراز کرنا چاہیے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع، وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا ...... فالكل إخوة الرضيع وأخواته، وأولادهم أولاد إخوته وأخواته.(١)

ترجمہ: دودھ پینے والے بچے پر رضاعی والدین، اور ان کے اصول وفروع نسبی اور رضاعی سب حرام ہوجاتے ہیں۔۔۔۔پس تمام دودھ پینے والے بچے کے بھائی اور بہنیں ہیں اور ان کی اولاد اس کے بھائیوں اور بہنوں کی اولاد ہوتی ہے۔

المرأة إذا جعلت ثديها في فم الصبي، ولا تعرف أمص اللبن أم لا، ففي القضاء لا تثبت الحرمة بالشك، وفي الاحتياط تثبت.(٢)

ترجمہ: اگر کوئی عورت کسی بچے کے منہ میں پستان دے دے اور یہ معلوم نہ ہو کہ بچے نے دودھ پیا ہے یا نہیں تو قضاءً حرمت ثابت نہیں ہوتی اور احتیاطاً ثابت ہوتی ہے۔

❁❁❁

شادی کے بعد ساس کا بہو پر رضاعت کا دعویٰ کرنا

سوال نمبر(300):

زید کی شادی کو 13 سال ہوچکے ہیں۔ اس کے 3 بچے ہیں۔ اب زید کی ماں کہتی ہے کہ ایک بار وہ بیمار تھی ہسپتال کے راستے میں زید کی بیوی کے رونے پر میں نے اس کو دودھ پلایا تھا۔

(١) الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع: ١/٣٤٣

(٢) الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع: ١/٣٤٤

لہٰذا درج ذیل امور حل طلب ہیں۔

۱.....اگر اس بات کا اقرار ساس اور زید دونوں کریں یا وہ اکیلی دعویٰ کریں۔تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟

۲.....اگر تفریق ہو جائے تو بچے کس کے ہوں گے؟

۳.....زید کی بیوی کہتی ہے کہ اگر تفریق ہو جائے تو بھی میں بچوں کے ساتھ رہوں گی کہیں اور شادی نہیں کروں گی۔آیا بعد فرقت اس کا زید کے ساتھ رہنا درست ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اگر کوئی عورت ایک بار بھی دودھ کے چند قطرے کسی بچی کو مدتِ رضاعت میں پلا دے تو اس بچی/ بچے پر دودھ پلانے والی عورت کے تمام اصول وفروع حرام ہو جاتے ہیں۔تاہم دعویٰ رضاعت کے ثبوت کے لیے شرعی گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر ساس بہو پر رضاعت کا دعویٰ 13 سال بعد کر رہی ہو تو یہ دعویٰ باقاعدہ شرعی گواہان کا محتاج ہے۔ایک عورت کے کہنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔جب تک اس پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ نہ ہوں۔تاہم اگر میاں بیوی کو اس بات کا یقین ہو کہ خاتون اپنے قول میں سچی ہے تو پھر ان کا ایک ساتھ رہنا حرام ہے اور فرقت ضروری ہوگی۔فرقت کی صورت میں بچے زید کی اولاد متصور ہوں گے اور نکاح فاسد ہونے کی وجہ سے مہر وعدت دونوں واجب ہوں گے۔اگر عورت بچوں کے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے سابق شوہر سے علیحدہ رہے۔بہر صورت عورت کا نفقہ اس کے والدین اور بھائیوں پر ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

ولا یجوز شہادۃ امرأۃ واحدۃ علی الرضاع أجنبیۃ کانت، أو أم أحد الزوجین، فإن وقع في قلبہ صدق المخبر، فالأفضل أن یتنزّہ قبل العقد وبعدہ یسعہا المقام معہ، حتیٰ یشہد علیٰ ذلک رجلان أو رجل وامرأتان عدول، ولا یقبل شہادۃ النسآء وحدھن.(۱)

ترجمہ: رضاعت کے ثبوت کے لیے عورت کی گواہی قبول نہیں خواہ اجنبیہ ہو یا میاں بیوی میں سے کسی ایک کی ماں

(۱) خلاصۃ الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل الرابع في الرضاع:۲/۱۱

ہو۔اگر مخبر کی سچائی کا دل میں یقین ہو تو عقد سے پہلے احتراز افضل ہے اور عقد کے بعد اس کی گنجائش ہے کہ اس رضاعت پر دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں اور صرف عورتوں کی گواہی قبول نہیں۔

❁❁❁

رضاعی بھائی کی نسبی بہن سے نکاح کرنا

سوال نمبر(301):

فاطمہ کی بیٹی نیلم پیدا ہوئی اور صائمہ کا بیٹا جمال پیدا ہوا۔نیلم کو صائمہ نے دودھ پلایا۔کچھ عرصہ بعد جمال کو فاطمہ نے دودھ پلایا پھر فاطمہ کا ایک بیٹا طاہر پیدا ہوا اور صائمہ کی ایک بیٹی طوبیٰ پیدا ہوئی۔کیا طاہر اور طوبیٰ کا آپس میں نکاح میں جائز ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

صورتِ مسئولہ میں صائمہ کی بیٹی طوبیٰ کا نکاح فاطمہ کے بیٹے طاہر سے جائز ہے۔جس کو صائمہ نے دودھ نہیں پلایا۔اس لیے کہ وہ صائمہ کے بیٹے کے رضاعی بھائی کی نسبی بہن ہے،جبکہ رضاعی بھائی کی نسبی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

(وتحل أخت أخيه رضاعا)يصح اتصاله بالمضاف كأن يكون له أخ نسبي له أخت رضاعية، وبالمضاف إليه كأن يكون لأخيه رضاعا أخت نسبا وبهما.(۱)

ترجمہ:

اور بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح جائز ہے،حلت کا یہ حکم مضاف (اخت) کے ساتھ بھی لگانا صحیح ہے مثلاً اس کا کوئی نسبی بھائی ہو اور اس کی رضاعی بہن ہو (تو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے) اور مضاف الیہ (أخیـــہ) کے ساتھ بھی لگانا صحیح ہے،مثلاً رضاعی بھائی کی نسبی بہن ہو اور دونوں کے ساتھ بھی جائز ہے۔

❁❁❁

(۱)الدرالمختار علیٰ صدر ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الرضاع:۴/۴۱۰

نسبی باپ کی رضاعی بہن سے نکاح کرنا

سوال نمبر(302):

ایک بہن نے اپنے بھائی کو مدتِ رضاعت میں دودھ پلایا۔اب اس بھائی کا بیٹا اس بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔کیا یہ جائز ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

اسلامی نقطۂ نظر سے جب کوئی عورت کسی بچے کو دودھ پلائے تو یہ بچہ اس عورت کا رضاعی بیٹا یا بیٹی بن جاتی ہے۔جس پر مرضعہ اور اس کے اصول وفروع سب حرام ہو جاتے ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں جب بڑی بہن نے بھائی کو دودھ پلایا تو یہ اس کی رضاعی ماں بن گئی،جبکہ اس عورت کی اولاد اس شخص کے رضاعی بہن بھائی بن گئے۔اب اس بھائی کا بیٹا اس بہن کی بیٹی سے نکاح نہیں کر سکتا۔کیونکہ یہ رضاعت کی وجہ سے اس کی رضاعی پھوپھی بن گئی اور رضاعی پھوپھی سے نکاح حرام ہے،جس طرح نسبی پھوپھی سے نکاح حرام ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع،وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا......

فالكل أخوة الرضيع وأخواته،وأولادهم أولاد إخوته وأخواته.(١)

ترجمہ:

دودھ پینے والے بچے پر رضاعی والدین،ان کے اصول وفروع نسبی اور رضاعی سب حرام ہو جاتے ہیں۔۔۔۔۔پس تمام دودھ پینے والے بچے کے بھائی اور بہنیں ہیں اور ان کی اولاد اس کے بھائیوں اور بہنوں کی اولاد ہوتی ہے۔



(١)الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع:١/٣٤٣

منگنی کے بعد دعوی رضاعت کی ایک صورت

سوال نمبر(303):

تین سال پہلے میرے بھانجے کا رشتہ میری بھتیجی سے طے پایا۔ابھی پتہ چلا کہ میری ماں نے میرے بھانجے کے منہ میں پستان دیے تھے۔اب میری ماں شک میں ہے کہ میری پستانوں میں دودھ تھا یا نہیں؟ اس بنا پر وہ نہ یہ کہتی ہے کہ میں دودھ پلا چکی ہوں اور نہ یہ کہتی ہے کہ میں نے نہیں پلایا۔اب سوال یہ ہے کہ اس شک کے باوجود منگنی کے بعد جبکہ رخصتی نہیں ہوئی، یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

اگر کوئی عورت کسی بچے کو دو سال کی عمر تک کسی بھی وقت دودھ پلائے تو اس بچے پر اس دودھ پلانے والی عورت کے تمام اصول وفروع حرام ہو جاتے ہیں، لیکن محض شک کی بنا پر رضاعت ثابت نہیں ہوتی، جب تک اس معاملے پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی نہ دیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر دودھ پلانے میں شک ہو اور کوئی گواہ بھی اس رضاعت پر موجود نہ ہو۔اور یہ شک غلبہ ظن کا فائدہ بھی نہ دیتا ہو تو ایسی صورت میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور یہ رشتہ شرعاً درست ہے، لیکن اگر دودھ پینے کا رجحان پایا جاتا ہو تو پھر ظن (گمان) کے درجے میں ہو کر اس رشتہ سے احتراز بہتر ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

أدخلت المرأة حلمة ثديها في فم الرضيع، ولايدري أدخل اللبن في فمه أم لا؟ فإنه لا يحرم النكاح.(۱)

ترجمہ:

کسی عورت نے پستان کا سرا بچے کے منہ میں دیدیا اور نہیں معلوم کہ آیا دودھ بچے کے منہ میں چلا گیا ہے یا نہیں؟ تو یہ نکاح کو حرام نہیں کرتا۔

---

(۱) الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الرضاع:۳/۱۷۶

اجنبی خاتون کا دودھ پینے والے لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح

سوال نمبر(304):

ایک بچے خالد نے سلمیٰ نامی عورت کا دودھ پیا ہے۔اس کے کئی سال بعد ایک اور بچی بشریٰ نے بھی سلمیٰ کا دودھ پیا۔کیا خالد اور بشریٰ کا آپس میں نکاح جائز ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے اگر ایک عورت کا دودھ مختلف بچے مختلف اوقات میں پی لیں تو یہ سب بچے آپس میں رضاعی بہن بھائی بن جاتے ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر سلمیٰ کا دودھ خالد نے پہلے پیا ہو اور کئی سال بعد بشریٰ نے سلمیٰ کا دودھ پیا ہو، تب بھی بشریٰ اور خالد آپس میں رضاعی بہن بھائی ہیں اور رضاعی بہن سے نکاح حرام ہے، جس طرح نسبی بہن سے حرام ہے، اس لیے خالد بشریٰ سے نکاح نہیں کرسکتا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

وكل صبيين اجتمعا على ثدي امرأة واحدة لم يجز لأحدهما أن يتزوج بالأخرىٰ هذا هو الأصل؛ لأن أمهما واحدة فهما أخ وأخت.(١)

ترجمہ: اور ہر وہ دو بچے جو ایک عورت کی پستان پر جمع ہو جائیں، ان میں سے کسی ایک کے لیے دوسرے کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں، یہی قاعدہ ہے، اس لیے کہ ان دونوں کی ماں ایک ہے، پس یہ دونوں بہن بھائی ہیں۔

❁❁❁

رضاعی ماموں سے نکاح

سوال نمبر(305):

یاسمین نے فاطمہ کا دودھ پیا۔اب یاسمین کی بیٹی فاطمہ کے بیٹے سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔کیا ازروئے

(١)الهداية كتاب الرضاع :٢/٣٧١

شریعت یہ جائز ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں وہ تمام رشتے رضاعت کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں، جونسب کی وجہ سے حرام ہیں۔ پھر یہ حکم دودھ پلانے والی سے لے کر اس کی اولاد کو بھی شامل ہوتا ہے۔

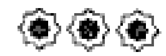
صورتِ مسئولہ میں اگر یاسمین نے فاطمہ کا دودھ پیا ہو تو فاطمہ یاسمین کی رضاعی ماں بن گئی اور فاطمہ کی اولاد یاسمین کے رضاعی بہن بھائی بن گئے ہیں۔ اب یاسمین کی بیٹی کا نکاح فاطمہ کے بیٹے کے ساتھ اس طرح ہے جیسا کہ ماموں کے ساتھ نکاح کرنا، چونکہ رضاعت کی وجہ سے رضاعی ماموں سے نکاح حرام ہے، جس طرح نسبی ماموں کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ اس لیے یاسمین کی بیٹی فاطمہ کے بیٹے سے نکاح نہیں کر سکتی۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع، وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا ......

فالکل أخوة الرضیع وأخواته، وأولادهم أولاد إخوته وأخواته.(۱)

ترجمہ: دودھ پینے والے بچے پر رضاعی والدین، ان کے اصول وفروع نسبی اور رضاعی سب حرام ہو جاتے ہیں ۔۔۔۔ پس تمام دودھ پینے والے بچے کے بھائی اور بہنیں ہیں اور ان کی اولاد اس کے بھائیوں اور بہنوں کی اولاد ہوتی ہے۔



جانوروں سے ثبوتِ رضاعت کا مسئلہ

سوال نمبر (306):

ایک عورت کا بچہ مر گیا تو اس عورت کے گھر میں ایک بکری کا بچہ تھا، وہ خاتون اپنا دودھ اس بکری کے بچے کو پلاتی رہی۔ کیا اس سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے اور اس بچے کے گوشت کا کیا حکم ہے؟

بینوا تؤجروا

---

(۱) الفتاوی الهندية، کتاب الرضاع: ۱/۳۴۳

الجواب وباللہ التوفیق:

حرمتِ رضاعت کا ثبوت جنس انسان کے علاوہ کسی اور جنس سے ثابت نہیں ہوتی، مثلاً بکری کا دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ اس طرح کسی عورت کا بکری وغیرہ کے بچے کو دودھ پلانے سے بھی رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

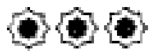
صورتِ مسئولہ میں بکری کا بچہ انسانی جنس سے ایک الگ جنس ہے۔ اس لیے اس کا گوشت کھانا بھی جائز ہے اور جنس کی تبدیلی کی وجہ سے رضاعت کا بھی اعتبار نہیں۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

فالأولیٰ مافي القاموس :هو لغة شرب اللبن من الضرع والثدي. قوله: (ادمیه)خرج بها الرجل والبهیمة.(۱)

ترجمہ:

پس بہتر تعریف قاموس میں ہے کہ: رضاعت لغت میں پستان یا تھن سے دودھ پینے کو کہا جاتا ہے اور (ادمیۃ) کی قید سے مرد اور حیوان خارج ہو گئے۔



رضاعت میں جھوٹ بولنے کا وبال

سوال نمبر(307):

زید نے عمرو کی ماں کا پستان چوسا ہے، اس پر عمرو کی ماں اور بہنیں گواہ ہیں، لیکن عمرو کی ماں یہ بھی کہتی ہے کہ اس وقت میرے چھاتی میں دودھ نہیں تھا، کیونکہ میں اپنی بیٹی کے لیے بھی بازار سے دودھ لایا کرتی تھی اور یہ کہ میں نے پستان چوسنے کے بعد زید کے منہ میں انگلی دے کر دیکھا تو اس میں دودھ کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ کیا اب ایسی صورت میں زید عمرو کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے؟ اور اگر عمرو کی ماں جھوٹ بولتی ہو اور نکاح ہو جائے تو گناہ کس پر ہوگا؟

بیّنوا تؤجروا

---

(۱)ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع:۴/ ۳۹۰، ۳۹۱

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے اگر مدتِ رضاعت کے اندر ایک بچے نے کسی عورت کا دودھ پی لیا خواہ کم ہو یا زیادہ۔ تو اس عورت سے رضاعت ثابت ہو کر اس بچے پر مرضعہ، اس کے اصول وفروع سب حرام ہو جاتے ہیں، تاہم محض پستان پر منہ لگانے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی، جب تک دودھ پیٹ تک نہ پہنچے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی عمرو کی والدہ کے پستان میں دودھ نہیں تھا اور وہ اپنی بچی کے لیے بھی بازاری دودھ استعمال کرتی تھی تو محض چھاتی سے منہ لگانے کی وجہ سے حرمت ثابت نہیں ہوئی، لہٰذا زید عمرو کی بہن سے شادی کر سکتا ہے۔ البتہ نکاح کی صحت کا دارومدار عمرو کی والدہ کے بیان پر ہے، اس لیے اسے اس معاملے میں غلط بیانی سے اجتناب کرنا چاہیے، بصورت دیگر اس کا سارا وبال اس پر ہوگا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

أدخلت المرأة حلمة ثديها في فم الرضيع، ولا يدرى أدخل اللبن في فمه أم لا؟ فإنه لا يحرم النكاح.(۱)

ترجمہ:

کسی عورت نے پستان کا سرا بچے کے منہ میں دیدیا اور نہیں معلوم کہ آیا دودھ بچے کے منہ میں چلا گیا ہے یا نہیں؟ تو یہ نکاح کو حرام نہیں کرتا۔



بھابھی کا دودھ پینے سے رضاعت کے ثبوت کی ایک صورت

سوال نمبر(308):

ایک عورت نے بچپن میں بھائی کی بیوی کا دودھ پیا ہے۔ اب اس دودھ پینے والی عورت (رضیعہ) کی بیٹی دودھ پلانے والی عورت (مرضعہ) کے بیٹے سے نکاح کرنا چاہتی ہے، کیا یہ نکاح ہو سکتا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

---

(۱) الفتاوی التاتارخانیة، کتاب الرضاع:۳/۱۷۶

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

جب ایک بچہ کسی عورت کا دودھ مدتِ رضاعت میں پی لے تو اس بچے پر دودھ پلانے والی عورت کے تمام اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں، کیونکہ اس عورت کی نسبی ورضاعی اولاد اس بچے کے رضاعی بہن بھائی یا بہن بھائیوں کی اولاد شمار ہوتے ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر ایک عورت نے واقعی مدتِ رضاعت میں اپنی بھابھی کا دودھ پیا ہے تو اب اس عورت کی بیٹی کا رشتہ اس مرضعہ عورت کے بیٹے کے ساتھ درست نہیں، کیونکہ مرضعہ کا بیٹا اس دودھ پینے والی عورت کی بیٹی کا رضاعی ماموں ہے۔اور رضاعی ماموں سے نکاح حرام ہے، جیسا کہ نسبی ماموں کے ساتھ نکاح حرام ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع، وأصولھما وفروعھما من النسب والرضاع جمیعا ...... فالکل أخوۃ الرضیع وأخواتہ، وأولادھم أولاد إخوتہ وأخواتہ.(۱)

ترجمہ: دودھ پینے والے بچے پر رضاعی والدین، ان کے اصول وفروع نسبی اوررضاعی سب حرام ہوجاتے ہیں۔۔۔۔پس تمام دودھ پینے والے بچے کے بھائی اور بہنیں ہیں اوران کی اولاد اس کے بھائیوں اور بہنوں کی اولاد ہوتی ہے۔



شادی سے انکار کے لیے دعویٰ رضاعت

سوال نمبر(309):

ایک خاتون نے اپنی بیٹی اپنے بھانجے کے نکاح میں دے دی، لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی۔ادھر بیٹی کی ماں قسم اٹھا کر کہتی ہے کہ میں نے بھانجے کو دودھ پلایا ہے۔نیز لڑکی بھی اس نکاح پر ناخوش ہے۔جب کہ لڑکے کے والدین کا کہنا ہے کہ یہ محض جھوٹ بول کر شادی سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہے۔اب لڑکا جبراً اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو شریعت کی روشنی میں اس مسئلے کا کیا حل ہے؟

بیّنوا تؤجروا

(۱)الفتاوی الھندیۃ، کتاب الرضاع:۱/۳۴۳

الجواب وباللہ التوفیق:

رضاعت کے ساتھ چونکہ حرمت کا حکم متعلق ہے، اس لیے شریعت نے عورت کو اس بات کا پابند بنادیا ہے کہ وہ خاوند کی اجازت کے بغیر کسی بچے کو دودھ نہ پلائے، مگر ضرورت پڑنے پر پلانے کے بعد اس کی خوب تشہیر کردے، تاکہ آئندہ رضاعی رشتے کا پاس رکھنے کے ساتھ حرام نکاح کا تدارک کیا جاسکے۔اس کے باوجود اگر کوئی خاتون رشتہ طے ہوجانے کے بعد دعویٰ کرتی ہے کہ میں نے اپنے بھانجے کو دودھ پلایا ہے، جبکہ باقی رشتہ دار اس سے بے خبری ظاہر کرتے ہوں تو محض اس دعوے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی، تاوقتیکہ وہ اپنے اس دعوے پر دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بطور گواہ پیش نہ کرے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جب مذکورہ عورت کے پاس ثبوتِ رضاعت کے لیے شرعی معیار کی شہادت نہیں، اس وقت تک رضاعت ثابت نہ ہوگی اور نکاح کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

فالرضاع يظهر بأحد أمرين:أحدهما الإقرار، والثاني البينة...........وأما البينة: فهي أن يشهد على الرضاع رجلان أو رجل وامرأتان، ولا يقبل على الرضاع أقل من ذلك ولا شهادة النساء بانفرادهن.(١)

ترجمہ:

رضاعت دو چیزوں میں سے کسی ایک سے ثابت ہوتی ہے ایک اقرار ہے اور ایک گواہی ہے۔۔۔۔۔جہاں تک گواہی کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ رضاعت پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں اور رضاعت کے باب میں اس سے کم گواہ قبول نہیں کیے جائیں گے، اور نہ تنہا عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی۔

❁❁❁

خوراک میں ملے ہوئے عورت کے دودھ سے ثبوتِ رضاعت

سوال نمبر(310):

اگر کسی عورت کا دودھ خوراک میں ملے اور کوئی بچہ اسے کھائے تو کیا اس کے ساتھ حرمتِ رضاعت ثابت

(١) بدائع الصنائع، کتاب الرضاع، فصل فیمایثبت به الرضاع:٥/١٠٣، ١٠٤

ہوتی ہے؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

عورت کا دودھ اگر خوراک کے ساتھ مل جائے تو اس میں قدرے تفصیل ہے۔ اگر دودھ خوراک میں ملا کر پکایا گیا تو یہ مطلقاً موجب حرمت نہیں، خواہ دودھ غالب ہو یا نہ ہو۔ یہ تینوں ائمہ کرام کا قول ہے۔ لیکن خوراک میں ملا کر بغیر پکائے کھائے تو پھر صاحبین کے نزدیک غالب کا اعتبار ہوگا، یعنی دودھ خوراک پر غالب ہو یا مساوی ہو تو رضاعت ثابت ہوتی ہے، ورنہ نہیں۔ لیکن امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک چاہے دودھ غالب ہو یا نہ ہو، خوراک کے ساتھ ملے تو اس دودھ سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ اور امام اعظمؒ کے قول پر فتویٰ بھی ہے۔

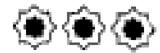
والدّلیل علیٰ ذلک:

فإن اختلط بالطعام فإن مسته النار، حتى نضج لم يحرم في قولهم جميعاً ؛لأنه تغير عن طبعه بالطبخ، وإن لم تمسه النار، فإن كان الغالب هو الطعام لم تثبت الحرمة ؛لأن الطعام إذا غلب سلب قوة اللبن، وأزال معناه، وهو التغذي فلايثبت به الحرمة، وإن كان اللبن غالباً...... لا يثبت به الحرمة في قول أبي حنيفةؒ، وعندأبي يوسف ومحمد يثبت.(١)

ترجمہ: اگر دودھ خوراک کے ساتھ خلط کیا گیا۔ اگر اس کو آگ نے چھوا ہو یہاں تک کہ وہ پک گیا تو بالاتفاق اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی، کیونکہ پکانے سے دودھ کی طبیعت تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور اگر آگ نے نہیں چھوا۔ پس اگر خوراک غالب ہو تو پھر حرمت لازم نہیں ہوتی، کیونکہ جب خوراک غالب ہو جائے تو دودھ کی قوت ختم ہوتی ہے یعنی اس سے نشوونما کی قوت زائل ہو جاتی ہے۔ پس اس سے حرمت لازم نہیں آتی۔ اور اگر دودھ غالب ہو تو امام صاحب کے ہاں حرمت ثابت نہ ہوگی، اور صاحبین کے ہاں ثابت ہوگی۔

والأصح أنها لاتثبت بكل حال عنده...... وهوا الصحيح.(٢)

ترجمہ: اور صحیح قول یہ ہے کہ امام صاحب کے ہاں مطلقاً حرمت ثابت نہیں ہوتی اور صحیح بھی یہی ہے۔



(١)بدائع الصنائع، كتاب الرضاع، فصل في صفة الرضاع المحرم:٥/٩٥

(٢)الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع:١/٣٤٤

مرضعہ کے چھوٹے بڑے بچوں سے رشتہ رضاعت

سوال نمبر(311):

عابد نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے۔عابد پر اس عورت کی چھوٹی بیٹیاں حرام ہوں گی یا بڑی؟

بینوا تؤجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے دودھ پینے والے بچے پر دودھ پلانے والی عورت کے تمام اصول وفروع حرام ہوتے ہیں۔
صورتِ مسئولہ میں جب عابد نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے تو یہ عورت عابد کی رضاعی ماں اور اس کی اولاد اس کی رضاعی بہن بھائی بن گئے۔اور رضاعی بہن سے نکاح حرام ہے، جیسا کہ نسبی بہن سے نکاح حرام ہے۔ لہٰذا عابد اس عورت کی کسی بھی بیٹی سے نکاح نہیں کرسکتا۔خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

و کل صبیین اجتمعا علی ثدی امرأۃ واحدۃ لم یجز لأحدھما أن یتزوج بالأخریٰ ھذا ھو الأصل؛ لأن أمھما واحدۃ فھما أخ وأخت.(۱)

ترجمہ: اور ہر وہ دو بچے جو ایک عورت کی پستان پر جمع ہوجائیں ان میں سے کسی ایک کے لیے دوسرے کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں، یہی قاعدہ ہے اس لیے کہ ان دونوں کی ماں ایک ہے، پس یہ دونوں بہن بھائی ہیں۔

❁❁❁

رضاعی ماں کی اخیافی بہن سے نکاح کرنا

سوال نمبر(312):

زید کو جس خاتون نے دودھ پلایا ہے، اس خاتون کی ماں نے بیوہ ہونے کے بعد دوسری شادی کرلی، جس سے اس کی ایک بیٹی ہے۔کیا زید کے لیے اس لڑکی سے نکاح جائز ہے؟

بینوا تؤجروا

---

(۱) الھدایۃ کتاب الرضاع:۲/۳۷۱

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

رضاعت سے وہ تمام رشتے حرام ہوجاتے ہیں، جونسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

صورتِ مسئولہ میں دودھ پینے سے مذکورہ خاتون اس بچے کی ماں بن گئی اور اس کی والدہ بچے کی نانی شمار ہوگی اور اس نانی کی ہر بیٹی اس بچے کی خالہ شمار ہوگی اور شرعاً رضاعی خالہ سے نکاح کرنا حرام ہے، جیسا کہ نسبی خالہ سے حرام ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

یحرم علی الرضیع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعاً......
...... وأختها خالته.(۱)

ترجمہ: دودھ پینے والے بچے پر رضاعی والدین، ان کے نسبی اور رضاعی اصول وفروع سب حرام ہوتے ہیں۔۔۔۔ اور دودھ پلانے والی کی بہن اس بچے کی خالہ ہوتی ہے۔

❁❁❁

رضاعی بیٹی کی نسبی بہن سے نکاح کی ایک صورت

سوال نمبر(313):

کیا رضیعہ (دودھ پینے والی بچی) کی نسبی بہن سے مرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) کا شوہر نکاح کرسکتا ہے؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللّٰہ التوفیق:

شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں دودھ پینے والے بچے پر دودھ پلانے والی عورت، اس کے اصول وفروع اور خاوند سب حرام ہوجاتے ہیں، تاہم یہ حرمت دودھ پینے والے بچے کے علاوہ کسی اور پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

صورتِ مسئولہ میں مرضعہ کے شوہر پر دودھ پینے والی بچی رضاعی بیٹی ہونے کی وجہ سے تو حرام ہے، لیکن اس رضاعی بیٹی کی نسبی بہن سے نکاح کرسکتا ہے۔

(۱) الفتاوی الهندیة، کتاب الرضاع: ۳٤۳/۱

والدّلیل علیٰ ذلک:

ویجوز تزوج أخت ابنه من الرضاع، ولایجوز ذلك من النسب.(۱)

ترجمہ:

اور رضاعی بیٹے کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے،لیکن نسب میں یہ جائز نہیں۔

۞۞۞

نکاح کے بعد شوہر کی رضاعی ماں کا بیوی کو دودھ پلانے کا دعوی

سوال نمبر(314):

زید نے ایک لڑکی سے شادی کی۔شادی کے بعد زید کی رضاعی ماں نے کہا کہ میں نے زید کی بیوی کو بھی دودھ پلایا ہے اور زوجین بھی اس عورت کے دعویٰ کی تصدیق کر رہے ہیں۔نیز میاں بیوی اپنی جدائی پر اللہ کی خوشنودی سمجھ کر راضی ہیں،لیکن کیا اس جدائی میں شرعاً کوئی قباحت تو نہیں؟نیز لاعلمی میں ہونے والے اس نکاح کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

فقہائے کرام کی تصریحات کی روشنی میں اگر شادی کے بعد کوئی عورت رضاعت کا دعوی کرے،جس کی تصدیق زوجین بھی کرتے ہوں تو اس صورت میں ان کا نکاح فاسد ہو جاتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر ایک عورت یہ کہتی ہے کہ میں نے تم دونوں (میاں بیوی) کو دودھ پلایا ہے اور زوجین اس کی بات کی تصدیق بھی کر رہے ہوں تو لاعلمی میں ہونے والا یہ نکاح فاسد ہے۔خاوند پر لازم ہے کہ وہ جدائی کے الفاظ (مثلاً یوں کہے کہ میں تمہیں چھوڑتا ہوں) استعمال کرکے بیوی سے جدا ہو جائے اور نکاح کے بعد ہم بستری ہونے پر مہر مثل اور مہر مسمی میں سے جو کم ہو،وہ عورت کو ادا کرے۔نیز عورت پر جدائی کے بعد عدت گزارنا لازم ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

تزوج امرأة فقالت: امرأة أرضعتكما، فهو علیٰ أربعة أوجه :إن صدقا ها فسد النكاح، ولا مهر إن لم یدخل. قال الزیلعي: في اللعان أن النكاح لایرتفع بحرمة الرضاع والمصاهرة، بل یفسد، حتیٰ

(۱)الهدایة، كتاب الرضاع:۲/۳۷۰

لو وطئها قبل التفريق لا يجب عليه الحد، اشتبه الأمر أو لم يشتبه، نص عليه في الأصل، وفي الفاسد لا بد من تفريق القاضي أو المتاركة بالقول في المدخول بها، وفي غيرها يكتفي بالمفارقة بالأبدان كمامر.(۱)

ترجمہ:

اگر کسی عورت نے شادی کی تو ایک عورت نے کہا کہ میں تم دونوں (میاں بیوی) کو دودھ پلایا ہے۔ پس یہ مسئلہ کئی صورتوں پر ہے۔ اگر دونوں نے اقرار کیا تو نکاح فاسد ہوگیا۔ غیر مدخول بہا کے لیے مہر نہیں۔ امام زیلعیؒ لعان میں فرماتے ہیں کہ نکاح حرمتِ رضاعت ومصاہرت سے ختم نہیں ہوتا، بلکہ فاسد ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر جدائی سے پہلے اس نے وطی کی تو اس پر حد واجب نہیں، خواہ امر مشتبہ ہو یا نہ ہو۔ کتاب الاصل میں اسکو وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور نکاح فاسد کی صورت میں مدخول بہا کی صورت میں تفریق قاضی یا متارکت بالقول ضروری ہے اور غیر مدخول بہا کی صورت میں مفارقت بالابدان کافی ہے۔

❁❁❁

رضاعی بہن بھائیوں سے پردے کا مسئلہ

سوال نمبر(315):

میں نے زید کی ماں کا دودھ پیا ہے اور زید نے میری ماں کا دودھ پیا ہے تو زید کی بہنوں کا مجھ سے اور میری بہنوں کا زید سے شرعاً پردے کا کیا حکم ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطۂ نظر سے نسب اور رضاعت کے احکام ایک جیسے ہیں۔ جس طرح نسبی بہن بھائیوں کا آپس میں ایک دوسرے سے پردہ واجب نہیں، اس طرح رضاعی بہن بھائیوں کا پردہ بھی ایک دوسرے سے واجب نہیں۔

صورتِ مسئولہ میں اگر زید اور سائل نے ایک دوسرے کی ماں کا دودھ پیا ہو تو ان دونوں میں اخوت کا رشتہ قائم ہو کر ایک دوسرے سے پردے کے وجوب کا حکم ختم ہوجاتا ہے، تاہم اگر فسق کی وجہ سے حرام میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں پردہ کرنا ضروری ہوگا۔

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ۴/ ۴۲۰، ۴۲۱

والدّلیل علیٰ ذلك:

ولابأس للرجل أن ینظر من أمه وابنته البالغة، وأخته، وكل ذي رحم محرم منه .... وكذا إلیٰ كل ذات محرم برضاع............ ولكن إنما یباح النظر إذا كان یأمن علی نفسه الشهوة، فأما إذا كان یخاف علی نفسه الشهوة، فلایحل له النظر.(١)

ترجمہ:

آدمی کے لیے اپنی ماں، بالغ بیٹی، بہن اور دیگر سب محارم کی طرف دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔۔۔۔۔اس طرح وہ سب محارم جو رضاعت کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں (ان کو بھی دیکھنا جائز ہے) لیکن دیکھنا اس وقت جائز ہے کہ آدمی شہوت کے اعتبار سے اپنے اوپر کنٹرول رکھ سکتا ہو۔ پس اگر وہ شہوت ابھرنے سے ڈرتا ہو تو اس صورت میں اس کا دیکھنا جائز نہیں۔



خون سے رضاعت کا عدم ثبوت

سوال نمبر(316):

فقہائے کرام کتاب الرضاعۃ میں ایک فقہی قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ ’’آدمی کے جز سے انتفاع حرام ہے‘‘ چونکہ عورت کا بچے کو دودھ پلانے سے وہ عورت کا جز بن جاتا ہے اور پھر اس بعضیت اور جزئیت کی بنا پر حرمت ابدیہ ثابت ہو جاتی ہے۔ ابھی الجھن یہ ہے کہ خون دینے سے بھی تو جزئیت ثابت ہوتی ہے، لیکن حرمت کا حکم مرتب نہیں ہوتا تو اس میں کیا فرق ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

فقہائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ خون سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اگرچہ ایک عورت کا خون مدتِ رضاعت ہی میں بچے کو چڑھایا جائے۔ جہاں تک اس شبہ کا تعلق ہے کہ اس خون سے بھی جزئیت ثابت ہوتی ہے درست نہیں، اس لیے کہ خون سے گوشت و پوست خصوصاً مدتِ رضاعت میں پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ مدتِ رضاعت میں

(١) الفتاوی الهندیة، كتاب الكراهیة، الباب الثامن فیما یحل للرجل النظر إلیه: ٥/٣٢٨

صرف دودھ ہی بچے کی غذائیت بن کر گوشت و پوست کے پروان چڑھنے کا سبب بنتا ہے، جبکہ خون کا تعلق تو دورانِ خون سے ہے۔ نیز فقہائے کرام نے ثبوتِ رضاعت کے لیے جن شرائط کا تذکرہ کیا ہے، ان کی رعایت رکھتے ہوئے اگر مدتِ رضاعت میں کسی عورت کا دودھ کسی بچے کو چڑھایا جائے، تب بھی اس سے حرمت لازم نہیں آتی، چنانچہ ثبوتِ رضاعت کے لیے درج ذیل شرائط کی رعایت ضروری ہے۔

(1)...... کسی عورت کا دودھ ہونا ضروری ہے۔

(2)...... اس کا معدہ میں پہنچ جانا ہے۔

(۳)...... معدے میں منہ یا ناک کے راستے سے داخل ہونا ضروری ہے۔

(۴)...... اسی دودھ میں کسی اور چیز کا غلبہ نہ ہو۔

(۵)...... مدتِ رضاعت کے اندر اندر ہو۔

چنانچہ ان شرائط کی روشنی میں خون اولاً دودھ نہیں، دوم یہ معدہ میں نہیں پہنچتا، بلکہ رگوں میں ہوتا ہے، سوم یہ منہ یا ناک کے راستے سے داخل نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا عقلاً بھی اس سے حرمت لازم نہیں آتی۔ اس وجہ سے صاحب ہدایہ جب جزئیت کا تذکرہ فرماتے ہیں تو "لأن" سے دلیل عقلی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ حکمت ہے اور علت اس کے لیے نص ہے، جو کہ قرآن کریم، احادیث مبارکہ میں مذکورہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صاحب کفایہ و فتح القدیر فرماتے ہیں، کہ جزئیت کا ہونا بیانِ حکمت ہے اور نص کا ہونا بیانِ علت ہے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

قوله:(هو مص الرضيع من ثدي الأدمية في وقت مخصوص) أي وصول اللبن من ثدي المرأة إلى جوف الصغير من فمه، أو أنفه في مدّة الرضاع الآتية............فإن الحرمة تثبت بإيجاز هذا اللبن صبيا وإن لم يوجد المص ....وخرج بالوصول لو أدخلت حلمة ثديها في فم رضيع، ولا يدري أدخل اللبن في حلقه أم لا؟لايحرم النكاح.(١)

ترجمہ:

رضاعت مقررہ وقت میں بچے کے پیٹ میں منہ یا ناک کے راستے سے عورت کا دودھ پہنچانے کو کہتے ہیں۔ اس لیے بچے کے لیے حرمت دودھ کے پہنچنے کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔ اگر چہ چوسنا متحقق نہ ہوا ہو۔۔۔۔۔ اور وصول

(١) البحر الرائق، کتاب الرضاع:٣/٣٨٦، ٣٨٧

کی قید لگانے سے یہ بھی خارج ہوگیا کہ اگر کوئی عورت سر پستان بچے کے منہ میں داخل کرلے اور اسے معلوم نہ ہو کہ بچے کے حلق میں دودھ داخل ہوا ہے یا نہیں تو نکاح حرام نہیں ہوگا۔

❁❁❁

میاں بیوی کا دعوی رضاعت کی تصدیق کرنا

سوال نمبر(317):

میرے بھائی کا نکاح ماموں کی بیٹی سے ہوا۔ کچھ عرصہ بعد میری والدہ نے کہا کہ میں نے اپنے بھائی (میرے بھائی کے سسر) کو مدتِ رضاعت میں دودھ پلایا تھا، جبکہ میاں بیوی دونوں میری والدہ کے اس قول کی تصدیق کرتے ہیں۔ایسی صورت میں کیے گئے نکاح کا شرعی حکم کیا ہے؟

بیّنوا تؤجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی نقطہ نظر سے نکاح ہوجانے کے بعد رضاعت کا اثبات دلیل وثبوت یا تسلیم کرلینے کا محتاج رہتا ہے، اس کے بعد ہی نکاح پر اثر انداز ہوسکتا ہے۔

صورتِ مسئولہ میں اگر نکاح شرعی طور پر منعقد ہوجانے کے بعد رضاعت کا دعویٰ سامنے آچکا ہو اور میاں بیوی دونوں مرضعہ کی بات کو سچ سمجھ کر مان رہے ہوں تو رضاعت ثابت سمجھی جائے گی۔ لہٰذا دونوں کے درمیان چچا بھتیجی کا رضائی رشتہ ہونے کی وجہ سے نکاح حرام ہے۔خاوند بیوی کو جدائی کے الفاظ کہہ کر اپنے سے جدا کرے۔

والدّلیل علیٰ ذلك:

تزوج امرأة فقالت امرأة: أرضعتكما، فهو علىٰ أربعة أوجه: إن صدقاها فسد النكاح.(۱)

ترجمہ:

اگر کسی عورت نے شادی کی تو ایک عورت نے کہا کہ میں نے تم دونوں (میاں بیوی) کو دودھ پلایا ہے۔اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں: اگر دونوں نے اقرار کیا تو نکاح فاسد ہوگیا۔

❁❁❁

(۱) ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الرضاع: ٤/ ٤٢٠، ٤٢١

بیوی کی رضاعی بہن سے شادی کرنا

سوال نمبر(318):

ایک شادی شدہ آدمی دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، جس لڑکی کے ساتھ رشتے کی بات طے ہورہی ہے، اس نے اس کی موجودہ (پہلی) بیوی کی والدہ کا دودھ پیا ہے تو کیا پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی رضاعی بہن کے ساتھ نکاح درست رہے گا؟

بیّنوا توجروا

الجواب وباللہ التوفیق:

شرعی لحاظ سے دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، چاہے ان دونوں کے مابین رشتہ نسب کا ہو یا رضاعت کا ہو۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر واقعی اُس لڑکی نے اس عورت کی والدہ کا دودھ مدتِ رضاعت میں پیا ہو تو یہ دونوں آپس میں رضاعی بہنیں ہیں، ان کا ایک نکاح میں جمع کرنا حرام رہے گا۔

والدّلیل علیٰ ذلک:

فإنه لا يجمع بين أختين بنكاح، ولا بوطئ بملك يمين، سواء كانتا أختين من النسب، أو من الرضاع.(۱)

ترجمہ:

دو بہنوں کو نکاح اور ملک یمینی کی وطی میں جمع نہیں کیا جاسکتا، چاہے وہ بہنیں نسبی اعتبار سے (بہنیں) ہوں یا رضاعی ہوں۔

❁❁❁❁❁

(۱)الفتاوى الهندية، كتاب الرضاع، الباب الثالث في بيان المحرمات:۱/۲۷۷

مصادر ومراجع

نمبرشمار	نام کتاب	نام مصنف	ناشر
		الف	
۱	إرشاد السّاري إلى مناسك الملاعلي القاري	حسين بن محمدسعيد عبدالغني المكي	دار الكتب العلمية بيروت
۲	أحكام القرآن	ظفرأحمد العثماني (۱۳۹٤هـ)	إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی
۳	أحكام القرآن	أبو بكر أحمد بن علي الرازي الجصاص الحنفي (۳۷۰هـ)	سہیل اکیڈمی لاہور
٤	إسلامی تہذیب وتمدن اردو ترجمہ "التشبه في الإسلام"	قاری محمد طیب قاسمی (۱٤۰۳هـ)	إدارہ إسلامیات لاہور
۵	إعلاء السنن	ظفرأحمد العثماني (۱۳۹٤هـ)	دارالكتب العلمية بيروت
٦	إعلام الموقّعين	ابن القيم الجوزية (۷۵۱هـ)	دارالفكر بيروت لبنان
۷	الإتقان في علوم القرآن	جلال الدين السيوطي (۹۱۱هـ)	سہیل اکیڈمی لاہور
۸	الاختيارلتعليل المختار	أبوالفضل عبد الله الموصلي (٦۸۳هـ)	دارالمعرفة بيروت لبنان
۹	الاستصناع	سعودبن مسعد الثبيتي	دارابن حزم بيروت
۱۰	الاعتصام	أبوإسحاق إبراهيم الشاطبي (۷۹۰هـ)	مکتبہ رشیدیہ پشاور
۱۱	الأشباه والنظائر	زين الدين بن إبراهيم ابن نجيم (۹۷۰هـ)	ایچ ایم سعید کراچی
۱۲	البحر الرائق	ابن نجيم (۹۷۰هـ)	دارالكتب العلمية بيروت

١٣	البداية والنهاية	إسماعيل ابن كثير (٧٧٤هـ)	دارالفكر بيروت
١٤	الترغيب والترهيب	زكي الدين عبدالعظيم بن عبدالقوي المنذري (٦٥٦هـ)	دارإحياء التراث العربي بيروت
١٥	التشريع الجنائي الإسلامي	عبدالقادر عودة	مؤسسة الرسالة بيروت
١٦	التعليق الصّبيح	محمد إدريس الكاندهلوي (١٣٩٤هـ)	المكتبة العثمانية لاهور
١٧	التعليق الميسر على حاشية الروض الأزهر في شرح الفقه الاكبر	الشيخ الوهبي سليمان الغاوجي	دار البشائر الإسلامية بيروت
١٨	التفسيرالكبير	فخر الدين الرازي (٦٠٦هـ)	دارإحياء التراث العربي لبنان
١٩	التلخيص الحبير	ابن حجر العسقلاني (٨٥٢هـ)	المكتبة الا ثرية شيخو پوره
٢٠	الجامع لأحكام القرآن للقرطبي	محمد القرطبي (٦٧١هـ)	دارإحياء التراث العربي لبنان
٢١	الجوهرة النيرة	أبوبكربن علي بن محمدالزبيدي (٨٠٠هـ)	دارالكتب العلمية لبنان
٢٢	الحيلة الناجزة	أشرف علي التهانوي (١٣٦٢هـ)	دارالإشاعت كراچى
٢٣	الدّرالمختار مع ردالمحتار	محمد بن علي الحصكفي (١٠٨٨هـ)	مكتبه إمداديه ملتان
٢٤	الدّرالمنتقى على هامش مجمع الأنهر	ملا علي بن سلطان القاري (١٠١٤هـ)	دار احياء التراث العربي بيروت لبنان
٢٥	الزهد الكبيرللبيهقي	أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي (٤٥٨هـ)	دارالجنان بيروت لبنان
٢٦	الشريفية شرح السراجية	السيدالشريف علي الجرجاني (٨١٦هـ)	المكتبة الحقانية پشاور
٢٧	السنن الكبرى للنسائي	أحمد النسائي (٣٠٣هـ)	مؤسسة الرسالة بيروت لبنان

۲۸	السنن الكبرى للبيهقي	أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي (۴۵۸ھ)	دارالفكر بيروت لبنان
۲۹	السّراجی فی المیراث	محمدبن عبدالرشيد السجاوندي (۶۰۰ھ)	المیزان لاهور
۳۰	السّعایة	محمد عبدالحي اللكهنوي (۱۳۰۴ھ)	سهیل اکیڈمی لاهور
۳۱	الشمائل المحمدية للترمذي	محمد بن عيسى الترمذي (۲۷۹ھ)	دار الكتب العلمية بيروت لبنان
۳۲	العرف الشذي	أنورشاه الكشميري (۱۳۵۲ھ)	دار إحياء التراث العربي بيروت
۳۳	العقائد الإسلامية	سيد سابق (۱۴۲۰ھ)	دار الكتاب العربي
۳۴	العقيدة في الله	عمرسليمان الأشقر (۱۴۳۳ھ)	مكتبة الفلاح الكويت
۳۵	العناية على هامش فتح القدير	أكمل الدين محمدبن محمد البابرتي (۷۸۶ھ)	المكتبة الحقانية پشاور
۳۶	الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى الهندية	محمد بن شهاب الكردي (۸۲۷ھ)	مکتبه رشیدیه کوئٹه، دارالكتب العلمية بيروت
۳۷	الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى الهندية	فخرالدين حسن بن منصور الأوزجندي (۵۹۲ھ)	مکتبه رشیدیه کوئٹه
۳۸	الفتاوى الكاملية في الحوادث الطرابلسية	محمد كامل بن مصطفى الطرابلسي (۱۳۱۵ھ)	المكتبة الحقانية پشاور
۳۹	الفتاوى الهندية (العالمگيرية)	شیخ نظام وجماعة من علماء الهند	مکتبه رشیدیه کوئٹه
۴۰	الفتاوى التاتارخانية	عالم بن العلاء الدهلوي (۷۸۶ھ)	دارإحياء التراث العربي بيروت
۴۱	الفقه الحنفي وأدلته	أسعد محمد سعيد الصاغرجي	دارالكلم الطيب بيروت لبنان

٤٢	الفقه الإسلامي وأدلته	د.وهبة الزحيلي (١٤٣٦هـ)	دارإحسان دمشق
٤٣	القاموس الحديد	وحيد الزمان قاسمي كيرانوي (١٤١٥هـ)	إداره إسلاميات لاهور كراچی
٤٤	الكفاية على هامش فتح القدير	جلال الدين الخوارزمي(٧٦٩هـ)	مكتبه حقانيه پشاور
٤٥	المبسوط للسرخسي	شمس الأئمة السرخسي (٤٨٣هـ)	دارالكتب العلمية بيروت
٤٦	المبسوط للشيباني	محمد بن الحسن الشيباني (١٨٩هـ)	دارالمعارف النعمانية لاهور
٤٧	المجموع شرح المهذب	محي الدين أبوزكريا يحيىٰ بن شرف النووي (٦٧٦هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
٤٨	المحيط البرهاني في الفقه النعماني	محمودبن أحمدبن عبدالعزيز عمربن مازة البخاري (٦١٦هـ)	المكتبة الغفارية كوئٹه
٤٩	المختصرللقدوري	أبوالحسين أحمد القدوري (٤٢٨هـ)	الميزان لاهور
٥٠	المدخل	محمدبن محمد العبدري المالكي المعروف بابن الحاج (٧٢٧هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
٥١	المسامرة على المسايرة	كمال الدين محمد بن محمد ابن أبي الشريف (٩٠٦هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
٥٢	المستدرك على الصحيحين	أبوعبدالله محمدبن عبدالله الحاكم النيسابوري (٤٠٥هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
٥٣	المسلك المتقسط في المسلك المتوسط على هامش إرشادالساري	الملا علي بن سلطان القاري (١٠١٤هـ)	دار الكتب العلمية بيروت لبنان
٥٤	المصنف لابن أبي شيبة	الإمام أبوبكر عبد الله بن محمد ابن أبي شيبة (٢٣٥هـ)	إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچی، طيب إكادمي ملتان

٥٥	المعجم الأوسط	الحافظ سليمان الطبراني(٣٦٠هـ)	مكتبة المعارف الرياض
٥٦	المعجم الكبيرللطبراني	الحافظ أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني (٣٦٠هـ)	شركة معمل و مطبعة الزهراء الحديثة المحدودة عراق
٥٧	المغني على الشرح الكبير	للإمامين موفق الدين(٦٢٠هـ) و شمس الدين ابني قدامة(٦٨٣هـ)	المكتبة التجارية المكةالمكرمة
٥٨	المفهم شرح صحيح مسلم	أحمد بن عمر بن إبراهيم القرطبي (٦٥٦هـ)	دارابن كثيردمشق، دارالكلم الطيب بيروت لبنان
٥٩	المنجد في اللغة والأعلام	جماعة علماء المستشرقين	دار المشرق بيروت لبنان
٦٠	الموافقات في أصول الأحكام	أبو إسحاق إبراهيم بن موسى اللخمي الشاطبي (٧٩٠هـ)	دارالفكر بيروت لبنان
٦١	الموسوعة الفقهية الكويتية	وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية الكويت	طباعة ذات السلاسل الكويت
٦٢	الموضوعات الكبرىٰ	ملاعلي بن سلطان القاري (١٠١٤هـ)	مكتبه دارالسلام پشاور
٦٣	النبراس شرح شرح العقائد	عبد العزيز فرهاروي (١٢٣٩هـ)	المكتبة الحقانية ملتان
٦٤	النتف في الفتاوىٰ	علي بن الحسين السغدي (٤٦١هـ)	موسسة الرسالة بيروت دار الفرقان عمان
٦٥	النّهر الفائق	عمر بن إبراهيم بن نجيم (١٠٠٥هـ)	مكتبه رشيديه كوئٹه
٦٦	الوجيز	عبد الكريم زيدان (١٤٣٥هـ)	فاران اكيڈمی لاهور
٦٧	الوسيط في شرح القانون المدني	عبدالرزاق السنهوري (١٣٩١هـ)	داراِحياء التراث العربي، بيروت
٦٨	الهداية	برهان الدين أبو الحسن علي بن أبي بكر المرغيناني (٥٩٣هـ)	مكتبه رحمانيه لاهور

نمبر	الكتاب	المؤلف	الناشر
٦٩	اللآلی المصنوعة في الأحاديث الموضوعة	جلال الدين عبد الرحمن السيوطي (٩١١هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
٧٠	الأحكام السلطانية	علي بن محمد الماوردي (٤٥٠هـ)	نفيس اكيڈمی كراجي
٧١	كفايةالأخيار في حل غاية الاختصار	تقي الدين أبوبكر بن محمد الحصيني (٨٣٩هـ)	دار الكتب العلمية بيروت لبنان
٧٢	الإتقان فيعلوم القرآن	جلال الدين عبدالرحمن السيوطي (٩١١هـ)	سهيل اكيڈمی لاهور
٧٣	الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف	علاؤالدين علي بن سليمان المرداوي (٨٨٥هـ)	دارإحياء التراث العربي بيروت
٧٤	إمدادالفتاوی	أشرف علي التهانوي (١٣٦٢هـ)	مكتبه دارالعلوم كراجي
٧٥	أوجز المسالك	محمدزكريا الكاندهلوي (١٣٠٢هـ)	مكتبه إمداديه ملتان
٧٦	اوزان شرعيه	مفتي محمد شفيع (١٣٩٦هـ)	إدارة المعارف كراجی
٧٧	آكام المرجان في أحكام الجان	بدر الدين أبوعبد الله محمد بن عبد الله الشبلي (٧٦٩هـ)	كارخانه تجارت كتب كراجي
٧٨	أشرف التوضيح	نذير أحمد (١٤٢٥هـ)	مكتبة العارفي فيصل آباد

ب

نمبر	الكتاب	المؤلف	الناشر
٧٩	بدائع الصّنائع في ترتيب الشّرائع	علاء الدين أبوبكربن مسعود الكاساني (٥٨٧هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
٨٠	بداية المجتهد ونهاية المقتصد	ابن رشد محمدبن أحمد القرطبي (٥٩٥هـ)	مكتبة نزار مصطفی الباز مكة المكرمة
٨١	بذل المجهود في حل أبي داؤد	خليل أحمد السهارنفوري (١٣٤٦هـ)	دار اللو ئ للنشر و التوزيع الرياض

ت

٨٢ تاريخ التشريع الإسلامي — منّاع القطان (١٤٢٠هـ) — مؤسسة الرسالة بيروت لبنان

٨٣ تبصرة الحكّام في أصول الأقضية ومناهج الأحكام — إبراهيم بن علي ابن فرحون المالكي (٧٩٩هـ) — دارالكتب العلمية بيروت لبنان

٨٤ تبيين الحقائق في شرح كنز الدّقائق — فخرالدين عثمان بن علي الزيلعي (٧٤٣هـ) — دار الكتب العلمية بيروت لبنان

٨٥ تحفة الفقهآء — علاء الدين السمرقندي (٥٧٥هـ) — دار الكتب العلمية بيروت لبنان

٨٦ تفسير المظهري — محمد ثناء الله پانی پتی (١٢٢٥هـ) — مكتبه رشيديه كوئٹه پاكستان

٨٧ تفسيرالقرآن الكريم — عمادالدين إسماعيل بن كثير (٧٧٤هـ) — مكتبه إمداديه مكة المكرمة

٨٨ تفسير أبي السعود — أبو السعود محمد بن محمد (٩٨٢هـ) — دار إحياء التراث العربي بيروت

٨٩ تقرير ترمذي — محمد تقي العثماني — ميمن إسلامك پبلشرز كراچي

٩٠ تقريرات الرافعي — محمدرشيد بن عبداللطيف البيساري الرافعي(١٣٢٣هـ) — مكتبه إمداديه ملتان

٩١ تقليد كی شرعی حيثيت — محمد تقي العثماني — ميمن إسلامك پبلشرز كراچي

٩٢ تكملة البحرالرائق — محمدبن حسين بن علي الطوري (١١٣٨هـ) — دارالكتب العلمية بيروت لبنان

٩٣ قرة عيون الأخيار تكملة ردالمحتار — محمدعلاء الدين بن محمدأمين ابن عابدين (١٣٠٦هـ) — مكتبه إمداديه ملتان

٩٤ تكملة عمدة الرعاية على شرح الوقاية — مولانا فتح محمد التائب (١٣٢٧هـ) — مكتبه رحمانية اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاهور

#	الكتاب	المؤلف	الناشر
۹۵	تكملة فتح الملهم	محمدتقي العثماني	مكتبه دارالعلوم كراجي
۹۶	تنوير الأبصار مع الدرالمختار	محمد بن عبدالله بن أحمد التمرتاشي (۱۰۰٤هـ)	مكتبه إمداديه ملتان

ج، ح، خ، د

#	الكتاب	المؤلف	الناشر
۹۷	جامع البيان المعروف تفسيرالطبري	أبوجعفر محمدبن جرير الطبري (۳۱۰هـ)	دارالفكر بيروت لبنان
۹۸	جامع الترمذي	أبوعيسىٰ محمدبن عيسى الترمذي (۲۷۹هـ)	الميزان، لاهور
۹۹	جامع الرموز	شمس الدين محمد القهستاني (۹۵۳هـ)	ايج۔ ايم۔ سعيد كراجي
۱۰۰	جوا هرالفقه	مفتي محمد شفيع (۱۳۹٦هـ)	مكتبه دارالعلوم كراجي
۱۰۱	حاشية الشلبي على تبين الحقائق	شهاب الدين أحمد بن يونس الشلبي (۱۰۱۰هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
۱۰۲	حاشية الموسوعة الفقهية الكويتية	وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية	طباعة ذات السلاسل الكويت
۱۰۳	حاشية الهداية	محمد عبد الحيّ اللكهنوي (۱۳۰٤هـ)	مكتبه رحمانيه لاهور
۱۰٤	حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح	أحمد بن محمد الطحطاوي الحنفي (۱۲۳۱هـ)	المكتبةالعربية كوئثه
۱۰۵	حاشية على البناية في شرح الهداية	ناصرالإسلام محمد عمر رامفوري (۱۲۹۵هـ)	مكتبه رشيديه كوئته
۱۰٦	حجة الله البالغة	شاه ولي الله أحمد الدهلوي (۱۱۷٦هـ)	المكتبة السلفيةلاهور

۱۰۷	خلاصه التحقيق في حكم التقليد والتلفيق	عبد الغني النابلسي (۱۱٤۳هـ)	مكتبة الحقيقة استنبول، تركيا
۱۰۸	خلاصة الفتاوىٰ	طاهربن أحمد البخاري (٥٤٢هـ)	مکتبه رشیدیه کوئٹه
۱۰۹	درر الحكام شرح مجلة الأحكام	علي حيدر (۱۲٥٤هـ)	المكتبة العربية كوئٹه
		ر، س، ش	
۱۱۰	رحمة الأمة في اختلاف الآئمة	أبو عبد الله محمد بن عبد الرحمن قاضي صفد (۷۸۰هـ)	دارالفكر بيروت لبنان
۱۱۱	ردّالمحتار على الدّرالمختار	محمدأمين ابن عابدين (۱۲٥۲هـ)	مکتبه امدادیه ملتان
۱۱۲	روح المعاني	شهاب الدين محمود الآلوسي البغدادي (۱۲۷۰هـ)	دار إحياء التراث العربي بيروت لبنان
۱۱۳	سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد	شمس الدين محمد بن يوسف الشامي (۹٤۲هـ)	دار الكتب العلمية بيروت، لبنان
۱۱٤	سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة	محمد ناصرالدين الألباني (۱٤۲۰هـ)	المكتب الإسلامي بيروت
۱۱٥	سنن الدارمي	عبدالله بن عبد الرحمن الدارمي (۲٥٥هـ)	قدیمی کتب خانه کراچی
۱۱٦	سنن النسائي	أبو عبد الرحمن أحمدبن شعيب الخراساني النسائي (۳۰۳هـ)	مکتبه رحمانیه اردو بازار لاهور
۱۱۷	سنن أبي داؤد	سليمان بن الأشعث السجستاني (۲۷٥هـ)	ایچ ایم سعید کراچی
۱۱۸	سنن الدارقطني	علي بن عمر الدار قطني (۳۸٥هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان

۱۱۹	شرح السّنة	الحسين بن مسعود البغوي (۵۱۰هـ)	المكتب الإسلامي بيروت، لبنان
۱۲۰	شرح العقائد النّسفية	مسعود بن عمر التفتازاني (۷۹۳هـ)	مکتبہ حقانیہ پشاور
۱۲۱	شرح العقيدة الطحاوية	ابن أبي العزّ الحنفي (۷۹۲هـ)	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۲۲	شرح المجلّة	سليم رستم باز اللبناني (۱۳۳۸هـ)	المکتبۃالحبیبیۃ کوئٹہ
۱۲۳	شرح المجلة	خالد الأتاسي (۱۳۲۶هـ)	المکتبۃالحقانیۃ پشاور
۱۲۴	شرح النقاية	علي بن محمدسلطان القاري (۱۰۱٤هـ)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۱۲۵	شرح الوقاية	عبيدالله بن مسعود (۷٤۷هـ)	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۲۶	شرح صحيح البخاري لابن بطال	أبو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك (٤٤۹هـ)	مكتبة الرشد الرياض
۱۲۷	شرح عقود رسم المفتی لابن عابدين	محمدأمين الشهير بابن عابدين (۱۲٤۳هـ)	مکتبۃ البشری کراچی
۱۲۸	شرح مسلم للنووي	يحيى بن شرف النووي (٦۷٦هـ)	مکتبہ دارالفکر بیروت لبنان
۱۲۹	شرح معاني الآثار	أحمدبن محمد الطحاوي (۳۲۱هـ)	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۱۳۰	شعب الإيمان للبيهقي	أبوبكر أحمد بن الحسين البيهقي (٤٥۸هـ)	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان

ص، ع، غ

۱۳۱	صحيح ابن حبان	محمد بن حبان (۳٥٤هـ)	مکتبۃ دارالفکر بیروت لبنان

۱۳۲	صحيح البخاري	محمدبن إسماعيل البخاري (۲۵۶هـ)	قديمى كتب خانه كراچي
۱۳۳	صحيح مسلم	مسلم بن الحجاج القشيري (۲۶۱هـ)	قديمي كتب خانه كراچي
۱۳۴	عقد الجيد في أحكام الاجتهاد والتقليد	شاه ولي الله الدهلوي (۱۱۷۶هـ)	دار الفتح الشارقه
۱۳۵	علوم الحديث	عبيدالله أسعدي	مجلس نشريات إسلام كراچي
۱۳۶	علوم القرآن	محمد تقي عثماني	مكتبه دارالعلوم كراچي
۱۳۷	عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية	محمد عبد الحي اللكهنوي (۱۳۰۴هـ)	مكتبه رشيديه كوئٹه
۱۳۸	عمدة القاري شرح صحيح البخاري	العلامة بدرالدين العيني (۸۵۵هـ)	دار إحياء التّرا ث العربي بيروت لبنان
۱۳۹	عون المعبود شرح سنن أبي داؤد	محمدشمس الحق عظيم آبادي (۱۳۲۹هـ)	دارالفكربيروت، لبنان
۱۴۰	غمز عيون البصائر شرح الأشباه والنظائر	أحمدبن محمد الحموي (۱۰۹۸هـ)	إدارة القرآن والعلوم الإسلامية، كراچى
۱۴۱	غنية الناسك في بغية المناسك	محمد حسن شاه المهاجر المكي (۱۳۴۶هـ)	مكتبة ادارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچي
۱۴۲	غنيةالمستملي المعروف بالحلبي الكبيري	إبراهيم الحلبي (۹۵۶هـ)	مكتبه نعمانيه كوئٹه

ف

۱۴۳	فتاویٰ ابن تيميه	تقي الدين ابن تيميه (۷۲۸هـ)	تحت إشراف الرئاسة العامة لشئون الحرمين الشريفين
۱۴۴	فتاویٰ المرأة المسلمة	جماعة من علماء العرب	دارالفكر بيروت لبنان

١٤٥	فتاوی خیریة علی هامش تنقیح الفتاوی الحامدیة	خیر الدین الرملی (١٠٨١هـ)	مکتبه حقانیه پشاور پاکستان
١٤٦	فتاوی رشیدیه	رشید أحمد گنگوهي (١٣٢٣هـ)	موتمر المصنفین اکوره خٹک
١٤٧	فتح الباري	أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (٨٥٢هـ)	دار الفكر بيروت، لبنان
١٤٨	فتح الغفار شرح المنار	زين الدين بن إبراهيم ابن نجيم (٩٧٠هـ)	مکتبه اسلامیه، کوئٹه
١٤٩	فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير	محمد بن علي بن محمد الشوكاني (١٢٥٠هـ)	دار الفكر بيروت لبنان
١٥٠	فتح القدير	ابن الهمام كمال الدين محمد بن عبد الواحد (٨٦١هـ)	مکتبه حقانیه پشاور پاکستان
١٥١	فتح الملهم شرح صحيح مسلم	شبير أحمد العثماني (١٣٦٩هـ)	مکتبه دار العلوم کراچی
١٥٢	فقه السنة	السيد السابق (١٤٢٠هـ)	دار ابن كثير دمشق لبنان
١٥٣	فيض الباري على صحيح البخاري	محمد أنور شاه الكشميري (١٣٥٢هـ)	مکتبه حقانیه پشاور
١٥٤	فيض القدير شرح الجامع الصغير	محمد عبد الرؤوف المناوي (١٠٣١هـ)	دار الكتب العلمية بيروت، لبنان

ق، ک

١٥٥	قاموس الفقه	سيف الله رحماني	زم زم پبلشرز کراچی
١٥٦	كتاب التعريفات	سيد شريف الجرجاني (٨١٦هـ)	دار المنار للطباعة والنشر
١٥٧	كتاب الفقه على المذاهب الأربعة	عبد الرحمن بن محمد عوض الجزيري (١٣٦٠هـ)	وحیدی کتب خانه پشاور
١٥٨	كتاب الأموال	أبو عبيد قاسم بن سلام (٢٢٤هـ)	دار الكتب العلمية بيروت

نمبر	الكتاب	المؤلف	المطبع
١٥٩	كشاف القناع عن متن الإقناع	منصور بن يونس البهوتي (١٠٥١هـ)	دار الكتب العلميه بيروت
١٦٠	كشف الأسرار	أبوالبركات عبدالله بن أحمد حافظ الدين النسفي (٧١٠هـ)	دارالكتب العلمية بيروت
١٦١	كفايت المفتي	مفتي كفايت الله دهلويؒ (١٣٥٢هـ)	دارالاشاعت كراچی
١٦٢	كنزالدقائق	أبوالبركات عبدالله بن أحمد حافظ الدين النسفي (٧١٠هـ)	ايچ ايم سعيد كمپنی كراچی
١٦٣	كنزالعمال	علاء الدين المتقي الهندي (٩٧٥هـ)	اداره تاليفات اشرفيه ملتان پاكستان

ل،م

نمبر	الكتاب	المؤلف	المطبع
١٦٤	لسان الحكام	إبراهيم بن محمد، المعروف بابن الشحنة الحلبي (٨٨٢هـ)	البابي الحلبي القاهرة
١٦٥	لسان العرب	محمد بن منظور الافريقي (٧١١هـ)	دارإحياء التراث العربي بيروت
١٦٦	ماهنامه العصرپشاور	مفتی غلام الرحمن	جامعه عثمانيه پشاور
١٦٧	مجلة الأحكام العدلية	لجنة العلماء المحققين	مير محمد كتب خانه كراچی
١٦٨	مجمع الأنهرشرح ملتقى الأبحر	عبدالله بن محمد بن سليمان دامادأفندي (١٠٧٨هـ)	دارإحياء التراث العربي بيروت
١٦٩	مجمع الزوائد	نور الدين علي بن أبي بكرالهيثمي (٨٠٧هـ)	دار الكتب العلمية بيروت
١٧٠	مجموعه قوانين اسلامی	ڈاكٹرتنزيل الرحمن	اداره تحقيقات اسلامی اسلام آباد
١٧١	مجموعة رسائل ابن عابدين	محمدأمين ابن عابدين (١٢٤٣هـ)	سهيل اكيڈمی لاهور

۱۷۲	مجموعة رسائل اللكهنوي	عبدالحي اللكهنوي (١٣٠٤هـ)	إدارة القران كراچی
۱۷۳	مرقاة المفاتيح	ملا علي بن سلطان القاري (١٠١٤هـ)	المكتبة الحقانية پشاور
۱۷٤	مسند الإمام أحمد	أحمد بن حنبل (٢٤١هـ)	دار إحياء التراث العربي بيروت
۱۷٥	مسند أبي عوانة	أبو عوانه يعقوب بن إسحاق الأسفرائني (٣١٦هـ)	دار المعرفة بيروت
۱۷٦	مسند أبي يعلى الموصلي	أحمدبن علي الموصلي(٣٠٧هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان
۱۷۷	مشكوة المصابيح	محمدبن عبدالله الخطيب التبريزي (٧٣٧هـ)	المكتبة الحقانيه بشاور
۱۷۸	مصنف عبدالرزاق	أبو بكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني(٢١١هـ)	إدارة القران والعلوم الاسلاميه كراچی
۱۷۹	معارف السنن	محمديوسف البنوري (١٣٩٧هـ)	ايچ۔ايم۔سعيد کراچی
۱۸۰	معجم لغة الفقهاء	محمد رواس قلعه جي (١٤٣٥هـ)	دارالنفائس بيروت
۱۸۱	معين الحكام	علاء الدين علي بن خليل الطرابلسي (٨٤٤هـ)	مكتبة القدس كوئٹه
۱۸۲	مغني المحتاج	محمدبن أحمد الخطيب الشربيني(٩٧٧هـ)	دارالذخائرللمطبوعات قم إيران
۱۸۳	مفردات غريب القرآن	الحسين بن محمد الراغب الأصفهاني (٥٠٢هـ)	دارالقلم دمشق
۱۸٤	منحةالخالق على البحرالرائق	محمدأمين ابن عابدين (١٢٤٣هـ)	دار الكتب العلمية بيروت لبنان
۱۸٥	منهاج السنن شرح جامع السنن	المفتي محمد فريد(١٤٣٢هـ)	مكتبه حقانيه پشاور

۱۸۶	موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان	نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي (۸۰۷هـ)	المطبعة السلفية و مكتبتها بيروت
۱۸۷	موسوعة الفقه الإسلامي المعاصر	عبد الحليم عويس (۱٤۳۳هـ)	دار الوفاء منصورة
۱۸۸	موطا الإمام مالك	مالك بن انس (۱۷۹هـ)	الميزان لاهور
۱۸۹	نفع المفتي والسائل	عبد الحي اللكهنوي (۱۳۰٤هـ)	ايچ ايم سعيد كمپنى كراچى

ن

۱۹۰	نور الأنوار	ملاأحمدجيون (۱۱۳۰هـ)	مير محمد كتب خانه كراچى
۱۹۱	نيل الأوطار	محمدبن علي بن محمد الشوكاني (۱۲۵۰هـ)	دارالكتب العلمية بيروت لبنان


العصر اکیڈمی پشاور
AL-ASR ACADEMY
JAMIA USMANIA PESHAWAR



[illegible]n.usmani@gmail.com
+92 3[illegible]-9273561 / +92 321-9273561
+92 322-4203561 / +92 315-4499203